اہل خانہ اور خاندانوں میں باہمی جوڑ اور محبت پیدا کرنے کے لیے نہایت مفید کتاب
قرآن و حدیث کی روشنی میں ــــ "صلہ رحمی" ــــ پر ایک مستند و مفصل تحریر

صلہ رحمی

یعنی

رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک پر اجر و انعامات

تالیف

ابوذ کوان محمد عبد القادر جیلانی

تخصص فی الافتاء: جامعہ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا (خانیوال)

تمرینِ افتاء: دار الافتاء جامعہ دار العلوم کورنگی کراچی

تخصص فی الحدیث: جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

پسند فرمودہ

حضرت اقدس مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم العالیۃ

انتساب

ان رشتہ داروں کے نام

جو

معافی مانگنے میں

"پہل" اور معاف کرنے میں "جلدی" کرتے ہیں

تقریظِ انیق

حضرت اقدس مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم العالیۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

اما بعد!

دین اسلام میں ــــ"حُسنِ خُلق ــــ" ایک بہت بڑا باب ہے۔ جس کی طرف آج مجموعی طور پر بے اعتنائی اور غفلت عام ہے۔ پھر اس باب میں ــــ"صلہ رحمی ــــ" یعنی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا مضمون نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

قرآن مجید اور احادیثِ شریفہ میں متعدد مقامات پر مختلف عنوانات وتعبیرات سے امتِ مسلمہ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی ہے۔ چنانچہ ہمارے عزیز مولوی محمد عبدالقادر جیلانی سلمہ تعالی نے اس اہم موضوع پر قرآن وحدیث میں متفرق مواد کو زیرِ نظر کتاب ــــ"صلہ رحمی ــــ" میں مستند طرز پر جمع کیا ہے، اس موضوع پر یہ کام بلاشبہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی موصوف کی اس کاوش کو قبول فرما کر اسے امت کے لیے نافع اور رہنما بنائے۔ آمین! ثم آمین!

طارق جمیل

۹/ اکتوبر/ ۲۰۱۵

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد! دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس میں کسی بھی زاویہ و پہلو سے کوئی کجی نہیں ہے۔ معاملات و عبادات، معاشیات و اقتصادیات اور معاشرت و اخلاقیات؛ الغرض ہر پہلو کے لحاظ سے مکمل و تسلی بخش رہنمائی کرتا ہے۔

ہمارے معاشرہ میں لوگوں کے اندر عبادات کی طرف کسی نہ کسی قدر میلان و رجحان پایا جاتا ہے اور عبادات کی کمی پر افسوس بھی کرتے ہیں اور اس کمی کی تلافی کی کوشش بھی کر لیتے ہیں مگر معاملات اور حقوق العباد میں بہت حد تک عدمِ رجحان نظر آتا ہے جبکہ عبادات کی بہ نسبت یہ امر زیادہ قابلِ اہتمام اور لائقِ اعتناء ہے پھر اس میں بھی ”صلہ رحمی“ کا عنوان، زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ صلہ رحمی کرنے والے کے لیے آیات و احادیث میں جنت کے بارہا وعدے اور اس کے برعکس ”قطع رحمی“ پر آیات شریفہ اور احادیث مبارکہ میں جہنم و دوزخ کی کئی بار وعیدیں آئی ہیں نیز اس قطع رحمی کے نتیجے میں خاندانوں کے خاندان باہم اجڑے پڑے ہیں۔

اسی تناظر میں ایک مدت سے میرے دل میں یہ بات گردش کر رہی تھی کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ”صلہ رحمی“ کے عنوان پر ایک کتاب یا کتابچہ تحریر کر دیا جائے جس کی بدولت مجھ روسیاہ سمیت دیگر مسلمان بھائیوں کے لیے بھی جنت کی راہ ہموار ہو سکے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کتاب کی تمہید کے طور پر یہ مندرجہ بالا چند سطور شاہِ دوجہاں، ہادیٔ عالَم، سید الاولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ علیہ

صلوات کثیرۃ وبرکات غزیرۃ کے حجرہ شریفہ کی مشرقی دیوار کے بالکل ساتھ — گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفداہ روحی وابی وامی وولدی و کل ما أملکہ من النفس والمال والعز وغیرھا کے مبارک قدموں کی جانب — مسجد نبوی علی صاحبہ الف الف تحیۃ وسلام میں بفضلہٖ تعالیٰ تحریر کر دی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے امیدِ واثق بلا نوعٍ من التردد والریبۃ کا حامل ہوں کہ وہ رب ذو الجلال اپنے فضل اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حجرہ شریفہ کے قرب اور ان کی مسجد (مسجد نبوی علی صاحبہ الف الف تحیۃ وسلام) کی برکت سے اس کتاب کی تکمیل کروائے گا[۱]۔ اور اسے دنیا میں مقبولیت اور آخرت میں میری مغفرت اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ بنائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حررہ

العبد الضعیف

محمد عبد القادر جیلانی عفا اللہ عنہ

المسجد النبوی الشریف علی صاحبہ الف الف تحیۃ وسلام

۱-۱۲-۱۴۳۵ھ / ۲۵-۹-۲۰۱۴ء

(قبل المغرب ۔۔۔ اور اب اِن آخری حروف کے

وقت دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی معطر و روح پرور

فضاؤں میں مغرب کی مبارک اذان گونج رہی ہے)

---

[۱] آج جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور مسجد نبوی کی برکت سے اس کتاب کی تکمیل کرا دی ہے، دل بہت مسرور ہے، اور اللہ تعالیٰ سے پُر امید ہے کہ آگے مذکور ہونے والے باقی امور سے بھی اسی طرح سرفراز فرمائے گا۔

کچھ کتابِ ہذا کے بارے میں

خُطّۃ البحث (کتاب کا اجمالی تعارف):

بندہ نے کتابِ ہذا کو درج ذیل ترتیب کے موافق مقدمہ اور دس ابواب پر تقسیم کیا ہے:

مقدمہ: مبادیاتِ صلہ رحمی

پہلا باب:

فصل اول: والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی اہمیت وفضائل

فصل ثانی: والدین کی نافرمانی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کی مذمت

دوسرا باب:

فصل اول: وفاتِ والدین کے بعد اُن کی خدمت اور ان سے حسن سلوک

فصل ثانی: والدین کے قائم مقام رشتہ دار اور ان کے ساتھ حسن سلوک

فصلِ ثالث: والدین کے تعلق داروں کے ساتھ حسن سلوک

تیسرا باب: والدین کی خدمت اور انکے ساتھ حسن سلوک سے متعلقہ حکایات

چوتھا باب: اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک کا بیان

خاص کر لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کا بیان

داد و دِہش میں مساوات و برابری بھی اولاد کا حق ہے:

ا— عطیہ اور ہبہ میں مساوات

ب— پیار اور حسنِ رویہ میں مساوات

اولاد کو اچھی تربیت دینا اور ان کی شادی کرانا

بیٹی کے ساتھ محبت وعزت سے پیش آنا

تفصیلی فہرستِ مضامین

چند ضروری وضاحتیں

ذیل میں کتابِ ہذا کی تالیف سے وابستہ کچھ ضروری امور کی توضیحات زیبِ قرطاس کی جارہی ہیں تاکہ قاری بوقتِ مطالعہ خاطر خواہ استفادہ کرسکے کیونکہ عربی کے معروف مقولہ "صاحب البیت أدری بما فیہ" کے مطابق ہر صاحبِ تالیف ہی اپنی کتاب کے اندرونی امور سے زیادہ باخبر ہوتا ہے۔

(۱) قرآنی آیات کا ترجمہ تقریباً تمام مقامات پر حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہ کے "آسان ترجمۂ قرآن" سے دیکھ کر لکھا ہے۔ اور جہاں کہیں کسی اور ترجمے سے دیکھ کر لکھا ہے تو عموماً اس کا حوالہ بھی وہاں دے دیا ہے۔

(۲) (اَ) احقر نے اپنی بساط وتحقیق کے موافق اس میں کوئی موضوع، شدید ضعیف، شاذ، معلل اور "لا اصل لہ" کی مصداق کوئی حدیث ذکر نہیں کی۔ الغرض ہر ایسی حدیث کو احاطہ تحریر میں لانے سے گریز کیا ہے جس کو بیان نہ کیا جاسکتا ہو، چنانچہ اسی اصل کے پیشِ نظر برعایتِ شرائط، ضعیف حدیث کا تحمل کیا ہے کیونکہ اسے شرائطِ معدودہ کے ساتھ بیان کیا جاسکتا ہے۔ وہ شرائط یہ ہیں:

ا۔ شدید ضعیف نہ ہو

ب۔ اس کا مضمون شریعت کی کسی اصلِ معمول بہ کے تحت مندرج ہو

ج۔ بوقتِ عمل رسول اللہ ﷺ سے اس کے یقینی ثبوت کے بجائے احتیاط کا اعتقاد ہوتا کہ آنحضرت ﷺ کی جانب کوئی ایسی بات منسوب نہ ہوجائے جو آپ ﷺ نے بیان نہ فرمائی ہو۔

د۔ کا احکام وعقائد کے بجائے معرض فضائل ومواعظ میں بیان کی جائے[۱]

نیز اہل علم پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ حدیث ضعیف کا ضعف بھی عمل ـ"اعتبار"ـ سے مرتفع ہوجاتا ہے جس سے وہ حدیث درجہ ـ"حسن"ـ تک مرتقی ہوجاتی ہے مگر اس کے باوجود احقر بالاہتمام اس عمل ـ"اعتبار"ـ کی طرف ملتفت نہیں ہوا؛ اس لیے کہ کتاب ہذا میں جہاں کسی حدیث کے متعلق اس کی اسناد کو ضعیف لکھا ہے تو وہاں اول تو یہ ضعف مضر ہی نہیں کیونکہ اس کتاب کا معرض ہی ـ"معرضِ فضائل"ـ و"الضعیف قد تلقاہ المحدثون بالقبول فی الفضائل والمواعظ کما مر آنفا" ظاہر ہے یہاں ایک اور امر مستحسن بھی قابل لحاظ ہے: وہ یہ ہے کہ کسی حدیث کے اسناداً ضعیف ہونے سے اس حدیث کے مضمون ومتن کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ حدیث من حیث إسنادہ ضعیف ہو مگر من حیث متنہ صحیح ہو إذ قد عُرف الفرق عند الجهابذة المحدثين الباحثين بين قولهم "حديث ضعيف" و "إسناد ضعيف" وهذا أمر بَسطوه في كتب الأصول ولا يخفى هذا على من وُصف بخبرة ولو شيئا منها في هذا الفن۔

(ب) بعض مقامات پر ایسا بھی ہوا کہ دورانِ جمعِ مواد، تلاش کے بعد کوئی ایسی حدیث بھی مل گئی جو میرے موضوع کے عین مطابق تھی جس سے دل کو خوشی بھی ہوئی اور بعض کتب متداولہ میں وہ حدیث مندرج بھی تھی مگر مرحلہ تحقیق کے دوران وہ فنی لحاظ سے حیّز قبول میں نہ آنے کیوجہ سے ختم کردی گئی ہے اور اسے جزوِ کتاب نہیں بنایا تاکہ مواخذۂ اخروی سے حفاظت ہوسکے نیز اس کتاب کا مواد بھی غیر مستند، عدیم الاعتماد اور

---

[۱] انظر له: فتح المغيث: ۱/۲۸۹، وتدريب الراوی: ۱/۲۹۹،۲۹۸، وفتح الملهم: ۱/۵۸ وغيرها

ساقط الاعتبار نہ ہو۔

جیسے حدیثِ ذیل، بابِ اول کی فصل اول کے الیق وانسب تھی مگر دراسۂ اسانید کے باب میں غیر معتبر تھی:

عن جابر رضی اللہ عنہ، عن رسول اللہ ﷺ قال: إن اللہ تعالی یزید فی عمر الرجل ببرہ والدہ اس حدیث کو ابن حجر نے ــ"المطالب العالیۃ ــ"، ذہبی نے ــ"میزان الاعتدال ــ"، ابن عدی نے ــ"الکامل فی الضعفاء ــ"، اور وہاں سے ابن القیسر انی نے ــ"ذخیرۃ الحفاظ ــ" میں ذکر کیا ہے۔ ان تمام اسانید کا مدار ــ"کلبی ــ" پر ہے یعنی ــ"محمد بن السائب الکلبی ــ"۔ اور اس راوی کا ــ"متروک ــ" ہونا معروف ومشہور ہے اس لیے محدثین نے بالتصریح اس حدیث کو حیِّز قبول سے ساقط گردانا ہے کما تری فی نفس ہذہ الکتب المذکورۃ۔

واضح رہے کہ یہ ایک مثال صرف علی سبیل التمثیل ہے، اسی طرح کئی اور احادیث کو بھی یہاں جزوِ کتاب نہیں بنایا گیا۔

(۳) متعدد مقامات پر احادیث کا ترجمہ احقر نے اپنے اکابر کی کتب مثلاً معارف الحدیث (مولانا منظور احمد نعمانیؒ)، منتخب احادیث (مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ) اور فضائل صدقات (مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ) سے نقل کیا ہے اور احادیث کی شرح بھی عموماً مذکورہ معارف الحدیث سے نقل کی ہے کیونکہ البرکۃ مع الأکابر نیز اکابر کی تشریحات کے ہوتے ہوئے ہم جیسے اصاغر کو اپنی تشریحات لکھنا زیب بھی نہیں دیتا، چنانچہ وہاں نقل ترجمہ وشرح کے وقت ان مذکورہ کتب کا حوالہ بھی بسا اوقات نہیں دیا کیونکہ بار بار ایک ہی کتاب کا نام درج کرنے سے یہاں ابتداء میں ایک ہی دفعہ اس کی وضاحت کردینے کو میں نے سہل وکافی سمجھا۔ تاہم یہ واضح رہے کہ کہیں کہیں ترجمہ وشرح

میں تسہیلاً قدرے تغییر سے بھی کام لیا گیا ہے۔

اور بندہ نے جن روایات کا از خود ترجمہ کیا ہے تو عموماً وہاں ترجمہ، نفسِ الفاظ اور ان کی عین صرفی ونحوی ترکیب کو سامنے رکھ کر نہیں کیا کیونکہ ذوالحال وحال، ممیز وتمییز، فعل ومفعولِ مطلق وغیرہ اصطلاحات کے ترکیبی اعتبار سے درسی طرز پر ترجمے، کم اردو دان لوگوں کیلئے بسا اوقات سمجھنے مشکل ہو جاتے ہیں۔ اس لیے عربی قواعد سے خروج کیے بغیر، جتنا با محاورہ وعام فہم ترجمہ عامۃ الناس کی سطح کے پیشِ نظر کیا جا سکتا ہے، بایں طور وہ کر دیا ہے کہ اس سے خروج عن القواعد بھی لازم نہ آئے اور طلبِ تسہیل بھی فوت نہ ہو۔

(۴) جس حدیث کو بندہ نے — دراسۂ اسانید کے دوران — "حسن" یا "ضعیف" لکھا ہے، ممکن ہے کہ وہ کسی صاحبِ علم کی رائے میں یا کسی محدث کے ہاں "ضعیف" یا "ضعیف جدّاً" ہو تو اس بارے میں چند گزارشات ہیں:

(أ) حدیث پر من حیث دراسۃ الإسناد کوئی حکم لگانا ایک امر اجتہادی ہے جیسا کہ اصولِ حدیث کی کتب میں یہ مبحث مذکور ہے اور اہلِ علم کے ہاں معروف ہے۔

(ب) حقر نے معتمد علیہم اور موثوق بہم محدثین کے کلام کے حوالہ سے اس کا حکم درج کیا ہے جو فی نفسہ معتبر ہے اور اقل القلیل، مجالِ اختلاف کی حیز وقبیل سے ہے جس میں بنظرِ انصاف کسی ایک جانب تشدد روا نہیں ہوتا۔

(ج) بعض اوقات کسی حدیث پر ایک محدث نے من حیث الإسناد حکم ذکر کیا ہوتا ہے جبکہ دوسرے محدث نے اسی حدیث پر من حیث المتن اس کا درجہ متعین کیا ہوتا ہے، سو یہ نزاع لفظی ہے فلا بأس به ولا مناقشة فيه

(۵) زیرِ نظر کتاب میں قائم کردہ عناوین کے تحت اُس عنوان ومضمون سے متعلقہ جتنی

آیات واحادیثِ مبارکہ ذکر کی گئی ہیں وہ بطریقِ استقصاء نہیں ہیں (یعنی ذخیرۂ احادیث میں موجود اس مضمون کی تمام احادیث کو محیط نہیں ہیں بلکہ ان تحریر کردہ احادیث کے علاوہ بھی متعدد احادیث موجود ہیں)۔

ان تمام متعلقہ احادیث کو ذکر کرنے کے بجائے کچھ احادیث کے درج کرنے پر مندرجہ ذیل دو وجوہ سے اکتفاء کیا گیا ہے:

(أ) اول وجہ تو ظاہر ہے کہ مجھ جیسے "تہی دامنِ علم" شخص کیلئے اس کا احاطہ واستقصاء محال ہے۔

(ب) جتنی احادیث احقر تتبع وجستجو سے بفضلہ اکٹھی کرسکتا تھا ان میں بھی بندہ نے طوالت کے بجائے اختصار پر اکتفاء کو کافی سمجھا کہ اس دور میں کسی کے پاس طویل کتاب پڑھنے کی فرصت ہے نہ دینی علوم کی تحصیل کا ذوق۔ اسی طرح مالی اعتبار سے ضخیم کتاب کو خریدنا بھی بعض کیلئے مشکل اور بعض دیگر کی طبع پر گراں ہوتا ہے۔ ہاں! اگر دنیاوی فنون وڈگریوں کی تحصیل کا معاملہ ہو تو ضخیم سے ضخیم تر کتب خریدنا اور ان کو مکمل پڑھ کر اس میں خاطر خواہ کامیابی کے نمبر حاصل کرنا — امیر ہو خواہ غریب — ہر شخص کے زیرِ دسترس اور ہر فرد پر سہل وآسان ہے۔

چنانچہ مندرجہ بالا وجوہ کے پیشِ نظر احقر نے کتاب کو مختصر اور کم حجم کے زاویے میں اتارنے کی سعی کی ہے تاکہ افادہ واستفادہ عام ہو جائے۔

(۶) ابواب وفصول کے تحت عموماً "آیاتِ مبارکہ" اور "احادیثِ مبارکہ" کے الفاظ سے عناوین قائم کیے گئے ہیں۔ احادیث مبارکہ کے عنوان کے تحت شاذ ونادر آثارِ صحابہ کو بھی درج کیا گیا ہے بایں ہمہ عنوان "احادیث مبارکہ" ہی برقرار رکھا گیا ہے، وہذا من

قبیل التغلیب۔

(۷) حوالہ جات درج کرنے میں کتب احادیث کے اسامی ذکر کرنے کے بعد ان کا صفحہ وجلد نمبر کے بجائے میں نے حدیث نمبر لکھا ہے اس لیے کہ اختلافِ نُسخ سے بیشتر اوقات جلد وصفحہ نمبر بھی تبدیل ہو جاتے ہیں جبکہ حدیث نمبر یکساں رہتا ہے یا اس میں نہایت قلیل سا فرق ہوتا ہے جو تلاشِ حوالہ میں خاطر خواہ مخل نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر حوالہ میں [ا] صحیح مسلم: ۲۵۵۱ کا مطلب ہے کہ حدیثِ مذکورہ، صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۲۵۵۱ ہے۔

(۸) جیسا کہ یہ امر کسی مسلمان پر مخفی نہیں کہ دین کی کسی بھی بات کو سمجھنے کے لیے علماء کرام سے راہنمائی لینا ضروری ہے چنانچہ اسی تناظر میں یہ عرض ہے کہ دیگر کتب دینیہ کی طرح کتاب ہذا کے اندر بھی اگر کسی آیت یا حدیث کے سمجھنے میں دشواری پیش آ رہی ہو یا ذہن میں کوئی سوال و اشکال ابھر رہا ہو تو اسکو از خود حل کرنے کے بجائے یا اس اشکال کو ذہن میں جائے قرار دینے کے بجائے علماء کرام سے رجوع کیا جائے تا کہ فسق وضلال سے حفاظت ہو سکے۔

(۹) اس تالیف کے وقت میں اپنے والدین کریمین کی نعمتِ حیات سے محروم ہو چکا تھا وہ کئی برس قبل اس دنیائے فانی سے دارِ آخرت کی طرف رحلت فرما چکے تھے، مگر دورانِ تالیف جب میں ''والدین کے ساتھ حسنِ سلوک'' کی آیات واحادیث درج کرتا تو میں بھی دل میں ایک حسرت محسوس کرتا کہ کاش! میرے والدین کریمین باحیات ہوتے اور میں ان احادیث پر اب بھی عمل کرتا اور والدین کی خدمت وحسن سلوک کی سعادتیں سمیٹتا مگر قَدَّرَ اللّٰهُ مَا شَآءَ ہم اللہ کے فیصلوں پر تہہ دل سے راضی ہیں۔ اللہ

تعالیٰ ان کو جوارِ رحمت میں عالی مقام سے سرفراز فرمائے۔ آمین!

(۱۰) اس کتاب کی تیاری میں جس کسی نے میرا تعاون کیا، دعا کی صورت میں تھا خواہ ہمت وحوصلہ افزائی کے ذریعہ، اللہ تعالیٰ ان کو اپنے لامحدود خزائن سے غیر متناہی جزائے خیر عطا فرمائے۔

(۱۱) آخر میں گزارش ہے کہ کمال کے لائق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور خطا سے عصمت، خاصہ نبوت ہے (کما قیل: الکمال للہ تعالی والعصمۃ للأنبیا) اور انسان {خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا} کے تحت مستلزمِ خطا ہے چناں چہ اگر کوئی صاحبِ علم اس کتابچہ میں کسی غلطی پر مطلع ہوں جس کا وقوع اس عبدِ ضعیف سے عین ممکن ہے تو اس نا اہل کو بذریعہ ایس ایم ایس (0300-7487621) یا بواسطہ ای میل (abuzakwan786@gmail.com) بحوالہ ضرور اطلاع فرمائیں تا کہ بعد از تحقیق آئندہ طِباعت میں اسے درست کیا جا سکے کیونکہ حق بات سامنے آجانے کے بعد اس سے صرفِ نظر کرنا علامتِ کبر ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اور سب مسلمانوں کی اس سے حفاظت فرمائے۔ اس سلسلہ میں احقر آپ کا ممنون وشاکر ہوگا۔

کتبہ

العبد الضعیف محمد عبد القادر جیلانی عفی عنہ

۱۵-۱۲-۱۴۳۶ / ۳۰-۰۹-۲۰۱۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

حصہ اول

مقدمہ

مبادیاتِ صلہ رحمی

”صلہ رحمی“ کی وضاحت:

صلہ رحمی ایک مرکب لفظ ہے جو دو لفظوں سے مرکب ہے: صلہ اور رحم۔

صلہ کا معنی ہے ”جوڑنا“۔ اور رحم کا مطلب ہے ”رشتہ داری“۔ لہٰذا اب ”صلہ رحمی“ کا مطلب ہوا: رشتہ داری کو جوڑنا۔ اسی ضمن میں ”قطع رحمی“ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جس کا مفہوم اس کے الفاظ سے ہی واضح ہے یعنی رشتہ داری کو توڑنا۔

”صلہ رحمی“ کا شرعاً مطلب:

صلہ رحمی کا مطلب ہے: رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا یعنی اپنی ہمت کے بقدر ان کا مالی تعاون کرنا، ان کی خدمت کرنا، ان کی ملاقات کے لیے جاتے رہنا، اپنے کچھ اوقات ان کے کاموں میں لگانا وغیرہ (الحاصل ان کے ساتھ بہتر تعلقات قائم و وابستہ رکھنا اور ان کی ہمدردی و خیر خواہی کے جذبات سے سرشار رہنا) [1]

صلہ رحمی میں ”رحم“ کی حدود:

”رحم“ یعنی ”رشتہ داری“ کے تحت وہ کونسے رشتہ دار داخل ہوتے ہیں جن کے ساتھ صلہ

---

[1] المنہاج شرح صحیح مسلم للنووی: ۲/۲۰۱، نضرۃ النعیم: ۷/۲۶۱۵، معارف الحدیث: ۶/۲۹۲۔

رحمی کا حکم ہوتا ہے۔

علماء محققین کی تحقیق کے مطابق اس میں ــــ "اصول ــــ" (جیسے والدہ اور والدہ کے آگے والدین، اسی طرح والد اور والد کے آگے والدین) اور ــــ "فروع ــــ" (جیسے بیٹی اور بیٹی کی آگے اولاد، نیز بیٹے اور بیٹے کی آگے اولاد) کے ساتھ ساتھ قریب و بعید کے باقی تمام رشتہ دار بھی داخل ہیں اگرچہ وہ نامحرم ہی کیوں نہ ہوں۔ البتہ جو زیادہ اقرب ہے اُس کا حق مقدم ہے۔ اہلِ علم حضرات کے لیے علمی و اصطلاحی زبان میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس ــــ "رحم ــــ" میں ــــ "ذوی الفروض ــــ" اور ــــ "عصبات ــــ" کے علاوہ ــــ "ذوی الارحام ــــ"[۱] بھی شامل

ــــ" کا

[۱] تکملة فتح الملهم: ۳۴۶/۸، احسن الفتاوی: ۴۲/۸، المنهاج شرح صحيح مسلم للنووی: ۱۱۳/۱۶، نضرة النعيم: ۲۶۱۴/۷

پہلا باب

فصل اول: والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی اہمیت وفضائل

آیاتِ مبارکہ

وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا[۱]

اور اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نیز رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب والے پڑوسی، دور والے پڑوسی، ساتھ بیٹھے (یا ساتھ کھڑے) ہوئے شخص اور راہ گیر کے ساتھ اور اپنے غلام باندیوں کے ساتھ بھی (اچھا برتاؤ رکھو)۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ[۲]۔

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے پکا عہد لیا تھا کہ: "تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے، اور والدین سے اچھا سلوک کرو گے، اور رشتہ داروں سے

---

[۱]سورۃ النساء36۔ [۲]سورۃ البقرۃ83

بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکینوں سے بھی۔ اور لوگوں سے بھلی بات کہنا اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا۔“ (مگر) پھر تم میں سے تھوڑے سے لوگوں کے سوا باقی سب (اس عہد سے) منہ موڑ کر پھر گئے۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ [۱]

(ان سے) کہو کہ: آؤ، میں تمھیں پڑھ کر سناؤں کہ تمہارے پروردگار نے (درحقیقت) تم پر کونسی باتیں حرام کی ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اور غربت کی وجہ سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں بھی رزق دیں گے اور ان کو بھی۔ اور بے حیائی کے کاموں کے پاس بھی نہ پھٹکو، چاہے وہ بے حیائی کھلی ہوئی ہو یا چھپی ہوئی، اور جس جان کو اللہ نے حرمت عطا کی ہے اسے کسی برحق وجہ کے بغیر قتل نہ کرو۔ لوگو! یہ ہیں وہ باتیں جن کی اللہ نے تاکید کی ہے تا کہ تمہیں کچھ سمجھ آئے۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا [۲]

---

[۱] سورة الأنعام 151۔ [۲] سورة الإسراء 24۔

اوران (والدین) کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنے آپ کو انکساری کے ساتھ جھکاؤ، اور یہ دعا کرو کہ: ؎ "یا ربّ! جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے، آپ بھی ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیجیے۔ ؎"

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ [۱]۔

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے بڑی مشقت سے اُسے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا، اور بڑی مشقت سے اُس کو جَنا، اور اس کو اٹھائے رکھنے اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہوتی ہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری توانائی کو پہنچ گیا اور چالیس سال کی عمر تک پہنچا تو وہ کہتا ہے کہ: ؎ "یا ربّ! مجھے توفیق دیجئے کہ میں آپ کی اس نعمت کا شکر ادا کروں جو آپ نے مجھے اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی اور ایسے نیک عمل کروں جن سے آپ راضی ہو جائیں اور میرے لیے میری اولاد کو بھی صلاحیت دے دیجئے۔ میں آپ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور میں فرماں برداروں میں شامل ہوں۔ ؎"

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ

---

[۱] سورۃ الاحقاف: 15

وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللهَ بِهِ عَلِيمٌ [۱]

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ (اللہ کی خوشنودی کیلئے) کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجیے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو وہ والدین، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہونا چاہیے۔ اور تم بھلائی کا جو کام بھی کرو، اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۔ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ [۲]۔

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے بارے میں یہ تاکید کی ہے (کیونکہ) اسکی ماں نے اسے کمزوری پر کمزوری برداشت کر کے پیٹ میں رکھا، اور دو سال میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے کہ تم میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا۔ میرے پاس ہی (تمہیں) لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ تم پر یہ زور ڈالیں کہ میرے ساتھ کسی کو (خدائی) میں شریک قرار دو جس کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں تو اُن کی بات مت مانو، اور دنیا میں اُن کے ساتھ بھلائی سے رہو، اور ایسے شخص کا راستہ اپناؤ جس نے مجھ سے لو لگا رکھی ہو۔ پھر تم سب کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے، اُس وقت میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔

---

[۱] سورۃ البقرۃ: 215۔ [۲] سورۃ لقمان: 14

فائدہ: یہی مضمون سورہ عنکبوت (آیت 8) میں بھی مذکور ہے۔

احادیثِ نبویہ

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا، قَالَ: قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَيْنِ، قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز کو اس کے (مقررہ) وقت پر ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا عمل افضل ہے؟ ارشاد فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ ارشاد فرمایا: اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ: أُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ أَبُوكَ[۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ مجھ پر لوگوں میں سے خدمت اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں کا، انہوں نے دریافت کیا کہ پھر کس کا حق ہے؟

---

[۱] صحیح مسلم: 85۔ [۲] صحیح مسلم 2548۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں کا، انہوں نے دریافت کیا کہ پھر کس کا حق ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں کا، انہوں نے دریافت کیا کہ پھر کس کا حق ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے باپ کا۔

فائدہ: اس حدیث پاک کا صریح مدعا یہ ہے کہ کہ خدمت اور حسن سلوک کے بارے میں ماں کا حق باپ سے زیادہ اور مقدم ہے۔ قرآن مجید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ کئی جگہ اس میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کے ساتھ خاص طور سے ماں کی ان تکلیفوں اور مصیبتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو حمل، ولادت، دودھ پلانے اور پالنے میں خصوصیت کے ساتھ ماں کو اٹھانی پڑتی ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کی ابتداء کرو۔ اس کے بعد باپ کے ساتھ پھر بہن کے ساتھ پھر بھائی کے ساتھ، پھر اس سے قریبی رشتہ دار کے ساتھ اور پھر اس سے قریبی رشتہ دار کے ساتھ۔ نیز اپنے پڑوسیوں اور حاجتمندوں کو نہ بھولنا (کنز)۔ ایک حدیث میں ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں، جس میں یہ پائی جائیں، حق تعالیٰ شانہ مرنے کے وقت کو اس پر آسان کر دیتے ہیں اور جنت میں اس کو داخل کر دیتے ہیں: ضعیف پر مہربانی، والدین پر شفقت اور ماتحتوں پر احسان (مشکوۃ)۔[۱]

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلَى وَلَدِهِمَا؟ قَالَ: "هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ"[۲]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ!

---

[۱] مستفاد من معارف الحدیث ٦ / ٢٨٢ وفضائل صدقات: ص، ٢٦٠۔ [۲] سنن ابن ماجه 3662۔

ماں باپ کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تمہاری جنت اور دوزخ ہیں۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اگر تم ماں باپ کی فرمانبرداری وخدمت کرو گے اور ان کو راضی رکھو گے تو جنت پالو گے اور اس کے برعکس اگر ان کی نافرمانی اور ایذاء رسانی کر کے انہیں ناراض کرو گے اور ان کا دل دکھاؤ گے تو پھر تمہارا ٹھکانہ دوزخ میں ہوگا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: رِضَى الرَّبِّ فِي رِضَى الْوَالِدِ، وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رب کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔

فائدہ: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے مالک و مولا کو راضی رکھنا چاہے وہ اپنے والد کو راضی اور خوش رکھے۔ اللہ کی رضا حاصل ہونے کیلئے والد کی رضا جوئی شرط ہے اور والد کی ناراضی کا لازمی نتیجہ اللہ کی ناراضی ہے۔ لہٰذا جو کوئی والد کو ناراض کرے گا وہ رضائے الٰہی کی دولت سے محروم رہے گا۔

اس حدیث میں ”والد“ کا لفظ آیا ہے جو عربی زبان میں باپ ہی کیلئے استعمال ہوتا ہے (ماں کیلئے والدہ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اس بناء پر اس حدیث میں ماں کا ذکر صراحۃً نہیں آیا ہے۔ لیکن چونکہ دوسری احادیث میں ماں کا درجہ باپ سے بھی بلند اور بالاتر بتایا گیا ہے، اس لیے ماں کی خوشی اور ناخوشی کی بھی وہی اہمیت ہوگی اور اس کا بھی وہی

[1] سنن الترمذی: 1899

درجہ ہوگا جو اس حدیث میں باپ کی رضامندی اور ناراضی کا بتایا گیا ہے۔

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ: قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الجَنَّةِ، فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذَلِكَ البَابَ أَوْ احْفَظْهُ۔[۱]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باپ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے۔ چنانچہ تمہیں اختیار ہے خواہ (اس کی نافرمانی کر کے اور بلاعذرِ شرعی اس کا دل دُکھا کے) اس دروازہ کو ضائع کر دو یا (اس کی شرعی فرمانبرداری اور اس کو راضی رکھ کر) اس دروازہ کی حفاظت کرلو۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أُجَاهِدُ؟ قَالَ: أَلَكَ أَبَوَانِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ[۲]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر ان کی خدمت اور راحت رسانی میں جدوجہد کرو۔ یہی تمہارا جہاد ہے۔

فائدہ: غالباً رسول اللہ ﷺ پر یہ بات منکشف ہوگئی تھی یا کسی وجہ سے اس کے بارے میں شبہ ہوگیا تھا کہ اس آدمی کے ماں باپ اس کی خدمت کے محتاج ہیں اور یہ ان

---

[۱] سنن ترمذی 1900۔ [۲] سنن ابی داود: 1899۔

کو چھوڑ کے ان کی اجازت کے بغیر جہاد کیلئے آ گیا ہے، اس لیے آپ ﷺ نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ گھر واپس جا کر ماں باپ کی خدمت کرے، کیونکہ ایسی حالت میں اس کیلئے ماں باپ کی خدمت مقدم ہے۔

تنبیہ: اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہوگا کہ جس کسی کے ماں باپ ہوں وہ شخص جہاد اور دین کی کسی خدمت کیلئے کبھی گھر سے باہر نہ نکلے، اور صرف وہی لوگ جہاد میں اور دین کی خدمت میں لگیں جن کے ماں باپ نہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد کرتے تھے یا دین کی اشاعت و تبلیغ کیلئے اللہ کے راستے میں نکلتے تھے ان میں بڑی تعداد انہی کی ہوتی تھی جن کے ماں باپ زندہ ہوتے تھے۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ جَاهِمَةَ السَّلَمِيِّ، أَنَّ جَاهِمَةَ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَدْتُ أَنْ أَغْزُوَ وَقَدْ جِئْتُ أَسْتَشِيرُكَ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ أُمٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَالْزَمْهَا، فَإِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلَيْهَا۔

معاویہ بن جاہمہ سے روایت ہے کہ میرے والد جاہمہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میرا ارادہ جہاد میں جانے کا ہے اور میں آپ سے اس

[ا] سنن النّسائی 3104 مسند أحمد 15538، الانتباہ: أما الحدیث " الجنة تحت أقدام الأمهات" فلم یتلقّه المحدثون بالقبول والاعتماد علیه؛ حیث قال الإمام السخاوی فی " المقاصد الحسنة 1/287 قال ابن طاهر: ومنصور وأبو النضر لا یعرفان، والحدیث منکر، وذکره أیضا من حدیث ابن عباس وضعفه. هذا وقد عزاه الدیلمی لمسلم عن أنس، فینظر۔ انتهی۔ وقال محققه: لم یخرجه مسلم أصلا، وإن عزاه له الزرکشی والسیوطی تقلیدا للدیلمی. وکذا قال صاحب "أسنی المطالب" 1/121 "فهو منکر، ومن عزاه لمسلم فقد ذهل". وکذا انظر له: تذکرة الموضوعات للفتنی ص 202 والفوائد الموضوعة للکرمی ص 120])۔

بارے میں مشورہ لینے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا تمہاری ماں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو پھر انہی کے پاس اور انہی کی خدمت میں رہو، ان کے قدموں کے نیچے تمہاری جنت ہے۔

فائدہ: ماں کی خدمت سے اللہ تعالی اخروی جنت کے ساتھ ساتھ دنیا کی زندگی کو بھی جنت کا نمونہ بنا دیتے ہیں۔ کہ اس خدمت سے دنیا میں عزت و راحت، کامیابی و کامرانی اور رزق کی وسعت وغیرہ انسان کو میسر آتی ہے۔

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَشْتَهِي الْجِهَادَ وَلَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ، قَالَ: هَلْ بَقِيَ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: أُمِّي، قَالَ: فَأَبْلِ اللهَ فِي بِرِّهَا، فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ فَأَنْتَ حَاجٌّ وَمُعْتَمِرٌ وَمُجَاهِدٌ، فَإِذَا رَضِيَتْ عَنْكَ أُمُّكَ فَاتَّقِ اللهَ وَبِرَّهَا[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے جہاد کا شوق ہے لیکن مجھ میں اس کی ہمت و طاقت نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: "کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے"؟ اس نے عرض کی: میری والدہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کی خدمت اور اس کے ساتھ حسن سلوک میں اللہ کو اپنی پوری کوشش دکھلاؤ۔ چناں چہ جب تم یہ کر لو تو پھر تم (اللہ کی نگاہ میں، مقام و مرتبہ اور اجر و ثواب کے اندر) حج کرنے والے، عمرہ کرنے

---

[1] مسند أبي يعلى الموصلي: 2760، وقال المُنذِری فی " الترغیب" (2/202): رواه أبو يعلى، والطبرانی فی الصغير والأوسط، وإسنادهما جيد؛ ميمون بن نجيح وثقه ابن حبان، وبقية رواته ثقات مشهورون

والے اور جہاد کرنے والے (کی طرح) ہو۔ اور جب تمہاری ماں تم سے راضی ہو جائے تو پھر بھی اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس کی خدمت کرتے رہنا۔

فائدہ: حج کا عمل جس سے ساری عمر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں؛ اس کیلئے آدمی کس قدر مال خرچ کرتا ہے، پردیس برداشت کرتا ہے اور کئی مشقتیں جھیلتا ہے۔ یہ سب کچھ اس کو گھر بیٹھے صرف ماں کی خدمت سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عمرہ اور جہاد کا حال ہے کہ یہ کس قدر بڑے اعمال ہیں حتی کہ جہاد میں تو اپنی جان بھی قربان کر دیتا ہے، روح نکلتے ہی اسے جنت کی خوشخبری سنا دی جاتی ہے اور موت کی ذرہ بھر تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ کتنی عجب بات ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالی محض ماں باپ کی خدمت پر ہی عطا فرما دیتے ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " نِمْتُ فَرَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ، فَسَمِعْتُ صَوْتَ قَارِءٍ يَقْرَأُ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالُوا: حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ"، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " كَذَاكَ الْبِرُّ، كَذَاكَ الْبِرُّ، كَذَاكَ الْبِرُّ، وَكَانَ أَبَرَّ النَّاسِ بِأُمِّهِ"[۱]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں ہوں، وہیں میں نے ایک شخص کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی، تو میں نے دریافت کیا کہ: "اللہ کا یہ کون بندہ ہے جو یہاں جنت میں قرآن پڑھ رہا ہے؟" تو مجھے بتایا گیا: "یہ حارثہ بن نعمان ہیں۔ ماں باپ کی

---

[۱] شعب الإيمان 7467، شرح السنة للبغوي 3418، 3419۔

خدمت وفرمانبرداری ایسی ہی چیز ہے، ماں باپ کی خدمت وفرمانبرداری ایسی ہی چیز ہے، ماں باپ کی خدمت وفرمانبرداری ایسی ہی چیز ہے"۔(رسول ﷺ نے اپنا یہ خواب ذکر کرنے کے بعد فرمایا:) حارثہ بن نعمان اپنی ماں کے بہت ہی خدمت گزار اور فرمانبردار تھے (یعنی اس عمل نے ان کو اس مقام تک پہنچایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جنت میں ان کی قراءت سنی)۔

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ إِذْ عَاهَدَهُمْ فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ رَاغِبَةٌ، أَفَأَصِلُ أُمِّي؟ قَالَ: نَعَمْ، صِلِي أُمَّكِ[۱]

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور قریشِ مکہ کے (حدیبیہ والے) معاہدے کے زمانہ میں میری ماں جو اپنے مشرکانہ مذہب پر قائم تھی (سفر کر کے مدینہ طیبہ میں) میرے پاس آئی، تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ کچھ خواہش مند ہے، تو کیا میں اس کی خدمت کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس کی خدمت کرو (اور اس کے ساتھ وہ سلوک کرو جو بیٹی کو ماں کے ساتھ کرنا چاہیے)۔

فائدہ: حضرت اسماء، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور دوسری ماں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن تھیں، ان کی ماں کا نام روایات میں "قتیلہ بنت

---

[۱]صحیح مسلم 1003۔

عبدالعزی ــــ" ذکر کیا گیا ہے (جن کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے زمانۂ جاہلیت میں طلاق دے کر الگ کر دیا تھا ، بہر حال زمانۂ اسلام میں یہ ان کی بیوی نہیں رہیں اور اپنے مشرکانہ طریقے پر ہی قائم رہیں۔ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں جب مشرکینِ مکہ کو مدینہ طیبہ آنے کی، اور مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ جانے کی آزادی حاصل ہوگئی تو حضرت اسماء کی یہ ماں اپنی بیٹی کے پاس مدینے آئیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ :ــــ" مجھے انکے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ کیا ان کے کافر و مشرک ہونے کی وجہ سے میں ان سے ترکِ تعلق کروں یا ماں کے رشتے کا لحاظ کر کے ان کی خدمت اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں؟ ــــ" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو جو ماں کا حق ہے۔

حدیث میں ــ رَاغِبَةٌ " کا لفظ ہے جس کا ترجمہ اس عاجز (یعنی مولانا منظور احمد نعمانی صاحبؒ) نے ــــ" خواہش مند ــــ" کیا ہے، اس بناء پر مطلب یہ ہوگا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں جو مشرک ہیں کچھ خواہش مند ہو کر یہاں آئی ہیں یعنی وہ اس کی طالب و متوقع ہیں کہ میں ان کی مالی خدمت کروں۔ بعض شارحین نے اس کا ترجمہ ــــ" منحرف ــــ" اور ــــ" بیزار ــــ" بھی کیا ہے، اور لغت کے اعتبار سے اس کی گنجائش بھی ہے۔ اس بناء پر مطلب یہ ہوگا کہ میری ماں ملنے تو آئی ہیں لیکن ہمارے دین سے منحرف اور بیزار ہیں، ایسی صورت میں ان کے ساتھ میرا رویہ کیا ہونا چاہیے؟ کیا ماں ہونے کی وجہ سے ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کروں، یا بے تعلقی اور بے رخی کا رویہ اختیار کروں؟ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہدایت فرمائی کہ ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرو، جو ماں کا حق ہے۔

آغازِ کتاب میں قرآن مجید کی وہ آیت ذکر کی جا چکی ہے جس میں مسلمانوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ اگر کسی کے ماں باپ کافر و مشرک ہوں اور وہ اولاد کو بھی کفر و شرک کیلئے مجبور کریں اور دباؤ ڈالیں تو اولاد انکی یہ بات تو نہ مانے لیکن ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک برابر کرتی رہے۔

اس آیتِ مبارکہ سے ہمیں یہ درس بھی ملتا ہے کہ اگر والدین سے مسلمان ہونے کے باوجود، صرف مسلک اور فروعی عقیدے میں اختلاف ہو تو بدرجۂ اولیٰ ان کے ساتھ محبت و حسنِ معاملہ کے ساتھ پیش آنا چاہیے اور اس اختلاف کی بنیاد پر اپنے والدین یا دیگر رشتہ داروں سے ناراضگی یا خفگی ہرگز نہیں رکھنی چاہیے اور نہ ہی ان کے ساتھ محبت و اظہارِ تعلق میں ذرہ بھر کمی کرنی چاہیے، ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو منافقوں بلکہ کھلے منافقِ اعظم سے بھی حسنِ معاملہ میں کسر نہیں چھوڑی تھی جبکہ یہ تو ہمارے اپنے ہی واقعی مسلمان بھائی ہیں، چند اختلافات کی وجہ سے ان کو محلِ نفرت قرار دینا یا ترکِ تعلق کیے رکھنا شریعتِ محمدی کے لحاظ سے کسی طرح بھی درست نہیں۔ ہاں! حدودِ شرعیہ کے اندر رہتے ہوئے، ان کو راہِ حق کی طرف دعوت دیتے رہنا مطلوب و مستحسن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت اور فہمِ دین نصیب فرمائے۔

عَنْ طَيْسَلَةَ بْنِ مَيَّاسٍ أَنَّه قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ: أَتَفْرَقُ النَّارَ، وَتُحِبُّ أَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ؟ قُلْتُ: إِي وَاللّٰهِ، قَالَ: أَحَيٌّ وَالِدُكَ؟ قُلْتُ: عِنْدِي أُمِّي، قَالَ: فَوَاللّٰهِ لَوْ أَلَنْتَ لَهَا الْكَلَامَ، وَأَطْعَمْتَهَا الطَّعَامَ، لَتَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مَا اجْتَنَبْتَ الْكَبَائِرَ

---

[۱] الأدب المفرد ۸

حضرت طیسلہ بن میّاس کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم جہنم سے ڈرتے ہو اور جنت میں داخل ہونا پسند کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، اللہ کی قسم! یہ چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ میں نے عرض کیا: صرف والدہ باحیات ہیں۔ فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم ان سے کلام میں نرمی اختیار کرو اور ان کو کھانا کھلاؤ تو تم ضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے، بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنِّي خَطَبْتُ امْرَأَةً، فَأَبَتْ أَنْ تَنْكِحَنِي، وَخَطَبَهَا غَيْرِي، فَأَحَبَّتْ أَنْ تَنْكِحَهُ، فَغِرْتُ عَلَيْهَا فَقَتَلْتُهَا، فَهَلْ لِي مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ: أُمُّكَ حَيَّةٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: تُبْ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَتَقَرَّبْ إِلَيْهِ مَا اسْتَطَعْتَ. فَذَهَبْتُ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ: لِمَ سَأَلْتَهُ عَنْ حَيَاةِ أُمِّهِ؟ فَقَالَ: إِنِّي لَا أَعْلَمُ عَمَلًا أَقْرَبَ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ بِرِّ الْوَالِدَةِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا تو اس نے میرے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اس کو میرے علاوہ ایک اور شخص نے پیغامِ نکاح بھیجا تو وہ عورت اس کے ساتھ نکاح کرنے پر تیار ہو گئی۔ مجھے اس پر غیرت آئی لہٰذا میں نے اسے قتل کر دیا۔ کیا میرے لیے کوئی توبہ ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا: کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ انہوں نے فرمایا: اللہ کے سامنے توبہ کر اور جتنا

---

[۱]الأدب المفرد:4،البر والصلة لابن الجوزي51-

ہو سکے اللہ کا قرب حاصل کرنے کی اب کوشش کر۔

راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جا کر ان سے دریافت کیا کہ آپ نے اس آدمی سے اس کی والدہ کی حیات کے بارے میں کیوں سوال کیا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے بڑھ کر کسی عمل کو اللہ تعالی کے قریب نہیں پاتا۔

عَنْ عُمَارَةَ الْمِعْوَلِيِّ، قَالَ: قُلْتُ لِلْحَسَنِ: مَا الْبِرُّ؟ قَالَ: الْحُبُّ وَالْبَذْلُ. قَالَ: قُلْتُ: مَا الْعُقُوقُ؟ قَالَ: أَنْ تَهْجُرَهُمَا وَتُحَرِّمَهُمَا. قَالَ ثُمَّ قَالَ الْحَسَنُ: النَّظَرُ إِلَى وَجْهِ الْأُمِّ عِبَادَةٌ، فَكَيْفَ بِرُّهَا[1]

حضرت عُمارہ مِعوَلیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ان سے محبت کرنا اور ان پر مال خرچ کرنا۔ میں نے پھر عرض کی: ان کی نافرمانی کیا ہے؟ فرمایا: وہ یہ ہے کہ تُو ان کو چھوڑ دے اور انہیں اپنی عطا سے محروم رکھے۔ پھر حضرت حسنؒ نے فرمایا: اے عمارہ! ماں کے چہرہ کی طرف محض دیکھنا عبادت ہے تو اس کے ساتھ حسن سلوک کا کیا مقام ہوگا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ لَهُ وَالِدَانِ مُسْلِمَانِ يُصْبِحُ إِلَيْهِمَا مُحْتَسِبًا، إِلَّا فَتَحَ لَهُ اللهُ بَابَيْنِ -يَعْنِي: مِنَ الْجَنَّةِ- وَإِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدٌ، وَإِنْ

---

[1] البر والصلة للمَرْوَزِی 117، وقال محققه: رجال إسناده حسن۔

أَغْضَبَ أَحَدَهُمَا لَمْ يَرْضَ اللهُ عَنْهُ حَتَّى يَرْضَى عَنْهُ "، قِيلَ: وَإِنْ ظَلَمَاهُ؟ قَالَ:وَإِنْ ظَلَمَاهُ[۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: جس مسلمان کے بھی ماں باپ مسلمان ہوں اور وہ ثواب کی امید کرتے ہوئے ان کے ساتھ صبح کرتا ہو تو اللہ تعالی اس کیلئے دو دروازے کھول دیتا ہے یعنی جنت کے، اور اگر ایک ہو تو ایک دروازہ۔ اگر وہ ان میں سے کسی ایک کو بھی ناراض کر دے تو اللہ تعالی اس وقت تک اس سے راضی نہیں ہوگا جب تک وہ اس سے راضی نہ ہو جائیں۔ کسی نے کہا: اگر چہ وہ ظلم کریں؟ ارشاد فرمایا: (ہاں!) اگر چہ وہ ظلم کریں۔ (یہ حکم اس وقت ہے جب والدین کی رضا میں اللہ کی ناراضی نہ ہو)۔

فائدہ: روایتِ مذکورہ اس بارے میں کتنی واضح ہے کہ والدین میں سے اگر کوئی اپنی اولاد کے ساتھ زیادتی و ظلم بھی کرے تو بھی اولاد کو اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے کہ وہ ان کے ساتھ کسی قسم کی بداخلاقی کرے یا ان کی ناراضی کا کوئی اقدام کرے۔ ہائے افسوس! معاشرے میں کتنے لوگ ایسے ہیں جو اپنے والدین سے اس لیے خفا و نالاں ہیں کہ والد یا والدہ نے ان کے مقابلہ میں اولاد میں سے کسی اور کو کیوں ترجیح دی ہے؟ بلکہ بعضے تو خفگی سے بڑھ کر قطعِ تعلق کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں۔ واحسرتاہ! آخرت پر ایمان رکھنے والے مسلمان کے اس تنزل و پستی کی بھی، بھلا کوئی حد ہے!!!

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، رضىَ اللهُ عنهما قَالَ:

---

[۱] الأدب المفرد7۔

سَمِعْتُ رسولَ اللہ صَلّی اللہُ عَلَیْہِ وسَلَّم یَقُولُ: "انْطَلَقَ ثَلاَثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتَّى آوَاهُمُ الْمبِيتُ إِلَى غَارٍ فَدَخَلُوهُ. فانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجبلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ. فَقَالُوا: إِنَّهُ لاَ يُنْجِيكُمْ مِنَ الصَّخْرَةِ إِلاَّ أَنْ تَدْعُوا اللهَ تعالى بصالح أَعْمَالكُمْ قَالَ رجلٌ مِنهُمْ: اللهُمَّ كَانَ لِي أَبوانِ شَيْخَانِ كَبِيرانِ، و كُنْتُ لاَ أَغبِقُ قبلَهما أَهْلاً وَلا مالاً فنأَى بِي طَلَبُ الشَّجرِ يَوْماً فَلمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتَّى نَامَا فَحلبْتُ لَهُمَا غَبُوقَهمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ، فَكَرِهْت أَنْ أُوقظهمَا وَأَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلاً أَوْ مَالاً. فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلَى يَدِي أَنْتَظِرُ اسْتِيقَاظَهُما حَتَّى بَرَقَ الْفَجْرُ وَالصِّبْيَةُ يَتَضاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمي فَاسْتَيْقظَا فَشَرِبَا غَبُوقَهُمَا. اللهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ. فانْفَرَجَتْ شَيْئاً لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهُ.

قَالَ الآخر: اللّٰهُمَّ إِنَّهُ كَانتْ لِيَ ابْنَةُ عمٍّ كانتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ" وفى رواية: "كُنْتُ أُحِبُّهَا كأشد مَا يُحبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءِ، فَأَرَدْتُهَا عَلَى نَفْسهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّي حَتَّى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِينَ فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُها عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِينَارٍ عَلَى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا ففعَلَت، حَتَّى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا" وفى رواية: "فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا، قَالتْ: اتَّقِ اللهَ وَلاَ تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلاَّ بِحَقِّهِ، فانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتركْتُ الذَّهَبَ الَّذِي أَعْطَيتُهَا. اللهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعْلتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجهِكَ فافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فانفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا.

وقَالَ الثَّالِثُ: اللهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ وَأَعْطَيْتُهم أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَّه وَذَهَبَ فثمَّرت أُجْرَهُ حَتَّى كثرت منه الأموال فجائني بَعدَ حِينٍ فَقالَ يَا عبدَ اللهِ أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِي، فَقُلْتُ: كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أَجْرِكَ: مِنَ الإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيقِ فقالَ: يا عَبْدَ اللهِ لا تَسْتهزِئ بِي، فَقُلْتُ: لاَ أَسْتَهْزِئُ بِكَ، فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فاسْتاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْه شَيْئاً، اللهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتغاءَ وَجْهِكَ فافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فخَرَجُوا يَمْشُونَ[۱]

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا فرماتے تھے: پہلے زمانے کی بات ہے تین آدمی جا رہے تھے یہاں تک کہ رات گزارنے کے لیے انہوں نے ایک غار میں پناہ لی۔ جیسے ہی وہ غار میں داخل ہوئے، پہاڑ سے ایک پتھر لڑھکتا ہوا آیا اور اس نے ان کیلئے غار کا منہ بند کر دیا۔ وہ آپس میں کہنے لگے: اس پتھر سے نجات حاصل ہونے کی یہی صورت ہے کہ اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کر کے اللہ سے دعا کرو۔

ان میں سے ایک آدمی نے (دعا میں) کہا: اے اللہ! میرے ماں باپ بہت زیادہ بوڑھے ہو گئے تھے اور میں ان کو دودھ پلانے سے پہلے اپنے اہل وعیال کو نہیں پلاتا تھا۔ ایک روز مجھے درختوں کی تلاش دور لے گئی جب میں شام کو واپس (دیر سے) لوٹا تو ماں باپ سو چکے تھے میں دودھ دوہ کر ان کی خدمت میں پہنچا تو وہ سو چکے تھے۔ ان کو جگانا مجھے اچھا نہیں لگا اور ان کو دودھ پلانے سے پہلے اہل وعیال کو دودھ پلانا بھی ناگوار گزرا،

[ا] ریاض الصالحین 12- متفق علیہ۔

چناں چہ میں رات بھر دودھ کا پیالہ ہاتھ میں اٹھائے، ان کی جاگ کی انتظار میں، ان کے پاس کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی حالانکہ بچے میرے پاؤں کے پاس چلاتے رہے بہر حال جب وہ نیند سے بیدار ہوئے تو انہوں نے وہ دودھ نوش فرمایا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کیلئے کیا تھا تو ہم سے اس پتھر کی مصیبت دور فرما جس میں ہم مبتلا ہیں۔ پتھر تھوڑا سا سرک گیا لیکن وہ غار سے نہیں نکل سکتے تھے۔

دوسرے نے کہا: اے اللہ! میری ایک چچا زاد بہن تھی جو لوگوں میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ جتنا مَرد، عورتوں سے محبت کیا کرتے ہیں مجھے اس سے بھی کہیں زیادہ اس کے ساتھ محبت تھی۔ میں نے اس سے تکمیلِ خواہش کا ارادہ کیا لیکن اس نے انکار کیا یہاں تک کہ اس کو قحط سالی نے آدبایا۔ وہ میرے پاس آئی میں نے اس کو اس شرط پر ایک سو بیس دینار دیے کہ وہ میرے ساتھ تخلیہ کرے چناں چہ وہ راضی ہوگئی۔ حتی کہ جب میں نے اس پر قابو پالیا، ایک روایت میں ہے کہ جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا: اللہ کا ڈر اختیار کر اور ناحق مہر نہ توڑ۔ میں وہاں سے اٹھ گیا حالانکہ وہ لڑکی میری انتہائی محبوبہ تھی۔ نیز جو دینار میں نے اس کو دیے تھے وہ بھی اسی کے پاس چھوڑ کر آ گیا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام محض تیری رضا جوئی کیلئے تھا تو ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرما چناں چہ پتھر ہٹ گیا لیکن باہر نکلنے کی گنجائش اب بھی نہ تھی۔

تیسرے نے کہا: اے اللہ! میں نے چند مزدور اجرت پر لگائے تھے۔ ایک مزدور کے علاوہ سب مزدوروں کو میں نے ان کی اجرت دے دی تھی، وہ ایک مزدور اپنی اجرت کو (کم سمجھنے کی وجہ سے) چھوڑ کر چلا گیا میں اس کی اس اجرت کو (تجارت میں لگا

کر) بڑھاتا رہا یہاں تک کہ اس سے بہت زیادہ مال بن گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ میرے پاس آیا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! میری مزدوری دے دیجئے۔ میں نے کہا کہ جو کچھ تو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے: اونٹ، گائے، بکریاں، غلام؛ یہ سب تیری مزدوری ہے۔ اس نے کہا: اے بندۂ خدا! میرے ساتھ مذاق نہ کر۔ میں نے کہا کہ میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کررہا۔ تو وہ شخص تمام مال لے کر چلا گیا اور کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا طلبی کیلئے کیا تھا تو ہم سے ہماری مصیبت دور فرما چنانچہ پتھر غار کے منہ سے ہٹ گیا اور وہ باہر نکل کر چلتے بنے۔

فصل ثانی

والدین کی نافرمانی اوران کے ساتھ بدسلوکی کی مذمت

علماء نے لکھا ہے کہ ”والدین کی نافرمانی“ کا شریعت میں مطلب یہ ہے کہ والدین، اولاد کو کوئی جائز کام کہیں اور اولاد اس کو نہ مانے یعنی اگر والدین کسی شرعا ناجائز کام کا حکم کریں تو اولاد کیلئے ہرگز اس میں والدین کی اطاعت جائز نہیں، تاہم اس موقع پر بد اخلاقی کی بھی اجازت نہیں، بلکہ خوش اخلاقی یا کم از کم سکوت اختیار کرتے ہوئے اس ناجائز کام میں ان کی اطاعت نہ کرے، ان کیلئے دعا کرتا رہے اور کبھی بھی اپنے قول وفعل میں ان کا بے ادب اور گستاخ نہ بنے۔[۱]

---

[۱]قال ابن الجوزی فی "البر والصلة" ص:[116]: الْعُقُوقُ: مُخَالَفَةُ الْوَالِدَيْنِ فِيمَا يَأْمُرَانِ بِهِ مِنَ الْمُبَاحِ، وَسُوءُ الْأَدَبِ فِي الْقَوْلِ وَالْفِعْلِ ۔ انتهى۔ قلتُ: وفی الحديث الشريف: "لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق" أخرجه الطبرانی فی "الكبير" [18/170] وابن أبی شيبة فی "مصنفه" [33717] وغيرهما

آیت مبارکہ

إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ـ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا[۱]

"اگر (وہ یعنی ماں باپ) تیرے پاس (ہوں اور) ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے (کی عمر) کو پہنچ جائیں (جس کی وجہ سے محتاجِ خدمت ہو جائیں اور جبکہ طبعاً ان کی خدمت کرنا بھاری معلوم ہو) سو (اس وقت بھی اتنا ادب کرو کہ) ان کو کبھی (ــ "ہاں ــ" کے بجائے) ــ "ہوں ــ" بھی مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور (ان کیلئے حق تعالیٰ سے) یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن (کی عمر) میں پالا پرورش کیا ہے[۲]"

فائدہ: حضرت مجاہدؒ سے اس کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ اگر وہ بوڑھے ہو جائیں اور تمہیں ان کا پیشاب پاخانہ دھونا پڑ جائے تو کبھی اُفّ بھی نہ کرو، جیسا کہ وہ بچپن میں تمہارا پیشاب پاخانہ دھوتے رہے ہیں۔[۳]

والدین کے بڑھاپے کا زمانہ جبکہ وہ اولاد کی خدمت کے محتاج ہو جائیں اور ان کی زندگی اولاد کے رحم وکرم پر رہ جائے تو اس وقت اگر اولاد کی طرف سے ذرا سی بے رخی بھی محسوس ہو تو وہ ان کے دل کا زخم بن جاتی ہے۔ دوسری طرف بڑھاپے کے عوارض طبعی طور پر انسان کو چڑچڑا بنا دیتے ہیں۔ تیسرے بڑھاپے کے آخری دور میں جب عقل وفہم

[۱] الإسراء 23،24- [۲] معارف القرآن۔ [۳] فضائل صدقات: 257/1۔

بھی جواب دینے لگتے ہیں تو ان کی خواہشات ومطالبات کچھ ایسے بھی ہو جاتے ہیں جن کا پورا کرنا اولاد کیلئے مشکل ہوتا ہے قرآن حکیم نے ان حالات میں والدین کی دل جوئی اور راحت رسانی کے احکام دینے کے ساتھ انسان کو اس کا زمانۂ طفولیت یاد دلایا ہے کہ کسی وقت تم بھی اپنے والدین کے اس سے زیادہ محتاج تھے جس قدر آج وہ تمہارے محتاج ہیں تو جس طرح انہوں نے اپنی راحت وخواہشات کو اس وقت تم پر قربان کیا اور تمہاری بے عقلی کی باتوں کو پیار کے ساتھ برداشت کیا اب جبکہ ان پر محتاجی کا یہ وقت آیا تو عقل وشرافت کا تقاضا ہے کہ ان کے اس سابق احسان کا بدلہ ادا کرو، آیت میں "كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا" سے اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اس میں حکم ہے کہ والدین کو "اُف بھی نہ کہو۔ لفظ اف سے مراد ہر ایسا کلمہ ہے جس سے اپنی ناگواری کا اظہار ہو یہاں تک کہ ان کی بات سن کر اس طرح لمبا سانس لینا جس سے ان پر ناگواری کا اظہار ہو وہ بھی اسی کلمۂ اف میں داخل ہے۔ ایک حدیث میں بروایتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایذاء رسانی میں اف کہنے سے بھی کوئی کم درجہ ہوتا تو یقیناً وہ بھی ذکر کیا جاتا (حاصل یہ ہے کہ جس چیز سے ماں باپ کو کم سے کم بھی اذیت پہنچے وہ بھی ممنوع ہے)۔

نیز والدین کے ساتھ "قولِ کریم" (ادب کے ساتھ بات کرنے) کا حکم دیا گیا ہے:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ ان سے "قولِ کریم کیا" مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ "امی، ابو" ان کہے بات کرے، ان کا نام نہ لے۔ حضرت زبیر بن محمدؒ سے اس کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ جب وہ پکاریں، تو "حاضر ہوں، حاضر ہوں" سے جواب دے۔ حضرت قتادہؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ نرمی سے بات کرے۔ حضرت

سعید بن مُسَیَّبؒ سے کسی نے عرض کیا کہ قرآن پاک میں حسن سلوک کا حکم تو بہت جگہ ہے اور میں اس کو سمجھ گیا لیکن ــــ "قولِ کریم" کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا تو انھوں نے فرمایا: جیسا کہ بہت سخت مجرم غلام، سخت مزاج آقا سے بات کرتا ہے۔

ایک واقعۂ عجیبہ:

امام قرطبیؒ نے اپنی اسناد متصل کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے والد کو بلا کر لاؤ۔ اس وقت جبریل امین تشریف لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ جب اس کا باپ آ جائے تو آپ اس سے پوچھیں کہ وہ کلمات کیا ہیں جو اس نے دل میں کہے ہیں خود اس کے کانوں نے بھی ان کو نہیں سنا۔ جب یہ شخص اپنے والد کو لے کر پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے والد سے کہا: کیا بات ہے آپکا بیٹا آپ کی شکایت کر رہا ہے؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ اس کا مال چھین لیں؟ والد نے عرض کیا کہ آپ اسی سے یہ سوال فرمائیں کہ میں اس کی پھوپھی، خالہ یا اپنی ذات کے سوا کہاں خرچ کرتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إِيْهِ" (جس کا مطلب یہ تھا کہ بس حقیقت معلوم ہوگئی۔ اب اور کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں)۔

اس کے بعد اس کے والد سے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں جن کو ابھی تک خود تمہارے کانوں نے بھی نہیں سنا؟ اس شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہمیں ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ آپ پر ہمارا ایمان اور یقین بڑھا دیتے ہیں (جو بات کسی نے نہیں سنی اس کی آپ کو اطلاع ہوگئی جو ایک معجزہ ہے) پھر اس نے عرض کیا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے چند اشعار دل میں کہے تھے جن کو میرے کانوں نے بھی نہیں سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا: وہ ہمیں سناؤ۔

اس وقت اس نے یہ اشعارِ ذیل سنائے:

غَذَوْتُكَ مَوْلُودًا وَمُنْتُكَ يَافِعًا ... تَعِلُّ بِمَا أَجْنِي عَلَيْكَ وَتَنْهَلُ

میں نے تجھے بچپن میں غذا دی اور جوان ہونے کے بعد بھی تمہاری ذمہ داری اٹھائی، تمہارا سب کھانا پینا میری ہی کمائی سے تھا۔

إِذَا لَيْلَةٌ ضَافَتْكَ بِالسُّقْمِ لَمْ أَبِتْ ... لِسُقْمِكَ إِلَّا سَاهِرًا أَتَمَلْمَلُ

جب کسی رات میں تمہیں کوئی بیماری پیش آ گئی تو میں نے تمام رات تمہاری بیماری کے سبب بیداری اور بے قراری میں گزاری۔

كَأَنِّي أَنَا الْمَطْرُوقُ دُونَكَ بِالَّذِي ... طُرِقْتَ بِهِ دُونِي فَعَيْنِي تَهْمُلُ

گویا کہ تمہاری بیماری مجھے ہی لگی ہے تمہیں نہیں، جسکی وجہ سے میں تمام شب روتا رہا

تَخَافُ الرَّدَى نَفْسِي عَلَيْكَ وَإِنَّهَا ... لَتَعْلَمُ أَنَّ الْمَوْتَ وَقْتٌ مُؤَجَّلُ

میرا دل تمہاری ہلاکت سے ڈرتا رہا حالانکہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک دن مقرر ہے، وہ پہلے یا پیچھے نہیں ہوسکتی۔

فَلَمَّا بَلَغْتَ السِّنَّ وَالْغَايَةَ الَّتِي ... إِلَيْهَا مَدَى مَا كُنْتُ فِيكَ أُؤَمِّلُ

پھر جب تم اس عمر اور اس حد تک پہنچ گئے جس کی میں تمنا کیا کرتا تھا

جَعَلْتَ جَزَائِي غِلْظَةً وَفَظَاظَةً ... كَأَنَّكَ أَنْتَ الْمُنْعِمُ الْمُتَفَضِّلُ

تو تم نے میرا بدلہ سختی اور سخت کلامی بنا دیا گویا کہ تمہی مجھ پر احسان وانعام کررہے ہو

فَلَيْتَكَ إِذْ لَمْ تَرْعَ حَقَّ أُبُوَّتِي ... فَعَلْتَ كَمَا الْجَارُ الْمُصَاقِبُ يَفْعَلُ

کاش اگر تم سے میرے باپ ہونے کا حق ادا نہیں ہوسکتا تو کم از کم ایسا ہی کر لیتے

جیسا ایک شریف پڑوسی کیا کرتا ہے۔

فَأَوْلَيْتَنِي حَقَّ الْجِوَارِ وَلَمْ تَكُنْ ... عَلَيَّ بِمَالٍ دُونَ مَالِكَ تَبْخَلُ

تو کم از کم مجھے پڑوسی کا حق تو دیا ہوتا اور خود میرے ہی مال میں میرے حق میں بخل سے کام نہ لیا ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اشعار سننے کے بعد بیٹے کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا: " **أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ** یعنی ـــ" جا، تو بھی اور تیرا مال بھی سب باپ کا ہے[ا]ـــ "

[ا] حدیث مبارکہ کا یہ جملہ " أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ یعنی ــ" تو بھی اور تیرا مال بھی، یہ سب تیرے باپ کا ہے ــ" ایک خاص نوعیت وحالت پر محمول ہے۔اس سے بیٹے کے جملہ انواع مال وحال مراد نہیں ہیں۔ بلکہ اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ باپ جب غریب اور محتاجِ نفقہ ہو تو بیٹے پر لازم ہے کہ وہ اپنے مال میں سے باپ پر بھی خرچ کرے یعنی اس حالت میں باپ کا بھی اس بیٹے کے مال میں حق ہے جیسا کہ خود قصۂ مذکورہ بھی اسی حالت سے متعلقہ ہے؛ ورنہ بیٹا جو ذاتی کمائی کرتا ہے وہ کمائی شرعاً بیٹے کی ہی ہوتی ہے۔ والد، بیٹے کی رضامندی کے بغیر محض والد ہونے کی بناء پر، زبردستی وہ کمائی اس سے نہیں لے سکتا۔ فی ــ" اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب 2/588

با ب ما كسب الولد من شيء فهو له دون أبيه:

الطحاوي: عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه: " أن رسول الله [صلى الله عليه وسلم] قال لرجل: أمرت بيوم الأضحى عيدا جعله الله لهذه الأمة. فقال الرجل: أفرأيت إن لم أجد إلا منيحة ابني أفأضحي بها قال: لا ".

وقوله عليه السلام: " أنت ومالك لأبيك "، معناه لا ينبغي للابن أن يخالف الأب في شيء من ذلك، وأن يجعل أمره فيه نافذا كأمره فيما يملك. ألا تراه يقول: " أنت ومالك لأبيك ". فلم يكن الابن مملوكا للأب بإضافة النبي [صلى الله عليه وسلم]، فكذلك لا يكون مالكا لماله بهذه الإضافة. وقد أجمع المسلمون أن الابن إذا ملك جارية حل له وطؤها، فلو كان ماله لأبيه لحرم عليه وطؤها لحرمة وطء جارية أبيه.

فی الغرة المنیفة فی تحقیق بعض مسائل ال إمام أبي حنيفة ص: 142]]

إن الإجماع ينعقد على أن الابن ماله ليس بمملوك للأب وإلا ما جاز بيعه ولا هبته فلا يحمل الكلام على التمليك بل على الاختصاص بأن يكون له حق التمليك عند الاحتياج إلى النفقة وغيرها

فی الاختیار لتعلیل المختار 4/10]

(ونفقة الآباء والأجداد إذا كانوا فقراء على الأولاد الذكور والإناث) قال تعالى: {فلا تقل لهما أف} [الإسراء: 29] نهاه عن الإضرار بهما بهذا القدر وترك الإنفاق عليهما عند حاجتهما أكثر إضرارا من ذلك. وقال - عليه الصلاة والسلام - أنت ومالك لأبيك بہرحال اگر بے ادبی کے ارادے کے بغیر کبھی کسی پریشانی یا غفلت سے کوئی کلمہ صادر ہو جائے اور پھر اس سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ دلوں کے حال وارادہ سے واقف ہیں وہ معاف فرما دیں گے [معارف القرآن بتلخیص]

احادیث مبارکہ

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَبَائِرِ، قَالَ: الإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ[۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کبیرہ (یعنی بڑے بڑے) گناہوں کے بارے میں دریافت کیا گیا (کہ وہ کون کون سے گناہ ہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی وایذاءرسانی، کسی بندے کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔

فائدہ: صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں ان گناہوں کو "اکبر الکبائر" (یعنی کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ) بتایا گیا ہے اور جس ترتیب سے آپ ﷺ نے ان کا ذکر فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک کے بعد "والدین کے عقوق (یعنی ان کی نافرمانی اور ایذاءرسانی)" کا درجہ ہے، حتی کہ "قتل" کا درجہ بھی اس کے بعد ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَغِمَ أَنْفُهُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ قِيلَ: مَنْ؟ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ، أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا، ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی ذلیل ہو، وہ خوار ہو، وہ رسوا ہو۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کون؟ (یعنی کس کے بارے

[۱] صحیح البخاری: 2653۔ [۲] صحیح مسلم 2551۔

میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بدنصیب جو ماں باپ کو، دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو، بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر (ان کی خدمت اوران کا دل خوش کرکے) جنت حاصل نہ کرلے۔

فائدہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث پیچھے گزر چکی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ ماں باپ تمہاری جنت اور تمہاری دوزخ ہیں (یعنی ماں باپ کی خدمت اور راحت رسانی جنت حاصل کرنے کا خاص وسیلہ ہے اوراس کے برعکس ان کی نافرمانی اور ایذاء رسانی آدمی کو دوزخی بنادیتی ہے) پھر یہ ظاہر بھی ہے کہ جب ماں باپ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو اس وقت وہ خدمت اور راحت رسانی کے زیادہ محتاج ہوتے ہیں، اور اس حالت میں ان کی خدمت اللہ کے نزدیک نہایت محبوب ومقبول عمل اور جنت تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ جس بندے کو اس کا موقع میسر فرمائے اور وہ ماں باپ کا یا دونوں میں سے کسی ایک ہی کا بڑھاپا پائے ، اور پھر انکی خدمت کر کے جنت تک نہ پہنچ سکے بلاشبہ وہ بڑا بدنصیب اور محروم ہے اور ایسے ہی لوگوں کے حق میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ نامراد ہوں، ذلیل وخوار ہوں، رسوا ہوں۔ آپ ﷺ کی اس بددعا کے بعد پھر ایسے شخص کو اپنی پریشانیوں اور ناکامیوں کا سبب تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ اسے توبہ کی ضرورت ہے تاکہ اللہ تعالی اس کو کامیابیوں اور خوشحالیوں سے سرفراز فرما دے۔

عَنْ أَبِي غَسَّانَ الضَّبِيِّ قَالَ: خَرَجْتُ أَمْشِي مَعَ أَبِي بِظَهْرِ الْحَرَّةِ، فَلَقِيَنِي أَبُو

هُرَيْرَةَ فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ قُلْتُ: أَبِي. قَالَ: لَا تَمْشِ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَلَكِنِ امْشِ خَلْفَهُ أَوْ إِلَى جَانِبِهِ، وَلَا تَدَعْ أَحَدًا يَحُولُ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ، وَلَا تَمْشِ فَوْقَ إِجَارٍ أَبُوكَ تَحْتَهُ، وَلَا تَأْكُلْ مَا قَدْ نَظَرَ أَبُوكَ إِلَيْهِ لَعَلَّهُ قَدِ اشْتَهَاهُ. ثُمَّ قَالَ: أَتَعْرِفُ عَبْدَ اللهِ بْنَ خِدَاشٍ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَقُولُ: "فَخِذُهُ فِي جَهَنَّمَ مِثْلُ أُحُدٍ، وَضِرْسُهُ مِثْلُ الْبَيْضَاءِ". قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَقُلْتُ: وَلِمَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: " كَانَ عَاقًّا لِوَالِدَيْهِ"[۱]

حضرت ابو غسان ضبی کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ "حَرّہ (ایک جگہ کا نام)" میں چل رہا تھا کہ راستہ میں مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ملے۔ انہوں نے پوچھا: یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ میں نے عرض کی: میرے والد ہیں۔ فرمایا: ان کے آگے نہ چلنا، ان کے پیچھے چلنا یا ان کے ایک طرف چلنا، اپنے اور ان کے درمیان کسی شخص کو حائل نہ رکھنا، ایسی چھت پر نہ چلنا جس کے نیچے تمہارے والد بیٹھے ہوں، نیز کھانے کے دوران جس چیز پر تمہارے والد نے نظر ڈالی ہو اس کو نہ کھانا، ہوسکتا ہے وہ ان کی مرغوب شئی ہو۔

پھر فرمایا: کیا تم عبد اللہ بن خِداش کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا: نہیں! فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے جہنم میں اس کی ران "اُحد" پہاڑ جتنی ہوگی اور اس کی ڈاڑھ "بیضاء" پہاڑ جتنی ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے

[۱] أورده الهيثمي في "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد(13434)" وقال: رواه الطبراني في الأوسط، وأبو غسان وأبو غنم الراوي عنه لم أعرفهما، وبقية رجاله ثقات.

عرض کی: یارسول اللہ! یہ کس وجہ سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ اپنے ماں باپ کا نافرمان تھا“۔

فائدہ: یعنی ماں باپ کی نافرمانی کی سزا دینے کیلئے اس شخص کے جسم کو بہت بڑا کر دیا جائے گا تا کہ اس گناہِ عظیم کی بدولت اس کو زیادہ سے زیادہ تکلیف کا سامنا ہو۔ عموما شراب وزنا کو تو گناہ سمجھا جاتا ہے مگر والدین کی نافرمانی کے اس عظیم گناہ کی پروا نہیں کی جاتی۔

عَنْ طَيْسَلَةَ بْنِ مَيَّاسٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّجَدَاتِ، فَأَصَبْتُ ذُنُوبًا لَا أُرَاهَا إِلَّا مِنَ الْكَبَائِرِ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَا هِيَ؟ قُلْتُ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ: لَيْسَتْ هَذِهِ مِنَ الْكَبَائِرِ، هُنَّ تِسْعٌ: الْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَقَتْلُ نَسَمَةٍ، وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَةِ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَإِلْحَادٌ فِي الْمَسْجِدِ، وَالَّذِي يَسْتَسْخِرُ، وَبُكَاءُ الْوَالِدَيْنِ مِنَ الْعُقُوقِ.

حضرت طَیسلہ بن مَیّاس فرماتے ہیں کہ میں اہلِ نجد کے ساتھ تھا۔ مجھ سے ایک گناہ صادر ہو گیا جس کو میں نے کبیرہ خیال کیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے دریافت فرمایا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: یہ یہ۔ انہوں نے فرمایا: یہ کبیرہ گناہوں میں سے نہیں ہے۔ وہ کبیرہ گناہ نو ہیں: (1) اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنا۔ (2) کسی جان کو قتل کرنا۔ (3) دورانِ جہاد لشکر سے بھاگنا۔ (4) پاک دامن عورت پر تہمت لگانا۔ (5) سود کھانا۔ (6) یتیم کا مال کھانا۔ (7) مسجد میں غیر شرعی کام کرنا۔

---

[۱] الأدب المفرد 8۔

(8) کسی کا مذاق اڑانا۔ (9) اولاد کی نافرمانی سے والدین کا رو پڑنا۔

فائدہ: کبیرہ گناہ بہت سارے ہیں جیسا کہ دیگر روایات میں آئے ہیں۔ یہاں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان میں سے چند گنوا دیے جن میں سے ایک ''والدین کا رونا'' بھی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جب والدین اپنی اولاد کی ایذا رسانی یا نازیبا رویے کے سبب روئیں تو یہ اولاد کے حق میں کبیرہ گناہ ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ»نَعَمْ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ«[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے ماں باپ کو گالی دینا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کے ماں باپ کو گالی دے، پھر وہ جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دے (تو گویا اس نے خود ہی اپنے ماں باپ کو گالی دلوائی)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی آدمی کا کسی دوسرے کو ایسی بات کہنا یا ایسی حرکت کرنا جس کے نتیجہ میں دوسرا آدمی اس کے ماں باپ کو گالی دینے لگے، اتنی ہی بری بات ہے جتنی کہ خود اپنے ماں باپ کو گالی دینا، اور یہ گناہ کبیرہ کے درجہ کی چیز ہے۔ اس

---

[1] صحیح مسلم 90۔

سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم میں ماں باپ کے احترام کا کیا مقام ہے اور اس بارے میں آدمی کو کتنا محتاط رہنا چاہیے۔

عَنْ مَالك أَو ابْن مَالك أنه سمع النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يَقُول: مَن أدْرك وَالِدَيهِ أَو أَحدَهمَا ثمَّ لم يَبرّهُمَا دَخل النَّارَ فَأَبْعَدَه الله {وهو بعض الحديث}[۱]

حضرت مالک یا ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے اپنے والدین یا ان میں سے ایک کو پایا پھر ان کے ساتھ بدسلوکی کی تو وہ شخص جہنم میں داخل ہوگا اور اس کو اللہ تعالی اپنی رحمت سے دور کریں گے۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْضُرُوا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقَى دَرَجَةً قَالَ: آمِين فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ: آمِينَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ: آمِين فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهُ قَالَ: "إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَرَضَ لِي فَقَالَ: بَعِدَ مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ قُلْتُ: آمِينَ، فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّانِيَةَ قَالَ: بَعِدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ قُلْتُ: آمِينَ، فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّالِثَةَ قَالَ: بَعِدَ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ الْكِبَرُ عِنْدَهُ أَوْ

---

[۱] أورده المُنذري في "الترغيب" (3837) وقال: رواه أبو يعلى والطبراني وأحمد مختصرا بإسناد حسن۔

أَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ: آمِيْن[۱]

حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منبر کے قریب ہوجاؤ۔ ہم لوگ حاضر ہوگئے۔ جب حضور ﷺ منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا: آمین! جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین! جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین! جب آپ خطبہ سے فارغ ہوکر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت جبریل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انہوں نے کہا کہ ہلاک ہوجائے وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا: آمین! پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہوجائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکرِ مبارک ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے۔ میں نے کہا: آمین! جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہوجائے وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپا آئے اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں۔ میں نے کہا: آمین!

فائدہ: اس حدیث شریف میں حضرت جبریل علیہ السلام نے تین بددعائیں دی ہیں اور حضور اقدس ﷺ نے ان تینوں پر آمین فرمائی۔ اول تو حضرت جبریل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے کی بددعا بنادی وہ ظاہر ہے۔ اللہ ہی اپنے فضل سے ہم لوگوں کو ان

---

[۱]أورده المُنذري في "الترغيب"(1470) وقال: رواه الحاكم وقال صحيح الإسناد۔ انتهى۔ قال العبد الضعيف: ووافق الحاكمَ الذهبيُّ في "التلخيص" صحةً أيضا۔

تینوں چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرماویں اور ان برائیوں سے محفوظ رکھیں، ورنہ ہلاکت میں کیا تردد ہے۔ درمنثور کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے کہا کہ آمین کہو۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: آمین، جس سے اور بھی زیادہ اہتمام معلوم ہوتا ہے۔

ان اشخاص میں سے تیسرا وہ شخص ہے جس کے بوڑھے والدین میں سے دونوں یا ایک موجود ہوں اور وہ ان کی اس قدر خدمت نہ کرے کہ جس کی وجہ سے وہ جنت کا مستحق ہو جائے۔ والدین کے حقوق کی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔ علماء نے ان کے حقوق میں لکھا ہے کہ مُباح امور (یعنی جائز کاموں) میں ان کی اطاعت ضروری ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی بے ادبی نہ کرے، تکبر سے پیش نہ آئے اگرچہ وہ بے دین اور مشرک ہوں، اپنی آواز کو ان کی آواز سے اونچی نہ کرے، ان کا نام لے کر نہ پکارے، کسی کام میں ان سے پیش قدمی نہ کرے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے روکنے) میں نرمی کرے اگر قبول نہ کریں تو برابر حسن سلوک کرتا رہے اور ہدایت کی دعا کرتا رہے۔ غرض ہر بات میں ان کا بہت احترام ملحوظ رکھے۔[۱]

عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، قَالَ: قُلْنَا لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، أَخْبِرْنَا بِشَيْءٍ أَسَرَّهُ إِلَيْكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا أَسَرَّ إِلَيَّ شَيْئًا كَتَمَهُ النَّاسَ، وَلَكِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ: لَعَنَ اللهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ، وَلَعَنَ اللهُ مَنْ آوَى مُحْدِثًا،

[۱] فضائل اعمال بتسہیل، ص:652۔

وَلَعَنَ اللهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ، وَلَعَنَ اللهُ مَنْ غَيَّرَ الْمَنَارَ

حضرت ابو طفیل کا بیان ہے کہ ہم نے ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمیں (دین کی) کوئی ایسی (اہم) چیز بتائیں جو رسول اللہ ﷺ نے آپ کو (اپنے قریبی ہونے کی وجہ سے) راز کے طور پر دی ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ﷺ نے (دین کے معاملہ میں) مجھے کوئی ایسی راز کی چیز نہیں دی جسے آپ نے لوگوں سے چھپالیا ہو۔

البتہ یہ (اہم) بات رسول اللہ ﷺ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا ہے اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے، اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو کسی بدعتی کو ٹھکانا دے، اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو اپنے والدین پر لعنت کرے، اور اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو (زمین کی) حدود و نشانیاں تبدیل کر دے۔

فائدہ: اللہ تعالی کو شرک کہیں بھی گوارا نہیں حتی کہ جانور کو ذبح بھی اللہ کے نام پر کرنا ضروری ہے، غیر اللہ کے نام پر جو جانور ذبح کیے جاتے ہیں ان کا کھانا بھی حرام ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ غیر اللہ کے نام کی قسم کھانے کو ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے شرک قرار دیا ہے۔ لہٰذا ہمارے معاشرے میں جو اللہ کے علاوہ کسی مخلوق کی قسمیں کھائی جاتی ہیں وہ سب شرک ہیں: جیسے تمہارے سر کی قسم تمہاری جان کی قسم، اولاد کی قسم، کعبہ کی قسم وغیرہ وغیرہ [۲]۔ بہر حال اسی طرح والدین پر لعنت کرنے والے پر بھی

---

[۱] صحیح مسلم: 3662 و کذا فی الأدب المفرد: 17۔ [۲] عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ، فَقُلْتُ: أَحْلِفُ بِالْكَعْبَةِ، قَالَ: لَا، وَلَكِنِ احْلِفْ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ، وَإِنَّ عُمَرَ كَانَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ فَمَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ"-- أخرجه أبو عوانة فی مستخرجه: 5871، و کذا انظر له: صحیح ابن حبان: 4358، السنن الکبری للبیهقی: 19830، مسند أحمد: 5375، سنن أبی داود: 3251۔

اللہ تعالی کی طرف سے لعنت کی گئی ہے۔ "زمین کی حدود ونشانیاں تبدیل کرنے" کا ایک مطلب یہ ہے کہ زمیندار لوگ بسا اوقات زمین کی حد بندی کی نشانی کو اس طرح تبدیل کر دیتے ہیں کہ دوسرے کی زمین کا کچھ حصہ ان کی زمین میں شامل ہو جاتا ہے۔

واضح رہے کہ اس حدیث میں صرف **مَنَارَ** کا لفظ ہے جس کا ترجمہ "حدود ونشانیاں" ہے اور اوپر ترجمہ میں لفظِ "زمین" کا اضافہ ایک دوسری حدیث کی روشنی میں کیا گیا ہے جس میں **مَنَارَ الأرض** کا لفظ وارد ہوا ہے[۱]

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الأُمَّهَاتِ، وَمَنْعًا وَهَاتِ، وَوَأْدَ البَنَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ: قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ المَالِ[۲]"

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالی نے "ماؤں کی نافرمانی کرنے"، "روکنے اور لینے" اور "بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے" کو تمہارے اوپر حرام قرار دیا ہے۔ نیز "فضول گوئی"، "کثرتِ سوال" اور "مال ضائع کرنے" کو تمہارے لیے ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔

فائدہ: حدیث بالا میں باقی امور تو واضح ہیں البتہ "روکنے اور لینے" میں سے "روکنے" کے حرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جن حقوق کا ادا کرنا انسان پر واجب ہے اور اسی طرح جن چیزوں کو دینے کا انسان مامور ومکلف ہے ان میں یہ رک جائے اور "لینے" کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کا لینا اس کیلئے حلال نہیں ہے اور جن حقوق کا شرعاً یہ مستحق

---

[۱] کما رواہ الإمام البخاری فی الأدب المفرد: 17۔ [۲] صحیح البخاری: 5975۔

نہیں ہے، یہ ان کو ناحق طور پر لے لے[۱]

عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: الْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ وَمُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْمَنَّانُ عَطَاءَهُ، وَثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: الْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ وَالدَّيُّوثُ وَالرَّجِلَةُ.[۲]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: تین اشخاص ایسے ہیں جن کی طرف اللہ تعالی روزِ محشر نظرِ (رحمت) نہیں فرمائے گا: والدین کا نافرمان، شراب کا عادی اور اپنی کسی دی ہوئی چیز پر احسان جتلانے والا۔ اور تین اشخاص ایسے ہیں جو جنت میں نہیں جائیں گے: والدین کا نافرمان، دَیُّوث (بے غیرت مرد، اپنے اہل وعیال کی بدکاری سے دیدہ ودانستہ چشم پوشی کرنے والا مَرد) اور مَردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت۔

فائدہ: حدیث بالا میں مذکور الصدر تین شخصوں میں والدین کے نافرمان کو شمار کیا ہے اور آخری تین میں بھی اسی شخص کو پھر شمار کیا ہے۔ نیز دونوں بدقسمت طبقات میں اس کو سب سے پہلے شمار کیا ہے جس سے اس کے فعل (والدین کی نافرمانی) کی شناعت

---

[۱] فی فتح الباری لابن حجر (10:406): والحاصل من النهي منع ما أمر بإعطائه وطلب ما لا يستحق أخذه وفی عمدة القاری (12:247) قوله: (ومنع)، أي: وحرم عليكم منع ما عليكم إعطاؤه. قوله: (وهات) أي: وحرم عليكم طلب ما ليس لكم أخذه، وقيل: نهي عن منع الواجب من ماله وأقواله وأفعاله وأخلاقه من الحقوق اللازمة فيها، ونهي عن استدعاء ما لا يجب عليهم من الحقوق، وتكليفه إياهم بالقيام بما لا يجب عليهم، فكأنه ينتصف ولا ينصف، وهذا من أسمج الخلال۔

[۲] أخرجه البزار في "المسند" 6050، وقال المنذري في "الترغيب" 377:7 رواه النسائي والبزار واللفظ له بإسنادين جيدين والحاكم وقال صحيح الإسناد وروى ابن حبان في صحيحه شطره الأول۔

وقباحت اور زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللهُ لَهُمْ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا: عَاقٌّ، وَمَنَّانٌ، وَمُكَذِّبٌ بِالْقَدَرِ" [1]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (روز محشر) ان کا کوئی فرض قبول کرے گا اور نہ ہی کوئی نفل: والدین کا نافرمان، احسان جتلانے والا اور "تقدیر" (کے عقیدہ) کو نہ ماننے والا۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس بات سے اپنی خصوصی امان میں رکھے کہ اسکی زندگی بھر کی کمائی، سخت ضرورت کے دن (بروز قیامت) مردود قرار دے دی جائے کہ چند گناہوں کی وجہ سے، دنیا میں ادا کردہ تمام فرض عبادات (نماز، روزہ، حج، زکوۃ، وغیرہ وغیرہ) اور اسی طرح تمام نفل عبادات (تلاوت وتسبیحات، اذکار واشغال، کسی کی مالی خدمت، صدقاتِ نافلہ وغیرہ وغیرہ) بے اثر ورائیگاں ہو جائیں۔ اس لیے مباح امور میں والدین کی نافرمانی سے بچنے کا خوب اہتمام کرنا چاہیے، اور لوگوں پر احسان بھی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی کے لیے کرنا چاہیے یعنی احسان کر کے اس کو دبا دینا چاہیے پھر تاحیات کبھی اس کا تذکرہ نہیں کرنا چاہیے کہ "نیکی برباد گناہ لازم" کا مصداق نہ ہو جائے نیز زندگی میں ایک دفعہ کسی پختہ کار عالمِ دین کے پاس جا کر اپنے عقائد بھی پڑھ لینے چاہئیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی بنیادی وضروری عقیدے کا یہ قائل ہی نہ ہو یا اس کا

---

[۱] کتاب السنة لابن أبي عاصم: 323 وقال المنذري في "الترغيب" (3780): رواه ابن أبي عاصم في كتاب السنة بإسناد حسن۔

منکر ہو یا اس کا مطلوبہ صحیح معنی اس کو معلوم ہی نہ ہو۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، شَهِدْتُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّكَ رَسُولُ اللهِ، وَصَلَّيْتُ الْخَمْسَ، وَأَدَّيْتُ زَكَاةَ مَالِي، وَصُمْتُ شَهْرَ رَمَضَانَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ مَاتَ عَلَى هَذَا، كَانَ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، هَكَذَا -وَنَصَبَ إِصْبَعَيْهِ- مَا لَمْ يَعُقَّ وَالِدَيْهِ"[۱]

حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پانچوں نمازیں ادا کرتا ہوں، اپنے مال کی زکوۃ دیتا ہوں اور ماہِ رمضان کے روزے رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی اِس پر موت آئے وہ بروزِ قیامت انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ اس طرح ہوگا (اور آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیاں کھڑی کیں) جب تک وہ اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرے۔

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ: أَوْصَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ قَالَ: "لَا تُشْرِكْ بِاللهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ، وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ، وَإِنْ

---

[۱] مسند أحمد (39:522) وقال المنذري في "الترغيب" 4(378): رواه أحمد والطبراني بإسنادين أحدهما صحيح ورواه ابن خزيمة وابن حبان في صحيحيهما باختصار۔

أَمَرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ، وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا؛ فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللهِ، وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا؛ فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ، وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ؛ فَإِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَإِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَإِنْ هَلَكَ النَّاسُ، وَإِذَا أَصَابَ النَّاسَ مُوْتَانٌ وَأَنْتَ فِيهِمْ فَاثْبُتْ، وَأَنْفِقْ عَلَى عِيَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ، وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَبًا وَأَخِفْهُمْ فِي اللهِ[۱]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے دس باتوں کی وصیت فرمائی: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تجھے قتل کر دیا جائے اور جلا دیا جائے، والدین کی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ تجھے اس بات کا حکم دیں کہ اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور اپنا مال خرچ کر دے، فرض نماز جان بوجھ کر ہرگز نہ چھوڑنا کیونکہ جو شخص جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑ دیتا ہے اللہ کی ذمہ داری اس سے اٹھ جاتی ہے، شراب ہرگز نہ پینا کہ یہ ہر برائی اور فحش کی جڑ ہے، اللہ کی نافرمانی سے بچنا کیونکہ نافرمانی سے اللہ کا غصہ وغضب نازل ہوتا ہے، (دورانِ جہاد) لشکر سے نہ بھاگنا اگرچہ (ساتھ والے) سب لوگ مر جائیں، اگر لوگوں میں موت والی کوئی وبا (طاعون وغیرہ) پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو تو وہیں رہنا (یعنی وہاں سے منتقل نہ ہونا)، اپنے گھر والوں پر اپنی مالی وسعت کے مطابق خرچ کرنا، تنبیہ کی خاطر ان پر سے اپنی چھڑی نہ ہٹانا اور اللہ تعالیٰ سے ان کو ڈراتے رہنا۔

[۱] مسند أحمد (22075) وقال المنذري في "الترغيب" (819): رواه أحمد والطبراني في الكبير وإسناد أحمد صحيح لو سلم من الانقطاع فإن عبد الرحمن بن جبير بن نفير لم يسمع من معاذ. انتهى. وقال شيخنا الكاندهلوي رحمه الله في "فضائل الأعمال" في تخريج هذا الحديث بعد كلام المنذري المذكور: وإليهما عزاه السيوطي في الدر ولم يذكر الانقطاع ثم قال وأخرج الطبراني عن أميمة مولاة رسول الله ﷺ قالت... الخ۔

فائدہ: حدیث شریف کے جملہ ــ"والدین کی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ تجھے اس بات کا حکم دیں کہ اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور اپنا مال خرچ کر دے ــ" کا مطلب ملا علی قاریؒ نے یہ نقل کیا ہے کہ یہ افضل و اکمل ــ"کے اعتبار سے ہے کہ آدمی والدین کی بات کی مخالفت نہ کرے اگرچہ وہ بیوی کو چھوڑ دینے یا مال کسی کو ہبہ کرنے کا حکم دیں ورنہ ــ"اصلِ جواز ــ" کے اعتبار سے بیٹے پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ محض ان کے حکم پر اپنی بیوی کو چھوڑ دے یا اپنا مال خرچ کر دے۔[۱]

اس موقع پر علامہ سندھیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ والدین کی اطاعت ہوائے نفس پر اُس وقت مقدم ہے جب اُن کا حکم دین کے موافق ہو کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو جو حکم دیا تھا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو، وہ تو اس وجہ سے تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی میں دینداری کی خاطر خواہ کمی نظر آ رہی تھی (جو شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں بہت سارے مفاسد کا پیش خیمہ تھی)۔[۲]

نیز یہ بھی منقول ہے کہ وہ حکمِ طلاق کسی سببِ شرعی کی وجہ سے تھا جس کا ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر کو علم نہیں تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی

---

[۱] في مرقاة المفاتيح (1:132): (ولا تعقن والديك) أي تخالفنهما، أو أحدهما فيما لم يكن معصية إذ لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق (وإن أمراك أن تخرج من أهلك) أي: امرأتك أو جاريتك، أو عبدك بالطلاق أو البيع أو العتق أو غيرها (ومالك): بالتصرف في مرضاتهما. قال ابن حجر: شرط للمبالغة باعتبار الأكمل أيضا أي: لا تخالف واحدا منهما، وإن غلا في شيء أمرك به، وإن كان فراق زوجة أو هبة مال، أما باعتبار أصل الجواز فلا يلزمه طلاق زوجة أمراه بفراقها، وإن تأذيا ببقائها إيذاء شديدا؛ لأنه قد يحصل له ضرر بها، فلا يكلفه لأجلهما، إذ من شأن شفقتهما أنهما لو تحققا ذلك لم يأمراه به فإلزامهما له مع ذلك حمق منهما، ولا يلتفت إليه، وكذلك إخراج ماله، وكذا في مرعاة المفاتيح (1:136).

[۲] في التعليق على "مسند أحمد (8:333): قال السندي: فيه أن طاعة الوالدين متقدمة على هوى النفس إذا كان أمرهما أوفق بالدين، إذ الظاهر أن عمر ما كان يكرهها، ولا أمر ابنه بطلاقها إلا لما يظهر له فيها من قلة الدين..

وصاحب علم کی نظر اس کا ادراک کر چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب امام احمد بن حنبلؒ سے اس طرح کا سوال کیا گیا تو انہوں نے لڑکے کو جواب میں فرمایا کہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دو۔ اس پر سائل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی یہی روایت پیش کی تو امام احمدؒ نے فرمایا: کیا تیرا باپ بھی ''عمر'' ہے؟ یعنی جب تک کوئی شرعی وجہ نہ ہو اس وقت تک محض باپ کے کہنے پر طلاق نہیں دینی چاہیے۔[۱]

چناں چہ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اسی نوعیت کے ایک فتویٰ میں رقم طراز ہیں:

''اگر والدین یہ کہیں کہ بیوی کو طلاق دے دو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ بیوی قصوروار ہے یا نہیں؟ اگر بیوی بے قصور ہو تو محض والدین کے کہنے سے طلاق دینا جائز نہیں، اگر والدین کہیں کہ بیوی کو تنہا (الگ) مکان میں مت رکھو تو اس میں بھی ان کی تعمیل رَوا (جائز) نہیں۔ البتہ اگر بیوی اپنی خوشی سے والدین کے ساتھ رہنے پر راضی ہو تو دوسری بات ہے ورنہ اپنی حیثیت کے مطابق بیوی کو علیحدہ مکان دینا شریعت کا حکم ہے اور اس کے خلاف کسی کی بات ماننا جائز نہیں۔''[۲]

---

[۱] وفی شرح ریاض الصالحین للعثیمین(3:203):ثم ذکر حدیث عبد الله بن عمر رضی الله عنهما أنه کان له امرأة یحبها، فأمره أبوه أن یطلقها، لکنه أبی ذلك؛ لأنه یحبها، فذکر عمر ذلك للنبی صلی الله علیه وسلم، فأمر ابن عمر بطلاقها. وکذلك الحدیث الآخر فی امرأة کانت تأمر ابنها بطلاق زوجته فبین النبی صلی الله علیه وسلم أن صلة الرحم أو بر الوالدین سبب لدخول الجنة، وهو إشارة إلی أنه إذا بر والدته بطلاق زوجته کان ذلك سبباً لدخول الجنة. لکن لیس کل والد یأمر ابنه بطلاق زوجته تجب طاعته؛ فإن رجلاً سأل الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله، قال إن أبی یقول: طلق امرأتك، وأنا أحبها، قال: لا تطلقها، قال: ألیس النبی صلی الله علیه وسلم قد أمر ابن عمر أن یطلق زوجته لما أمره عمر، فقال له الإمام أحمد: وهل أبوك عمر؛ لأن عمر نعلم علم الیقین أنه لن یأمر عبد الله بطلاق زوجته إلا لسبب شرعی، وقد یکون ابن عمر لم یعلمه؛ لأنه من المستحیل أن عمر یأمر ابنه بطلاق زوجته لیفرق بینه وبین زوجته بدون سبب شرعی. فهذا بعید. وعلی هذا فإذا أمرك أبوك أو أمك بأن تطلق امرأتك، وأنت تحبها ولم تجد علیها مأخذاً شرعیاً فلا تطلقها؛ لأن هذه من الحاجات الخاصة التی لا یتدخل أحد فیها بین الإنسان وبین زوجته.

[۲] آپ کے مسائل اور ان کا حل:(7:228)۔

نیز حدیثِ بالا میں "چھڑی نہ ہٹانے" کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے بے فکر نہ ہوں کہ باپ تنبیہ نہیں کرتا اور مارتا نہیں، جو چاہے کرتے رہو بلکہ ان کو حدودِ شرعیہ کے تحت کبھی کبھی مارتے رہنا چاہیے کہ بغیر مار کے اکثر تنبیہ نہیں ہوتی۔ بہت سی حدیثوں میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ بچہ کو سات برس کی عمر میں نماز کا حکم کرو اور دس برس کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارو۔[۱]

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كُلُّ الذُّنُوبِ يُؤَخِّرُ اللهُ مَا شَاءَ مِنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا عُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى يُعَجِّلُهُ لِصَاحِبِهِ فِي الْحَيَاةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب گناہوں میں سے جس گناہ کو اللہ تعالی چاہتا ہے قیامت کے دن تک مؤخر رکھتا ہے سوائے والدین کی نافرمانی کے، کہ اللہ تعالی اس گناہ والے کو مرنے سے پہلے ہی اس کی زندگی میں اس کا جلد بدلہ دکھا دیتا ہے۔

---

[۱]فضائل اعمال بتلخیص:318۔

[۲]المستدرك على الصحيحين للحاكم:7263، وقال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه۔ وتعقبه الذهبي في التلخيص بقوله: بكار بن عبد العزيز ضعيف۔

دوسرا باب

فصل اول: وفاتِ والدین کے بعد اُن کی خدمت اور ان سے حسن سلوک

عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ مَالِكِ بْنِ رَبِيعَةَ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ: نَعَمْ الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا، وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا[1]

حضرت ابو اُسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اتنے میں قبیلہ بنو سلمہ کے ایک آدمی آئے اور دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کیا والدین کی وفات کے بعد بھی کوئی ایسی شئی باقی ہے جس کے ذریعہ میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ان کیلئے خیر ورحمت کی دعا کرتے رہنا، ان کیلئے اللہ سے مغفرت مانگنا، ان کا اگر کوئی عہد معاہدہ کسی سے ہو تو ان کے جانے کے بعد اس کو پورا کرنا، جن لوگوں سے ان کی وجہ سے رشتہ داری ہے ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا، اور ان کے دوستوں کا اکرام واحترام کرنا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الرَّجُلَ لَتُرْفَعُ دَرَجَتُهُ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ: أَنَّى هٰذَا؟ فَيُقَالُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ"[2]

---

[۱]سنن أبي داود:5142 وسنن ابن ماجه 3664۔ [۲]سنن ابن ماجه :3660، وقال البوصيري في "مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه 4:98": هذا إسناد صحيح رجاله ثقات رواه الإمام أحمد في مسنده من حديث أبي هريرة أيضا ورواه البيهقي في الكبرى من طريق حماد بن زيد عن عاصم بن بهدلة به۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک آدمی کا درجہ بلند کیا جائے گا تو وہ پوچھے گا: یہ کس وجہ سے ہوا؟ اُسے کہا جائے گا: اس لیے کہ تیری اولاد نے تیرے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کی ہے۔

أَنْبَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا، أَيَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّ حَائِطِيَ المِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کی وفات کے وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ بعد میں آ کر عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنی والدہ کی وفات کے وقت حاضر نہیں تھا۔ اب اگر میں کوئی چیز ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کے لیے یہ فائدہ مند ثابت ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: تو پھر میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا ”مخراف“ نامی باغ اُن پر صدقہ ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ[2]

---

[1] صحيح البخاری 2756۔ [2] صحيح مسلم 1631۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان جب مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کے بھی ساتھ ہی ختم ہوجاتے ہیں سوائے تین اعمال کے (کہ ان تین اعمال کا ثواب اس کے مرنے کے بعد بھی اس کو ملتا رہتا ہے): صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے نفع ہوتا رہے یا نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرتی رہے۔

عَن أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُول اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيه وَسَلَّم: سَبْعٌ يَجْرِي لِلْعَبْدِ أَجْرُهُنَّ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ، وهُو فِي قَبْرِهِ: مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا، أَوْ كَرَى نَهْرًا، أَوْ حَفَرَ بِئْرًا، أَوْ غَرَسَ نَخْلا، أَوْ بَنَى مَسْجِدًا، أَوْ وَرَّثَ مُصْحَفًا، أَوْ تَرَكَ وَلَدًا يَسْتَغْفِرُ لَهُ بَعْدَ مَوْتِهِ[۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات چیزیں ایسی ہیں کہ انسان کے مرنے کے بعد بھی ان کا اجر جاری رہتا ہے حالانکہ انسان قبر میں ہوتا ہے: جس نے علم پڑھایا، یا (لوگوں کیلئے) نہر کھدوادی یا کنواں کھدوا دیا، یا درخت لگادیا، یا مسجد بنادی، یا قرآن مجید چھوڑ گیا (جس سے لوگ تلاوت کرتے رہیں گے)، یا ایسی اولاد چھوڑ گیا جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لئے استغفار کرتی رہے۔

---

[۱]مسند البزار: (7289) وقال المنذری فی "الترغیب" (113/1): "رواه البزار وأبو نعيم فی الحلية وقال هذا حديث غريب من حديث قتادة تفرد به أبو نعيم عن العزرمی ورواه البيهقی ثم قال محمد بن عبد الله العزرمی ضعيف غير أنه قد تقدمه ما يشهد لبعضه وهما يعنی هذا الحديث والحديث الذی ذكره قبله لا يخالفان الحديث الصحيح فقد قال فيه إلا من صدقة جارية وهو يجمع ما وردا به من الزيادة والنقصان انتهى۔ قال الحافظ عبد العظيم: وقد رواه ابن ماجه وابن خزيمة فی صحيحه بنحوه من حديث أبی هريرة ويأتی إن شاء الله تعالى"۔

افیدِ گزارش: اس فصل کے اختتام پر گزارش ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ والدین کے مرنے کے بعد ان کیلئے دعائیں کرے، اللہ سے ان کیلئے بخشش مانگتا رہے اور ان کیلئے جانی و مالی ایصالِ ثواب کرتا رہے۔ نیز بہتر یہ ہے کہ اپنا کوئی معمول اور ضابطہ ایسا مقرر کرلے جس سے ان کو ثواب پہنچتا ہی رہے۔ مثلاً روزانہ چند رکعات نوافل، ماہانہ یا سالانہ کچھ مقرر کردہ صدقہ اور عمر بھر میں کم از کم ایک حج یا عمرہ ان کے ایصالِ ثواب کیلئے مختص کرلے، اس میں بہتر یہ ہے کہ والد یا والدہ کے ایصالِ ثواب کیلئے "حج بدل" کسی عالمِ دین سے کرائے تاکہ حج، غلطیوں سے پاک ہوکر، ثواب سے لبریز اُن تک پہنچے اور ان کی نجات و مغفرت کا سبب بنے۔ اور اگر اللہ تعالی نے زیادہ مالی وسعت دے رکھی ہو تو کوئی بڑا ایسا کام کردے جس سے ان کو خوب اجر وراحت پہنچے جیسے ان کے ایصالِ ثواب کیلئے کوئی مسجد بنوادے، یا کوئی مدرسہ قائم کروادے یا وقت وموقع کی مناسبت سے، علماء کرام کے مشورہ سے، کوئی رفاہی کام کروادے۔

فصل ثانی:

والدین کے قائم مقام رشتہ دار اور ان کے ساتھ حسن سلوک

عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الأُمِّ"[۱]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خالہ، ماں کے قائم مقام ہے۔

فائدہ: یعنی خالہ کے ساتھ بھی ماں جیسا حسن سلوک کرنا چاہیے [۲]۔ کہ یہ بھی دراصل ماں ہی کی تعظیم ہے کہ اُس کی وجہ سے اس کی بہن کے ساتھ حسن سلوک کیا جا رہا ہے۔ خدانخواستہ اگر ماں اولاد کو اپنی ناسمجھی کی بناء پر خالہ (یعنی اپنی بہن) کے ساتھ حسن سلوک سے منع کرے پھر بھی خالہ کے ساتھ حسن سلوک ترک نہیں کرنا چاہیے کیونکہ شریعت کا حق ماں کے حق پر مقدم ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيمًا فَهَلْ لِي تَوْبَةٌ؟ قَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ أُمٍّ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَبِرَّهَا[۳]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ! میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے، تو

---

[۱] سنن الترمذی: 1904، وقال أبو عیسی: وفی الحدیث قصة طویلة وهذا حدیث صحیح۔

[۲] تطریز ریاض الصالحین (1: 231)۔ [۳] سنن الترمذی: 1904۔

کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے (اور مجھے معافی مل سکتی ہے)؟ آپ ﷺ نے پوچھا: تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا کہ: ماں تو نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو کیا تمہاری کوئی خالہ ہے؟ اس نے عرض کیا کہ: ہاں! خالہ موجود ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس کی خدمت اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو (اللہ تعالی اس کی برکت سے تمہاری توبہ قبول فرمالے گا اور تمہیں معاف فرمادے گا)۔

فائدہ: توبہ کیا ہے؟ گناہ پر دل سے نادم وپشیمان ہوکر اللہ سے معافی مانگنا تاکہ اللہ کے غضب اور اس عذاب سے بچ جائے جس کا وہ گناہ کی وجہ سے مستحق ہوچکا ہے۔ اور توبہ کی قبولیت یہ ہے کہ اللہ پاک اس کو معاف فرمادے اور اس سے راضی ہوجائے۔ یوں تو سارے ہی اعمالِ صالحہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ گناہوں کے گندے اثرات کو مٹاتے ہیں اور اللہ کی رضا ورحمت کو کھینچتے ہیں (إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ) لیکن بعض اعمالِ صالحہ اس بارے میں غیر معمولی امتیازی شان رکھتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی خدمت اور اسی طرح خالہ اور نانی کی خدمت بھی انہی اعمال میں سے ہے جن کی برکت سے اللہ تعالی بڑے بڑے گناہگاروں اور سیاہ کاروں کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور ان سے راضی ہوجاتا ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظِئْرُهُ الَّتِي أَرْضَعَتْهُ، فَبَسَطَ لَهَا رِدَاءَهُ، ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِأُمِّي، أَجْلَسَهَا عَلَى رِدَائِهِ[1]

---

[1] البر والصلة للمروزی (80) وقال محققه: مرسل رجال إسناده ثقات. انتهى. قال العبد الضعيف عفا الله عنه: وكذا أخرج بمعناه أبو داود فی سننه (5144)، والترمذی فی سننه (1153) والحاكم فی مستدركه (6595) وسكت عنه الذهبی فی التلخيص.

حضرت محمد بن منکدرؒ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس آپ کی دایہ آئی جس نے بچپن میں آپ کو دودھ پلایا تھا تو آپ ﷺ نے اُن (کے اعزاز و اکرام) کے لیے اپنی چادر مبارک بچھادی اور فرمایا: خوش آمدید! امی جان! پھر اُن کو اپنی چادر پر بٹھایا۔

فائدہ: قرآن وحدیث کا حکم یہ ہے کہ کسی بچے کو (دو سال کی عمر کے اندر اندر) دودھ پلانے سے وہ عورت اس بچے کی سگی ماں کی طرح ماں بن جاتی ہے، حتیٰ کہ اُس کی اولاد اِس کے بہن بھائی اور اُس کی بہن اِس کی خالہ بن جاتی ہے (جیسا کہ اگلی روایت میں آرہا ہے) وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا اس دودھ پینے والے پر جس طرح اپنی نسبی ماں کا احترام لازم ہے اسی طرح اس رضاعی ماں کا احترام لازم ہے۔ اس لیے حیات بھر اکرام واحترام اور عزت و خدمت کے لحاظ سے اس نسبتِ رضاعت کی لاج رکھنی چاہیے البتہ میراث رشتۂ رضاعت میں جاری نہیں ہوتی۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الْحُسَيْنِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَتْ خَالَتُهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَنَزَعَ رِدَاءَهُ عَنْ ظَهْرِهِ فَبَسَطَهُ لَهَا وَقَالَ: "مَرْحَبًا بِأُمِّي" [١]

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس آپ کی رضاعی خالہ آئی۔ آپ ﷺ نے اپنی کمر مبارک سے چادر اتار کر ان کیلئے بچھادی اور فرمایا: خوش آمدید! امی جان!

---

[١] مكارم الأخلاق لابن أبي الدنيا(236)ولم أعثر على سنده صحة وضعفا من كلام المشايخ المحدثين۔

عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْعَمُّ أَبٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهُ أَبٌ، وَالْخَالَةُ وَالِدَةٌ إِذَا لَمْ تَكُنْ دُونَهَا أُمٌّ"[۱]

امام زُہریؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث پہنچی ہے جب باپ نہ ہو تو چچا، باپ ہوتا ہے اور جب ماں نہ ہو تو خالہ، ماں ہوتی ہے۔

فائدہ: حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ والد کی وفات کے بعد چچا، اور والدہ کی وفات کے بعد خالہ کے ساتھ حسن سلوک پہلے کی بنسبت زیادہ کرنا چاہیے۔ اور اس سلسلہ میں صرف زبانی حسن سلوک نہیں بلکہ بنیتِ سعادت مالی خدمت بھی کرنی چاہیے جیسا کہ آدمی اپنے حقیقی ماں باپ کی کرتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ الْوَرَّاقِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْعَمُّ وَالِدٌ"[۲]

حضرت عبد اللہ ورّاق سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چچا، والد ہوتا ہے۔

فائدہ: یعنی جس طرح آدمی پر اسکے والد کا احترام لازمی ہے اسی طرح چچا کا احترام ہے۔ لہٰذا مباح امور میں والد کی طرح چچا کی بھی نافرمانی درست نہیں ہے۔[۳]

---

[۱] البر والصلة للمروزی (82) وقال محققه: مرسل رجال إسناده ثقات۔ انتهى۔ قلتُ: وكذا فی "الجامع" لابن وهب (94)۔ وقال الزيلعی عن إسناده فی "نصب الراية" (3:268): حديث مرسل، والألبانی فی "إرواء الغليل": وابن شهاب تابعی صغير، فحديثه مرسل أو متصل۔۔۔

[۲] رواه المروزی فی "البر والصلة" (83) وقال محققه: مرسل إسناده حسن۔ انتهى۔ وذكره السيوطی فی "الفتح الكبير" (8013) والغَزّی فی "الاتقان" (1144) وعَدّاه مرسلا۔

[۳] قال المُناوی فی "التيسير بشرح الجامع الصغير" (2:157): (العم والد) أی نازل منزلته فی وجوب الاحترام لتفرعهما عن أصل واحد فلا ينبغی عقوقه۔

فصل ثالث:

والدین کے تعلق داروں کے ساتھ حسن سلوک

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَأَتَانِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، فَقَالَ: أَتَدْرِي لِمَ أَتَيْتُكَ؟، قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصِلَ أَبَاهُ فِي قَبْرِهِ فَلْيَصِلْ إِخْوَانَ أَبِيهِ بَعْدَهُ وَإِنَّهُ كَانَ بَيْنَ أَبِي عُمَرَ وَبَيْنَ أَبِيكَ إِخَاءٌ وَوُدٌّ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَصِلَ ذَاكَ.[۱]

حضرت ابو بُردہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ آیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میرے پاس تشریف لائے، پھر پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں آپ کے پاس کیوں آیا ہوں؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو کوئی یہ چاہے کہ اپنے والد کی قبر میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو اسے چاہیے کہ والد کے بعد اُن کے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔'' اور (اے ابو بردہ!) بات یہ ہے کہ میرے والد اور آپ کے والد کے درمیان بھائی چارہ اور محبت و پیار تھا تو میں نے چاہا کہ میں اس کی پاس داری کروں۔

فائدہ: ''والد کے بھائیوں'' سے اُس کے نسبی بھائی (یعنی اولاد کے چچا وغیرہ) مراد ہونے کے ساتھ ساتھ وہ لوگ بھی مراد ہیں جن کے ساتھ والد کا خلوص و محبت اور بھائیوں جیسا تعلق تھا۔

---

[۱] صحيح ابن حبّان 3662 وقال محققه: إسناده صحيح على شرط البخاري، ونسبه ابن حجر في "المطالب العالية" إلى أبي يعلى.

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: باپ کے ساتھ حسن سلوک کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کے چلے جانے کے بعد اس کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

فائدہ: "چلے جانے" سے مراد عارضی چلا جانا بھی ہوسکتا ہے اور مستقل چلا جانا یعنی مر جانا بھی ہوسکتا ہے۔ اور یہ درجہ بڑھا ہوا اس لیے ہے کہ زندگی میں تو اُس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک میں اپنے ذاتی اغراض کا شامہینہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے ساتھ تعلق کی قوّت اور اچھا سلوک ان اغراض کے پورا ہونے میں معین ہوگا جو والد سے وابستہ ہیں لیکن باپ کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرنا اپنے ذاتی اغراض سے بالاتر ہوتا ہے، اس میں باپ ہی کا احترام خالص رہ جاتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے، ابن دینارؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے راستہ میں تشریف لے جارہے تھے۔ راستہ میں ایک بدّو جاتا ہوا نظر پڑ گیا۔ حضرت ابن عمر نے اس کو اپنی سواری دے دی اور اپنے سر مبارک سے عِمامہ اتار کر اس کی نذر کردیا۔ ابن دینارؒ نے عرض کیا: حضرت! یہ شخص تو اس سے کم درجہ احسان پر بھی بہت خوش ہوجاتا (آپ نے عمامہ بھی دے دیا اور سواری بھی)۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ اس کا باپ میرے باپ کے دوستوں میں سے تھا اور میں نے حضور ﷺ سے سنا: "بہترین صلہ آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں پر احسان کرنا ہے۔"[۲]

---

[۱] صحیح مسلم: 2552۔ [۲] فضائل صدقات: 266۔

تنبیہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ان دونوں حدیثوں میں صرف باپ کے بھائیوں اور اہل محبت (وتعلق داروں) کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ بات پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ اس بارے میں ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے۔علاوہ ازیں اوپر حضرت ابو اسید ساعدی کی روایت سے جو حدیث ذکر کی جا چکی ہے اس میں ماں باپ دونوں کے اہل قرابت کے ساتھ حسن سلوک اور اہل محبت کے اکرام واحترام کو اولاد پر ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کا حق بتایا گیا ہے (لہٰذا شرعی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے ماں کی بہنوں اور اہل محبت کے ساتھ بھی حسن سلوک کرتے رہنا چاہیے)۔[1]

[1] معارف الحدیث 6:288۔

تیسرا باب

والدین کی خدمت اور انکے ساتھ حسن سلوک سے متعلقہ حکایات

(۱) عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: " كَانَتْ حَفْصَةُ تَرْحَمُ عَلَى الْهُذَيْلِ، وَتَقُولُ: كَانَ يَعْمَدُ إِلَى الْقَصَبِ، فَيُقَشِّرُهُ وَيُجَفِّفُهُ فِي الصَّيْفِ، فَإِذَا كَانَ الشِّتَاءُ، جَاءَ حَتَّى يَقْعُدَ خَلْفِي وَأَنَا أُصَلِّي، فَيُوقِدُ وَقُودًا رَفِيقًا يَنَالُنِي حَرُّهُ وَلَا يُؤْذِينِي دُخَانُهُ، وَكُنْتُ أَلْتَفِتُ مِنَ الصَّلَاةِ، فَأَقُولُ: يَا بُنَيَّ اللَّيْلُ، اذْهَبْ إِلَى أَهْلِكَ، فَيَقُولُ: يَا أُمَّاهُ. فَأَعْلَمُ مَا يُرِيدُ فَأَتْرُكُهُ، فَلَا يَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يَمْضِيَ مِنَ اللَّيْلِ، فَأَقُولُ: يَا بُنَيَّ الْحَقْ بِأَهْلِكَ، فَيَقُولُ: دَعِينِي فَأَعْرِفُ مَا أُرِيدُ، فَأَدَعُهُ فَرُبَّمَا كَانَ ذَلِكَ حَتَّى يُصْبِحَ، وَكَانَ يَبْعَثُ إِلَيَّ بِحَلْبَةِ الْغَدَاةِ، فَأَقُولُ: يَا بُنَيَّ تَعْلَمُ، إِنِّي لَا أَشْرَبُ نَهَارًا، فَيَقُولُ: إِنَّ أَطْيَبَ اللَّبَنِ مَا بَاتَ فِي الضَّرْعِ، فَلَا أُحِبُّ أَنْ أُوثِرَ غَيْرَكِ، فَابْعَثِي بِهِ إِلَى مَنْ أَحْبَبْتِ[۱]

حضرت ہشامؒ کہتے ہیں کہ حضرت حفصہ بنت سیرینؒ پنے بیٹے ہُذَیلؒ پر بہت ترس کھاتی تھیں۔ وہ کہتی تھیں کہ ہذیل گرمیوں کے موسم میں جاتا، نرکل کی لکڑیاں اکٹھی کرتا، انہیں چھیلتا اور خشک کرتا۔ پھر جب سردیوں کا موسم آتا تو میں جس وقت نماز پڑھ رہی ہوتی وہ آتا اور میرے پیچھے آ کر بیٹھ جاتا اور ان نرکل کی لکڑیوں سے میرے قریب اس طرح آگ جلاتا کہ اس کی حرارت تو مجھے پہنچتی مگر اس کا دھواں مجھے تکلیف نہیں دیتا تھا۔ پھر میں جب نماز سے فارغ ہو لیتی تو میں کہتی کہ بیٹا! کافی رات ہو گئی ہے اب اپنے بال بچوں کے پاس چلے جاؤ۔ تو وہ جواب میں صرف اتنا کہتا: اے میری اماں جان!

---

[۱] البر والصلة لابن الجوزی: ۹۴۔

چناں چہ میں سمجھ جاتی کہ وہ کیا چاہتا ہے اس لیے میں بھی اس کو کچھ نہ کہتی۔ بہر حال وہ اسی طرح میری خدمت کے لیے تیار بیٹھا رہتا یہاں تک کہ جب کچھ مزید رات گزر جاتی تو میں اسے کہتی: بیٹا! اپنے بال بچوں کے پاس چلے جاؤ۔ وہ کہتا: مجھے میری حالت پہ چھوڑ دو میں اپنی حاجت وغرض سے خود ہی واقف ہوں۔ چناں چہ میں بھی اس کو چھوڑ دیتی وہ اسی حالت میں رہتا حتی کہ بعض دفعہ صبح ہو جاتی۔

نیز وہ صبح کا دوہا ہوا دودھ میرے پاس بھیجتا تو میں کہتی: بیٹا! تجھے معلوم ہے کہ میں دن کو دودھ نہیں پیتی۔ وہ کہتا: سب سے عمدہ دودھ وہ ہوتا ہے جس نے رات تھن میں گزاری ہو (اور صبح ہوتے ہی اسے دوہ لیا گیا ہو)۔ اس لیے میں نہیں چاہتا کہ یہ عمدہ قسم کا دودھ میں آپ کے بجائے کسی اور کو دوں۔ ہاں، آپ خود جسے دینا چاہیں دے دیں۔

---

(۲) عَنِ الْأَشْجِيِّ، قَالَ: اسْتَسْقَتْ أُمُّ مِسْعَرٍ مَاءً فِي بَعْضِ اللَّيْلِ، فَذَهَبَ، فَجَاءَهَا بِشَرْبَةٍ، فَوَجَدَهَا قَدْ ذَهَبَ بِهَا النَّوْمُ، فَبَاتَ بِالشَّرْبَةِ عِنْدَ رَأْسِهَا حَتَّى أَصْبَحَ[۱]

حضرت اشجیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مِسعَرؒ کی والدہ نے ایک مرتبہ رات کے کسی حصہ میں اُن سے پانی مانگا۔ وہ اٹھ کر گئے اور پانی لے کر ان کے پاس حاضر ہوئے تو دیکھا کہ وہ سو چکی تھیں۔ اور وہ ساری رات پانی لے کر ان کے سرہانے کھڑے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

---

[۱] البر والصلۃ لابن الجوزی: ۹۵۔

(۳) عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، يَقُولُ: " كَانَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ لَا يَأْكُلُ مَعَ أُمِّهِ، وَكَانَ أَبَرَّ النَّاسِ بِهَا، فَقِيلَ لَهُ فِي ذَلِكَ، فَقَالَ: أَخَافُ أَنْ آكُلَ مَعَهَا فَتَسْبِقُ عَيْنُهَا إِلَى شَيْءٍ مِنَ الطَّعَامِ، وَأَنَا لَا أَعْلَمُ بِهِ فَآكُلَهُ، فَأَكُونُ قَدْ عَقَقْتُهَا[۱] "

حضرت زہریؒ فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت علی بن حسین اپنی والدہ کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے اور وہ اپنی والدہ کے ساتھ بہت زیادہ حسن سلوک کرنے والے انسان تھے۔ حضرت علی بن حسین سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا: مجھے اس بات کا خوف ہے کہ میں ان کے ساتھ کھانا کھا رہا ہوں اور ان کو اُس کھانے میں کوئی چیز اچھی نظر آئے اور مجھے پتا نہ چلے اور میں اُسی چیز کو اٹھا کے کھالوں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری طرف سے والدہ کے ساتھ بدسلوکی ہوگی۔

---

(۴) عَنْ حَفْصَةَ، قَالَتْ: كَانَ مُحَمَّدٌ إِذَا دَخَلَ عَلَى أُمِّهِ لَمْ يُكَلِّمْهَا بِلِسَانِهِ كُلِّهِ تَخَشُّعًا لَهَا عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، قَالَ: دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ وَهُوَ عِنْدَ أُمِّهِ، فَقَالَ: مَا شَأْنُ مُحَمَّدٍ أَيَشْتَكِي شَيْئًا؟ فَقَالُوا: لَا، وَلَكِنَّهُ هَكَذَا يَكُونُ إِذَا كَانَ عِنْدَ أُمِّهِ[۲]

حضرت حفصہؒ کہتی ہیں کہ محمد بن سیرینؒ جب اپنی والدہ کے پاس آتے تو ان کے آگے عاجزی وانکساری برتنے کے پیشِ نظر ان کے سامنے ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالتے۔ حضرت ابن عونؒ کا بیان ہے کہ ایک شخص محمد بن سیرینؒ کے پاس آیا اور وہ اپنی

---

[۱] البر والصلة لابن الجوزی: ۹۰ [۲] البر والصلة لابن الجوزی: ۹۱۔

والدہ کے پاس (ادب واحترام میں چپ چاپ وگم سم) بیٹھے ہوئے تھے۔وہ شخص کہنے لگا کہ محمدؒ کو کیا ہوا ہے، کیا انہیں کوئی تکلیف ہے؟لوگوں نے بتایا:نہیں! بلکہ ان کی یہی حالت ہوتی ہے جب وہ اپنی والدہ کے پاس ہوتے ہیں۔

---

(۵) قَالَ مُصْعَبُ بْنُ عُثْمَانَ : كَانَ الزُّبَيْرُ بْنُ هِشَامٍ بَارًّا بِأَبِيهِ، إِنْ كَانَ لَيَرْقَى إِلَى السَّطْحِ فِي الْحَرِّ فَيُؤْتَى بِالْمَاءِ الْبَارِدِ، فَإِذَا ذَاقَهُ فَوَجَدَ بَرْدَهُ لَمْ يَشْرَبْهُ وَأَرْسَلَهُ إِلَى أَبِيهِ[۱]

حضرت مصعب بن عثمانؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر بن ہشام اپنے والد کے خدمت گزار انسان تھے۔وہ گرمیوں کے موسم میں گھر کی چھت پر چڑھتے پھر ان کے لیے ٹھنڈا پانی لایا جاتا۔جب وہ اس کو پینے لگتے اور اس کی ٹھنڈک محسوس کرتے پھر اس کو خود نہ پیتے بلکہ اسے اپنے والد محترم کے پاس بھجوا دیتے۔

---

(۶) عَنِ ابْنِ عَوْنٍ: أَنَّهُ نَادَتْهُ أُمُّهُ فَأَجَابَهَا فَعَلَا صَوْتُهُ صَوْتَهَا فَأَعْتَقَ رَقَبَتَيْنِ[۲]

حضرت ابن عونؒ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ اِن کی والدہ نے ان کو بلایا تو جواب میں اِن کی آواز اُن کی آواز سے اونچی ہوگئی جس پر انہوں نے (ندامت میں آ کر اس غلطی کے کفارہ میں) دو غلام آزاد کر دیے۔

---

[۱]البر والصلة لابن الجوزی:۲۹ [۲]البر والصلة لابن الجوزی:۹۸۔

(۷) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، قَالَ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ: بَاتَ عُمَرُ يَعْنِي أَخَاهُ يُصَلِّي، وَبِتُّ أَغْمِزُ رِجْلَ أُمِّي، وَمَا أُحِبُّ أَنَّ لَيْلَتِي بِلَيْلَتِهِ

حضرت محمد بن منکدرؒ کہتے ہیں کہ میرا بھائی عمر تو نماز پڑھنے میں رات گزارتا تھا اور میں والدہ کے پاؤں دبانے میں رات گزارتا تھا۔ مجھے اس کی کبھی تمنا نہیں ہوئی کہ ان کی رات (کا ثواب) میری رات کے بدلہ میں مجھے مل جائے۔

---

(۸) بَلَغَنَا عَنْ عُمَرَ بْنِ ذَرٍّ: أَنَّهُ لَمَّا مَاتَ ابْنُهُ، قِيلَ لَهُ: كَيْفَ كَانَ بِرُّهُ؟ قَالَ: مَا مَشَى مَعِي نَهَارًا قَطُّ إِلَّا كَانَ خَلْفِي، وَلَا لَيْلًا إِلَّا كَانَ أَمَامِي، وَلَا رَقِيَ عَلَى سَطْحٍ أَنَا تَحْتَهُ [۲]

حضرت عمر بن ذرؒ کے بیٹے کا جب انتقال ہوا تو ان سے دریافت کیا گیا کہ اس کا آپ کے ساتھ سلوک کیسا تھا؟ فرمایا: وہ جب بھی میرے ساتھ چلتا تھا تو دن کو ہمیشہ میرے پیچھے اور رات کو میرے آگے ہوتا تھا۔ نیز وہ کبھی اُس چھت کے اوپر نہیں چڑھا جس کے نیچے میں بیٹھا ہوا تھا۔

---

(۹) قَالَ الْمُعَلَّى بْنُ أَيُّوبَ: سَمِعْتُ الْمَأْمُونَ، يَقُولُ: " لَمْ أَرَ أَبَرَّ مِنَ الْفَضْلِ بْنِ يَحْيَى بِأَبِيهِ، بَلَغَ مِنْ بِرِّهِ بِأَبِيهِ: أَنَّ يَحْيَى كَانَ لَا يَتَوَضَّأُ إِلَّا بِالْمَاءِ الْحَارِّ، وَكَانَ فِي السِّجْنِ، فَمَنَعَهُمَا السَّجَّانُ مِنْ إِدْخَالِ الْحَطَبِ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ، فَقَامَ الْفَضْلُ حِينَ أَخَذَ يَحْيَى مَضْجَعَهُ إِلَى قُمْقُمٍ يُسَخِّنُ فِيهِ الْمَاءَ، فَمَلَأَهُ، ثُمَّ

---

[۱] البر والصلة لابن الجوزی:۰۰۱ [۲] البر والصلة لابن الجوزی:۱۰۰۔

أَدْنَاهُ مِنْ نَارِ الْمِصْبَاحِ. فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا وَهُوَ فِي يَدِهِ حَتَّى أَصْبَحَ.
وَحَكَى غَيْرُ الْمَأْمُونِ: أَنَّ السَّجَّانَ فَطِنَ لِارْتِفَاقِهِ بِالْمِصْبَاحِ فِي تَغْيِيرِ الْمَاءِ، فَمَنَعَهُمْ مِنَ الِاسْتِصْبَاحِ فِي اللَّيْلَةِ الْقَابِلَةِ، فَعَمِدَ الْفَضْلُ إِلَى الْقُمْقُمِ مَمْلُوءًا فَأَخَذَهُ مَعَهُ فِي فِرَاشِهِ، وَأَلْصَقَهُ بِأَحْشَائِهِ حَتَّى أَصْبَحَ وَقَدْ فَتَرَ الْمَاءُ"[۱]

حضرت مامونؒ کہتے ہیں کہ میں نے فضل بن یحییٰ سے زیادہ کسی شخص کو اپنے والد کا خدمت گزار نہیں دیکھا۔ اس کے واقعاتِ خدمت میں سے ہمیں ایک یہ واقعہ پہنچا ہے کہ ان کے والد ــ"یحییٰ"ــ ہمیشہ گرم پانی سے ہی وضو کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ باپ بیٹا دونوں جیل میں تھے۔ جیل کے داروغہ نے ایک سرد رات میں انہیں لکڑیاں اندر لانے سے منع کر دیا۔ جب یحییٰ سو گئے تو فضل ــ"سماور[۲]"ــ میں پانی گرم کرنے کے لیے اٹھے۔ اس کو پانی سے بھر کر اسے چراغ کی آگ کے قریب کیا اور اس (سماور) کو ہاتھ میں لے کر کھڑے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

ایک دوسرے راوی کا بیان ہے کہ داروغہ بھانپ گیا کہ یہ شخص پانی کو (ٹھنڈک سے حرارت کی طرف) تبدیل کرنے میں چراغ سے مدد لیتا ہے اس لیے اس نے آئندہ رات انہیں چراغ جلانے سے منع کر دیا۔ لہٰذا فضل نے سماور کو پانی سے بھرا اور اسے اپنے ساتھ بستر میں لے گیا اور اس کو ساری رات اپنے پیٹ کے ساتھ چمٹائے رکھا یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور پانی بھی نیم گرم ہو چکا تھا۔

---

[۱] البر والصلة لابن الجوزي: ۱۰۱ [۲] پانی گرم کرنے دوہرا برتن جو تانبے یا پیتل کا ہوتا ہے جس کے اندر آگ جلتی ہے اور باہر پانی گرم ہوتا ہے۔ کذا فی فیروز اللغات ص: ۸۰۸

(۱۰) حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص کے چار بیٹے تھے۔ وہ بیمار ہوا۔ ان بیٹوں میں سے ایک نے اپنے تین بھائیوں سے کہا: اگر تم باپ کی تیمارداری اس شرط پر کرو کہ تم کو باپ کی میراث میں سے کچھ نہیں ملے گا تو تم کرو، ورنہ میں اس شرط پر تیمار داری کرتا ہوں کہ میراث میں سے کچھ نہیں لوں گا۔ وہ اس پر راضی ہو گئے کہ تُو ہی اس شرط پر تیمارداری کر، ہم نہیں کرتے۔ اس نے خوب خدمت کی لیکن والد کا انتقال ہی ہو گیا اور شرط کے موافق اس نے کچھ نہ لیا۔ رات کو خواب میں دیکھا، کوئی شخص کہتا ہے، فلاں جگہ سو (۱۰۰) دینار گڑے ہوئے ہیں، وہ تُو لے لے۔ اس نے خواب میں ہی دریافت کیا: ان میں برکت بھی ہوگی؟ اس نے کہا: ان میں برکت نہیں ہے۔ صبح کو بیوی سے خواب کا ذکر کیا۔ اس نے ان کے نکالنے پر اصرار کیا، اس نے نہ مانا۔

دوسرے دن پھر خواب دیکھا جس میں کسی دوسری جگہ دس (۱۰) دینار بتائے۔ اس نے پھر وہی برکت کا سوال کیا۔ اس نے کہا کہ برکت ان میں نہیں ہے۔ اس نے صبح کو بیوی سے اس کا بھی ذکر کیا، اس نے پھر اصرار کیا، مگر وہ نہ مانا۔ تیسرے دن اس نے پھر خواب دیکھا۔ کوئی شخص کہتا ہے کہ فلاں جگہ جا۔ وہاں تجھے ایک دینار ملے گا، وہ لے لے۔ اس نے پھر وہی برکت کا سوال کیا۔ اس شخص نے کہا: ہاں! اس میں برکت ہے۔ یہ جا کر وہ دینار لے آیا اور بازار میں جا کر اس سے دو مچھلیاں خریدیں جن میں سے ہر ایک کے اندر سے ایک ایسا موتی نکلا جس قسم کا عمر بھر کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ بادشاہِ وقت نے ان دونوں کو بہت اصرار سے نوّے خچروں کے بوجھ کے بقدر سونے سے خریدا۔ [۱]

---

[۱] فضائل صدقات: ص: ۲۶۰۔

چوتھا باب

اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک کا بیان

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ: كَانُوا يَقُولُونَ: أَكْرِمْ وَلَدَكَ وَأَحْسِنْ أَدَبَهُ۔

حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں: صحابۂ کرام وتابعین عظام یہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنی اولاد کا اکرام (اور اس سے شفقت ومحبت والا برتاؤ) کرو اور اس کی اچھی تربیت کرو۔

فائدہ: اولاد کا اکرام یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ وامانت سمجھ کر ان کی قدر اور ان کا لحاظ کیا جائے۔ نیز حسب استطاعت ان کی ضروریاتِ حیات کا بندوبست کیا جائے اور ان کو یہ احساس نہ ہونے پائے کہ خدانخواستہ وہ آپ پر بوجھ ہیں۔ علاوہ ازیں ایک اہم امر یہ ہے کہ "تنبیہ" کے نام پر "توہین" نہ کی جائے، ان کی عزتِ نفس کا خیال رکھا جائے۔ آج کل والدین میں یہ عمومی خطا پائی جاتی ہے کہ وہ تربیت وتنبیہ کے عنوان سے اولاد کی عزتِ نفس مجروح کردیتے ہیں جس سے بجائے تنبیہ ہونے اور ان کے سنورنے کے ان میں مادۂ بغاوت پنپنا شروع ہوجاتا ہے جو مُرورِ زماں کے ساتھ ان کو والدین کا نافرمان وباغی بنادیتا ہے۔ لہٰذا بہت ضروری ہے کہ والدین روایتِ بالا میں مذکور حکم شرعی کو سمجھیں اور اس کے مطابق اولاد کی تربیت کریں۔ اس طریقہ سے ان شاء اللہ اولاد دل سے والدین کا احترام کرے گی اور بخوشی انکی ہدایات وارشادات پر عمل پیرا ہوگی۔

---

[۱] الجامع فی الحديث لابن وهب (105)، المصنف لابن أبي شيبة (25653)، البر والصلة للمروزی (144)۔ قال العبد الضعيف عفا الله عنه: ورد بمعناه حديث مرفوع بلفظ "أكرموا أولادكم وأحسنوا أدبهم" رواه ابن ماجه فی "سننه" (3671) والقُضاعی فی "مسند الشهاب" (665)، والعُقيلی فی "الضعفاء الكبير" (1: 214) كلهم عن أنس بن مالك، ولكننی لم أذكره ههنا بما أنه تُكلم فی إسناده من جهة "الحارث بن النعمان" (راوٍ من رواته)؛ حيث قال البوصيری فی "مصباح الزجاجة" (1224): الحارث وإن ذكره ابن حبان فی الثقات فقد ليّنه أبو حاتم وقال البخاری منكر الحديث وقال العقيلی أحاديثه مناكير۔

اس سے البتہ اذہان میں یہ خیال جنم لے سکتا ہے کہ اولاد کا اکرام و اعزاز اُن کے بے ادب ہو جانے کا وسیلہ بن سکتا ہے۔اسی ازالۂ وہم کیلئے علامہ سندھیؒ رقم طراز ہیں کہ اکرام کے ساتھ ساتھ ـــ"احسانِ ادب ـــ" کا بھی یہاں حکم دیا گیا ہے یعنی ان کی عزت افزائی کو اپنی بصیرت کے ساتھ اس حد تک رکھا جائے کہ ان کی ـــ"حسنِ تربیت ـــ" متاثر نہ ہونے پائے۔ بہر حال راہِ اعتدال کو اختیار کرتے ہوئے ـــ"اکرامِ اولاد ـــ" اور ـــ"حسنِ تربیت ـــ" ہر دو متوازن رکھا جائے۔[۱]

امام مُناوی لکھتے ہیں کہ اچھی تربیت یہ ہے کہ ان کو مجاہدۂ نفس اور اچھے اخلاق کی تعلیم دی جائے اور انہیں احکامِ شرعیہ پر آمادہ کیا جائے۔اور اکرام کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ انہیں دنیا کی زیب وزینت سے آراستہ اور شہواتِ دنیا کا عادی بنا دیا جائے۔[۲]

عَنْ مُسْلِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْحَنَفِيِّ، قَالَ: بَرَّ وَلَدَكَ فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ يَبَرَّكَ، فَإِنَّ مَنْ شَاءَ أَعَقَّهُ وَلَدُهُ[۳]

حضرت مسلم بن عبداللہ فرماتے ہیں: اپنی اولاد کے ساتھ حسن سلوک کرو کہ تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ حسن سلوک کرے گی کیونکہ جو اپنی اولاد کے ساتھ نفرت آمیز رویہ سے پیش آتا ہے اس کی اولاد اس کی نافرمانی کرتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: إِنَّمَا سَمَّاهُمُ اللهُ أَبْرَارًا، لِأَنَّهُمْ بَرُّوا الْآبَاءَ وَالْأَبْنَاءَ،

---

[۱] كفاية الحاجة فى شرح سنن ابن ماجه ، الشهير بحاشية السندى على سنن ابن ماجه(2:391)۔

[۲] فيض القدير شرح الجامع الصغير(2:90)۔[۳] البر والصلة للمَرْوَزِى:142،وقال محققه: فى إسناده مسلم بن عبد الله الحنفى لم أقف عليه وأغلب الظن عندى أنه تصحف من بكر بن عبد الله المزنى وأما عاصم بن سليمان فهو الأحول ثقة۔

كَمَا أَنَّ لِوَالِدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، كَذَلِكَ لِوَلَدِكَ عَلَيْكَ الْحَقُّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کا نام "ابرار" (نیک لوگ) رکھا ہے وہ اس لیے کہ ان لوگوں نے اپنے باپوں اور بیٹوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جیسا کہ تیرے باپ کا تیرے اوپر حق ہے اسی طرح تیرے بیٹے کا بھی تیرے اوپر حق ہے۔

عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ لَيُؤْجَرُ فِي مَسْحِ يَدِهِ عَلَى رَأْسِ وَلَدِهِ، وَفِي إِتْيَانِهِ امْرَأَتَهُ

حضرت شعبیؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ آدمی کو اپنے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنے اور اپنی بیوی سے ہمبستر ہونے میں بھی اجر ملتا ہے۔

خاص کر لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کا بیان [۳]

آج تک بھی بہت سے علاقوں میں لڑکی کو ایک بوجھ اور مصیبت سمجھا جاتا ہے اور اس کے پیدا ہونے پر گھر میں بجائے خوشی کے افسردگی اور غمی کی فضا ہو جاتی ہے۔ یہ حالت تو آج ہے لیکن اسلام سے پہلے عربوں میں تو بے چاری لڑکی کو باعثِ ننگ وعار تصور کیا جاتا تھا اور اس کا یہ حق بھی نہیں سمجھا جاتا تھا کہ اس کو زندہ ہی رہنے دیا جائے۔ بہت سے شقی القلب خود اپنے ہاتھوں سے اس اپنی بچی کا گلا گھونٹ کر اس کا خاتمہ کر دیتے تھے یا اس کو (نعوذ باللہ) زندہ زمین میں دفن کر دیتے تھے۔

---

[۱] الأدب المفرد 94 وإسناده ضعيف [۲] البر والصلة للمَرْوَزی 8 وقال محققه: مرسل فی إسناده عمرو بن منصور وهو الهمدانی المشرقی صدوق یهم من السابعة وبقیة رجاله ثقات۔ [۳] معظمہ من معارف الحدیث

ان کا یہ حال قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ[۱]۔۔

ترجمہ: ”اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی (پیدائش کی) خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں کڑھتا رہتا ہے * اس خوشخبری کو برا سمجھ کر لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، (اور سوچتا ہے کہ) ذلت برداشت کر کے اُسے اپنے پاس رہنے دے یا اُسے زمین میں گاڑ دے۔۔۔“

یہ تھا لڑکیوں کے بارے میں ان عربوں کا ظالمانہ رویہ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اس کے مقابلہ میں اسلام نے آ کر لڑکیوں کو عزت دی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا بارہا اور متعدد عناوین سے درس دیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات کی روشنی میں ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ وُلِدَتْ لَهُ ابْنَةٌ، فَلَمْ يَئِدْهَا، وَلَمْ يُهِنْهَا، وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا - يَعْنِي الذَّكَرَ - أَدْخَلَهُ اللهُ بِهَا الْجَنَّةَ[۲]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے ہاں بیٹی پیدا ہو پھر وہ نہ تو اسے زندہ در گور کرے، نہ اس کی توہین اور ناقدری کرے اور نہ (محبت اور برتاؤ میں) لڑکوں کو اس پر ترجیح دے (یعنی اس کے ساتھ ویسا

---

[۱]سورة النحل 59,58۔ [۲]أخرجه أحمد في "مسنده" 1957، وأبوداود في "سننه" 5146، وابن أبي شيبة في "مصنفه" 25435، والحاكم بمعناه في "مستدركه" 7348 وقال: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه ووافقه الذهبي في التلخيص۔

ہی برتاؤ کرے جیسا کہ لڑکوں کے ساتھ کرتا ہے) تو اللہ تعالی لڑکی کے ساتھ اس حسن سلوک کے صلہ میں اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ، فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ[1]۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس بندے یا بندی پر اللہ تعالی کی طرف سے بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی (اور اس نے اس ذمہ داری کو ادا کیا) اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بیٹیاں اس کیلئے دوزخ سے بچاؤ کا سامان بن جائیں گی۔

فائدہ: حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اسی حدیث کی ایک روایت میں وہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے جس کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی۔ اور وہ یہ ہے کہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک نہایت غریب عورت کچھ مانگنے کے لیے آئی، اس کے ساتھ اس کی دو بچیاں بھی تھیں، اتفاق سے ان کے پاس اس وقت صرف ایک کھجور تھی۔ حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے وہی کھجور اس بیچاری کو دے دی۔ اس نے اسی ایک کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں میں تقسیم کر دیے اور خود اس میں سے کچھ بھی نہیں لیا اور چلی گئی۔

کچھ دیر بعد رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لائے تو میں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جس بندے یا بندی پر بیٹیوں کی ذمہ داری

---

[1] صحیح مسلم 2629۔

پڑے اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہ بیٹیاں آخرت میں اس کی نجات کا سامان بنیں گی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ آدمی اگر بالفرض اپنے کچھ گناہوں کی وجہ سے سزا اور عذاب کے قابل ہوگا تو لڑکیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے صلہ میں اس کی مغفرت فرمادی جائے گی اور وہ دوزخ سے بچادیا جائے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک دوسری روایت میں جس کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک بیچاری مسکین عورت اپنی دو بچیوں کو گود میں لیے ان کے پاس آئی اور سوال کیا، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کو تین کھجوریں دیں۔ اس نے ایک ایک دونوں بچیوں کو دے دی اورا یک خود کھانے کیلئے اپنے منہ میں رکھنے لگی، بچیوں نے اس تیسری کھجور کو بھی مانگا تو اس نے وہ خود نہیں کھائی بلکہ وہ بھی آدھی آدھی کر کے دونوں بچیوں کو دے دی۔ حضرت عائشہ اس کے اس طرز عمل سے بہت متاثر ہوئیں اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالی نے اس عورت کے اسی عمل کی وجہ سے اس کیلئے جنت کا اور دوزخ سے رہائی کا فیصلہ فرمادیا۔“

ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ یہ دونوں واقعے الگ الگ پیش آئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ واقعہ ایک ہی ہو اور راویوں کے بیان میں اختلاف ہوگیا ہو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُدْرِكُ لَهُ ابْنَتَانِ، فَيُحْسِنُ إِلَيْهِمَا مَا صَحِبَتَاهُ - أَوْ صَحِبَهُمَا - إِلَّا

أَدْخَلَتَاهُ الْجَنَّةَ[۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کی دو بیٹیاں ہوں جب تک وہ اِس کے پاس رہیں یہ اُن سے حسنِ سلوک کرے تو یہی دو بیٹیاں اس کو جنت میں داخل کرائیں گی۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ، فَأَدَّبَهُنَّ، وَزَوَّجَهُنَّ، وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، فَلَهُ الْجَنَّةُ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تین بیٹیوں کی پرورش کی پھر ان کو اسلام کی تعلیم دی اور ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تو اُس کے لیے جنت ہے۔

فائدہ: حضرت ابوسعید خدری ہی کی ایک روایت میں بیٹیوں کے ساتھ بہنوں کا بھی تذکرہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندے نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں، یا دو بیٹیوں یا دو بہنوں کا بار اٹھایا اور ان کی دینی تربیت کی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور پھر ان کی شادی کرادی تو اللہ تعالی کی طرف سے اس بندے کیلئے جنت کا فیصلہ ہے۔

---

[۱] أخرجه أحمد فی "مسنده" (5/396) رقم (3424). وقال محققه: حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف لضعف شرحبيل أبي سعد: وهو شرحبيل بن سعد الخطمي المدني مولى الأنصار. و كذا فی "الأدب المفرد" للبخاری (1/41) رقم (77)، و"المستدرك على الصحيحين" للحاكم (4/196) رقم (7351)، و"شعب الإيمان" للبيهقي (13/384) رقم (10512)، و"مكارم الأخلاق" للخرائطي (1/210) رقم: 637۔ [۲] سنن أبي داود (4/338) رقم: 5147۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَصَبَرَ عَلَى لَأْوَائِهِنَّ، وَسَرَّائِهِنَّ، وَضَرَّائِهِنَّ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُنَّ، قَالَ رَجُلٌ: وَابْنَتَانِ؟ قَالَ: وَابْنَتَانِ، قَالَ رَجُلٌ: وَوَاحِدَةٌ؟ قَالَ: وَوَاحِدَةٌ[۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی بیماری و مفلسی اور ان کی خوشحالی و مصیبت (الغرض ہر حال میں اُن) پر صبر کرے تو اللہ تعالی، اُن لڑکیوں پر اپنی رحمت کی برکت سے، اس شخص کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ ایک آدمی نے پوچھا: اور اگر دو بیٹیاں ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (خواہ) دو بیٹیاں ہوں۔ اس نے پھر پوچھا: اور اگر ایک بیٹی ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (خواہ) ایک بیٹی ہو (پھر بھی یہی اجر ہے)۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ[۲]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بندہ دو لڑکیوں کا بار اٹھائے اور انکی پرورش کرے، یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ جائیں تو وہ اور میں قیامت کے دن (اس طرح ساتھ) آئیں گے۔ راوی حضرت انس رضی اللہ

---

[۱] مصنف ابن أبي شيبة (5/ 222) رقم (25440) و كذا في مسند أحمد (14/ 148) رقم (8425). قلت: وأخرجه أبو يعلى الموصلي في مسنده (4/ 342) رقم (2457) عن ابن عباس مرفوعا بلفظ: "ومن عال ثلاث بنات فأنفق عليهن وأحسن إليهن وجبت له الجنة". فقام رجل من الأعراب فقال: أو اثنتين؟ قال: نعم. حتى لو قال واحدة. لقال: نعم

[۲] صحيح مسلم 2631۔

عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو بالکل ملا کر دکھایا (یعنی جس طرح یہ انگلیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں، اسی طرح میں اور وہ شخص بالکل ساتھ ہوں گے)۔

ملحوظہ: احادیث بالا میں رسول اللہ ﷺ نے حسن سلوک کو لڑکیوں کا صرف حق ہی نہیں بتلایا بلکہ اللہ تعالی کی طرف سے اس پر داخلۂ جنت اور عذابِ دوزخ سے نجات کا آپ نے اعلان فرمایا اور یہ انتہائی خوشخبری سنائی کہ لڑکیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے اہلِ ایمان قیامت میں اس طرح میرے قریب اور بالکل میرے ساتھ ہوں گے جس طرح ایک ہاتھ کی باہم ملی ہوئی انگلیاں ساتھ ہوتی ہیں۔

دادو دِہش میں مساوات و برابری بھی اولاد کا حق ہے[۱]

رسول اللہ ﷺ نے اولاد کے بارے میں یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ دادو دِہش میں سب کے ساتھ انصاف اور برابری کا برتاؤ کیا جائے، یہ نہ ہو کہ کسی کو زیادہ نوازا جائے اور کسی کو محروم رکھا جائے یا کم دیا جائے۔ یہ چیز بذاتِ خود بھی مطلوب ہے اور اس عدل وانصاف کا بھی تقاضا ہے جو اللہ تعالی کو محبوب ہے۔ علاوہ ازیں اس میں یہ بھی حکمت و مصلحت ہے کہ اگر اولاد میں سے کسی کو زیادہ نوازا جائے اور کسی کو کم، تو ان میں باہم بغض وحسد پیدا ہوگا جو دین اور تقوی کیلئے تباہ کن اور ہزار ہا فتنوں کی جڑ ہے۔ نیز اولاد میں جس کے ساتھ ناانصافی ہوگی اس کے دل میں باپ کی طرف سے میل آئے گا اور شکایت کدورت پیدا ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس کا انجام کتنا خراب ہوگا۔ ان سب وجوہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں سخت تاکیدیں فرمائی ہیں اور اس رویہ کو ایک طرح کا ظلم قرار دیا ہے۔ اس باب میں مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں:

---

[۱] معظمہ ماخوذ من المعارف۔

(ا): عطیہ اور ہبہ میں مساوات:

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ أَنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلَامًا فَقَالَ: أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهُ؟: لَا قَالَ: فَأَرْجِعْهُ وَفِي رِوَايَةٍ: أَنَّهُ قَالَ: أَيَسُرُّكَ أَنْ يَكُونُوا إِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً؟ قَالَ: بَلَى قَالَ: فَلَا إِذَنْ وَفِي رِوَايَةٍ: أَنَّهُ قَالَ: أَعْطَانِي أَبِي عَطِيَّةً فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ: لَا أَرْضَى حَتَّى تشهد رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي أَعْطَيْتُ ابْنِي مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً فَأَمَرَتْنِي أَنْ أُشْهِدَكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: أَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هَذَا؟ قَالَ: لَا قَالَ: فَاتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ: فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهُ. وَفِي رِوَايَةٍ: أَنَّهُ قَالَ: لَا أشهد على جور[ا].

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (بعض روایت میں ہے کہ گود میں لے کر حاضر ہوئے) اور عرض کیا کہ میں نے اس بیٹے کو ایک غلام ہبہ کر دیا ہے۔ بعض روایات میں بجائے غلام کے باغ ہبہ کرنے کا ذکر ہے۔ بہر حال آنحضرت ﷺ ان سے پوچھا: کیا تم نے اپنے سب بچوں کو اتنا ہی دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں! (اوروں کو تو نہیں دیا ، صرف اسی لڑکے نعمان کو دیا ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر یہ تو ٹھیک نہیں۔ اور فرمایا: اس کو واپس لے لو۔ اور ایک روایت میں ہے: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری سب اولاد یکساں طور پر تمہاری فرمانبردار اور خدمت گزار بنے؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں! حضرت

[ا] مشكاة المصابيح (3019)، وهو متفق عليه۔

یہ تو ضرور چاہتا ہوں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ایسا نہ کرو(کہ ایک کو دو اور دوسروں کو محروم رکھو)اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہی کی ایک دوسری روایت میں (یہی واقعہ اس طرح بیان کیا گیا) ہے کہ میرے والد نے (میری والدہ کے اصرار پر) مجھے کچھ ہبہ کیا تو میری والدہ عَمرہ بنت رواحہ نے کہا کہ میں اس وقت تک خوش اور مطمئن نہیں ہوں گی جب تک تم رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ بنالو، چناں چہ میرے والد نعمان حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: میری بیوی عَمرہ بنت رواحہ سے میرا جو بچہ (نعمان) ہے میں نے اس کیلئے کچھ ہبہ کیا ہے،تو اس کی ماں نے مجھ سے تاکید کی ہے کہ حضور ﷺ کو اس کا گواہ بنا دوں (اور اس طرح حضور ﷺ کی منظوری بھی حاصل کر کے ہبہ کو پکا کردوں) آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تم نے اپنے اور سب بچوں کیلئے بھی اتنا ہی ہبہ کیا ہے؟انھوں نے عرض کیا:نہیں (اوروں کیلئے تو نہیں کیا)۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا سلوک کرو"۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اس فرمانے پر والد صاحب نے رجوع کرلیا اور ہبہ واپس لے لیا۔اور ایک روایت میں ہے: حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میں بے انصافی کے معاملہ کا گواہ نہیں بن سکتا۔

فائدہ: جیسا کہ ظاہر ہے اس حدیث میں اس بات سے ممانعت فرمائی گئی ہے اور اس کو "جور" یعنی بے انصافی قرار دیا گیا ہے کہ اولاد میں سے کسی کے ساتھ داد و دِہش میں ترجیحی سلوک کیا جائے۔بعض فقہاء نے اس کو حرام تک کہا ہے لیکن اکثر فقہاء اور ائمہ اربعہ میں سے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے (بعض دوسرے دلائل اور قرائن کی بناء پر) اس کو حرام تو نہیں کہا،لیکن مکروہ اور سخت ناپسندیدہ قرار دیا ہے مگر واضح

رہے کہ یہ حکم اسی صورت میں ہے جبکہ ترجیحی سلوک بلا کسی شرعی وجہ کے ہو، لیکن اگر کوئی ایسی شرعی وجہ موجود ہو تو پھر اس وجہ کے بقدر ترجیحی سلوک درست ہوگا۔ مثلاً اولاد میں سے کسی کی صحت مستقل طور پر خراب ہے اور وہ دوسرے بھائیوں کی طرح معاشی جدوجہد نہیں کرسکتا تو اس کے ساتھ مناسب حد تک خصوصی سلوک عدل وانصاف کے خلاف نہ ہوگا بلکہ ایک درجہ میں ضروری اور باعثِ اجر ہوگا۔ اسی طرح اگر اولاد میں سے کسی نے اپنے آپ کو دین وعلمِ دین کی خدمت میں لگایا ہوا ہے تو اس کے ساتھ بھی ایک مناسب اور قابلِ تحمل حد تک خصوصی سلوک جائز ہے بلکہ اعانتِ دین کی وجہ سے باعثِ اجر ہوگا۔ نیز اگر کسی ایک وارث کے ساتھ خصوصی اور ترجیحی سلوک پر دوسرے ورثاء دل سے بخوشی رضامند ہوں تب بھی یہ جائز ہوگا۔ [۱]

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَوُّوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ فَلَوْ كُنْتُ مُفَضِّلًا أَحَدًا لَفَضَّلْتُ النِّسَاءَ[۲]۔

---

[۱] فی "الفتاوى الهندية" (4:391): ولو وهب رجل شيئا لأولاده فی الصحة وأراد تفضيل البعض على البعض فی ذلك لا رواية لهذا فی الأصل عن أصحابنا، وروى عن أبی حنيفة -رحمه الله تعالى- أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له فی الدين، وإن كانا سواء يكره ۔۔۔ ولو كان الولد مشتغلا بالعلم لا بالكسب فلا بأس بأن يفضله على غيره، كذا فی الملتقط. وفی "البحر الرائق" (7:288): يكره تفضيل بعض الأولاد على البعض فی الهبة حالة الصحة إلا لزيادة فضل له فی الدين وإن وهب ماله كله الواحد جاز قضاء وهو آثم۔۔

[۲] المعجم الكبير للطبرانی (11997)، وقال الهيثمی فی "مجمع الزوائد" (6759): رواه الطبرانی فی الكبير، وفيه عبد الله بن صالح كاتب الليث قال عبد الملك بن شعيب: ثقة مأمون ورفع من شأنه، وضعفه أحمد، وغيره، و كذا فی "السنن الكبرى" للبيهقی (12000)، و"الصغرى" (2244) له أيضا، وقال الحافظ فی "فتح البارى" (5:214): أخرجه سعيد بن منصور والبيهقی من طريقه وإسناده حسن، و كذا حسّن إسناده الصنعانی فی "سبل السلام" (2:130) و"العدة على الإحكام" (4:27) ، وقال البوصيری فی "الاتحاف" (2971): الجملة الأولى لها شاهد من حديث النعمان بن بشير، رواه أصحاب الكتب الستة۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”عطایا کے اندر اپنی سب اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا معاملہ کرو۔ اگر میں اس معاملہ میں کسی کو ترجیح دیتا تو عورتوں (یعنی لڑکیوں) کو ترجیح دیتا۔ (یعنی مساوات اور برابری ضروری نہیں ہوتی تو میں حکم دیتا کہ لڑکیوں کو لڑکوں سے زیادہ دیا جائے)۔

فائدہ: اس حدیث کی وجہ سے فقہاء کرامؒ نے لکھا ہے کہ ماں باپ کے انتقال کے بعد میراث میں اگرچہ لڑکیوں کا حصہ لڑکوں سے نصف ہے، لیکن زندگی میں والدین کیلئے افضل یہ ہے کہ ان کا حصہ بھائیوں کے برابر رکھا جائے۔ چناں چہ ماں باپ کی طرف سے جو کچھ اور جتنا کچھ لڑکوں کو دیا جائے وہی اور اتنا ہی لڑکیوں کو دیا جائے۔ اگرچہ والدین کیلئے جائز یہ بھی ہے کہ میراث کے اصول کے موافق لڑکے کو لڑکی سے دوگنا دے دیں۔[۱]

(ب) پیار اور حسنِ رویہ میں مساوات:

عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ ابْنٌ لَهُ فَأَقْعَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ جَاءَ ابْنٌ لَهُ آخَرُ أَوِ ابْنَةٌ لَهُ فَأَقْعَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كُنْتَ سَوَّيْتَ بَيْنَهُمَا فَأَقْعَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ[۲] وفی روایۃ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْآنَ

---

[۱] فی "خلاصة الفتاوی" (4:400): رجل له ابن وبنت، أراد أن يهب لهما شيئا فالأفضل أن يجعل للذكر مثل حظ الانثيين عند محمد رحمه الله، وعند أبي يوسف رحمه الله بينهما سواء هو المختار لورود الآثار۔ وفی "رد المحتار" (8:583): (قوله وعليه الفتوى) أى على قول أبي يوسف: من أن التنصيف بين الذكر والأنثى أفضل من التثليث الذى هو قول محمد رملی. وكذا فی "الفتاوى الخانية" (3:279)۔ [۲] البر والصلة للمَرْوَزی: 157 وقال محققه: مرسل رجال إسناده ثقات[۳] البر والصلة للمَرْوَزی: 158 وقال المحقق عن إسناده مثل ما قال فی الرواية السابقة۔

حضرت حسنؒ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا بیٹا آیا تو اس شخص نے اسے اپنی دائیں ران پر بٹھالیا پھر اس کا دوسرا بیٹا آیا یا اس کی بیٹی آئی تو اس نے اسے زمین پر بٹھا دیا۔ (یہ دیکھ کر) نبی کریم ﷺ نے (اس شخص سے) فرمایا: کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم ان دونوں کے درمیان برابری کرتے۔ یہ سن کر اس نے اس دوسرے بچے کو بھی اپنی ران پر بٹھالیا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: اب (صحیح ہوا ہے)۔

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يَعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِهِمْ حَتَّى فِي الْقُبْلَةِ[۱]

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ حضرات اپنی اولاد کے درمیان مساوات وبرابری کو پسند کرتے تھے حتی کہ بوسہ دینے میں بھی۔

اولاد کو اچھی تربیت دینا اور ان کی شادی کرانا[۲]

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنِ اسْمَهُ وَأَدَبَهُ، فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِثْمًا، فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى أَبِيهِ[۳]

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کو اللہ تعالی اولاد دے تو اسے چاہیے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو اچھی تربیت دے۔ پھر جب وہ سنِ بلوغ کو پہنچ جائے تو اس کی شادی

---

[۱] البر والصلة للمَرْوَزی 154 وقال محققه: رجال إسناده ثقات [۲] بعضه مستفاد من "المعارف۔ [۳] رواه البیهقی فی شعب الایمان (11:137) رقم: (8299)۔

کرائے۔ چناں چہ اگر (اس نے اس میں کوتاہی کی اور) شادی کی عمر کو پہنچ جانے پر بھی (کسی شرعی وجہ کے بغیر) اس کی شادی کا بندوبست نہیں کیا اور وہ اولاد اس کی وجہ سے حرام میں مبتلا ہو گئی تو اس کا گناہ (اُس اولاد کے ساتھ ساتھ) اس باپ پر بھی ہو گا۔

فائدہ: اس حدیثِ پاک میں تین امور ذکر فرمائے گئے ہیں:

(1) اچھا نام رکھے: اچھے نام کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا نام رکھے جس کی اسلام میں حوصلہ افزائی کی گئی ہو یا کم از کم اسلام اس کو جائز قرار دیتا ہو۔ یہ جو آجکل جدید نام رکھنے کا رواج چل پڑا ہو یہ بذاتِ خود کوئی بری شئ نہیں ہے۔ البتہ اس میں اس امر کا لحاظ ضروری ہے کہ وہ جدید نام اسلام کے مزاج اور اسلامی ہدایات کے خلاف نہ ہو چناں چہ کتب میں انبیاء کرام، صحابہ اور تابعین عظام کے بہت سے ایسے نام موجود ہیں جو غیر معروف ہونے کے ساتھ ساتھ بہت خوبصورت اور دلکش ہیں۔ لہٰذا جدید وغیر معروف ناموں کی تلاش میں موجودہ فساق وفجار اور کفار واشرار کے نام رکھنے کے بجائے علمائے کرام سے رہنمائی لے کر اسلامی نام رکھے جائیں۔

نیز واضح رہے کہ نام کا انتخاب کرنے میں اُس صاحبِ نام کی شخصیت اور اس کے معنی ومطلب کا بھی دخل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود رسول پاک ﷺ نے کئی آدمیوں کے نام تبدیل کیے تھے جب آپ ﷺ کے سامنے ان ناموں کا تذکرہ ہوا۔ اس لیے اس میں نہایت احتیاط سے کام لیتے ہوئے علماء کرام کے مشورے اور ان کی رہنمائی سے بچے کا نام تجویز کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ ذرا سی بے احتیاطی کی وجہ سے غلط نام کی بدولت کل پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے۔

(2) اچھی تربیت دے: اسلامی تعلیمات کے مطابق دی جانے والی تربیت ہی

اچھی تربیت ہے اور جو تربیت اسلام کے اصولوں کے خلاف ہو وہ ہر گز اچھی نہیں ہو سکتی، مغربی تہذیب کے مطابق اولاد کو تربیت دینا ان کے ساتھ ہمدردی کے بجائے ظلم و زیادتی کے مترادف ہے۔لہٰذا والد پر لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اسلام کی بنیادی وضروری تعلیمات لازمی درجہ میں دے یا کسی مستند عالمِ دین سے دلوائے۔بعض والدین اپنی اولاد کو دنیوی تعلیم تو دلوا دیتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ ان میں سے بیشتر اولاد کو مسلمان ہونے کے باوجود قرآن مجید کا (صحیح طور پر اصولِ تجوید کے مطابق) ایک صفحہ بھی نہیں پڑھنا آتا، اور بہت سوں کے نماز کے الفاظ کا تلفظ اور ادائیگی تک بھی درست نہیں ہوتی۔ یہ سب باتیں ہمارے مشاہدہ اور تجربہ کی ہیں۔ ہاں! سکول وکالج وغیرہ کی عصری تعلیم اگر حدودِ شرعیہ کے اندر ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر اس کے ساتھ بقدرِ ضرورت دینی تعلیم بھی دلوا دی جائے۔

(3) ان کی شادی کرائے: اس حدیث کے آخر میں اولاد کے قابلِ شادی ہو جانے پر ان کے نکاح اور شادی کے بندوبست کو بھی باپ کا فریضہ قرار دیا گیا ہے۔مگر افسوس کہ اس بارے میں بھی ہمارے معاشرے میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے۔جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اسلامی تعلیمات سے روگردانی کرتے ہوئے، غیروں کی تقلید میں اپنے اوپر بے جا پابندیاں لازم کر کے نکاح وشادی کو بے حد بھاری اور مشکل بنالیا ہے اور ان کے رسم ورواج کی بوجھل بیڑیاں اپنے پاؤں میں ڈال کر خود کو پریشانیوں کی دلدل میں پھنسا دیا ہے۔

اگر ہم اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں اور نکاح شادی اس طرح کرنے لگیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے اور اپنی صاحبزادیوں کے

نکاح کیے تھے تو یہ کام اتنا ہلکا پھلکا ہوجائے گا جتنا ایک مسلمان کے لیے جمعہ کی نماز ادا کرنا اور آج کے مسلمان کو سکھ کا سانس ملے گا جو غیروں کی تقلید میں شادی سے متعلقہ سینکڑوں پریشانیوں سے دوچار ہے۔ اور پھر اس نکاح اور شادی میں اتباعِ سنت کی بدولت وہ برکتیں ظاہر ہوں گی جن سے ہم بالکل محروم ہوگئے ہیں۔

بیٹی کے ساتھ محبت وعزت سے پیش آنا

عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهَا كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا، وَقَبَّلَهَا، وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ، وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ إِلَيْهِ، فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ فَقَبَّلَتْهُ، وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا[1]

حضرت امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضرت فاطمہ کرم اللہ وجھھا سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا جو شکل وصورت، عادات اور چال ڈھال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہو۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتیں تو (ان کی محبت میں) آپ کھڑے ہوجاتے اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور پیار سے اس کو چومتے، اور اپنی جگہ پر ان کو بٹھاتے۔ اور (بالکل اسی طرح حضرت فاطمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت تھی، چناں چہ) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ (فرطِ محبت میں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھڑی ہوجاتیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے لیتیں اور (پیار سے) اس کو چومتیں اور اپنی جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بٹھاتیں۔

---

[۱] سنن أبي داود، 5217۔

بیٹی کو قدر و منزلت دینا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا، وَلَمْ يُهِنْهَا، وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا، - قَالَ: يَعْنِي الذُّكُورَ - أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی بیٹی ہوئی پھر اس نے نہ اس کو زندہ در گور کیا، نہ اس کی شخصیت و عزت مجروح کی — اور ایک روایت میں ہے کہ نہ اسے جھڑکا — اور نہ ہی (برتاؤ و رویہ میں) اپنے بیٹوں کو اس پر ترجیح دی تو اللہ تعالی اس شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

فائدہ: اولاد اللہ تعالی کی بڑی نعمت ہے، بیٹی ہو خواہ بیٹا، ہر حال میں اللہ تعالی سے راضی و خوش رہنا چاہیے۔ بیٹے کی طرح بیٹی کی بھی قدر کرنی چاہیے اور اسے بیٹے کی مانند ہی عزت و احترام دینا چاہیے۔ وہ اپنی زندگی میں کبھی بھی یہ محسوس نہ کرے کہ اس کا وجود آپ پر کوئی بار ہے۔

بیٹی ہونے پر اس کو خوشی سے قبول کرنا چاہیے کہ متعدد احادیث میں بیٹی کی اچھی پرورش و تربیت پر جنت کے وعدے آئے ہیں اور ویسے بسا اوقات بیٹی مستقبل میں بیٹے کی نسبت زیادہ راحت و خوشحالی کا سبب ثابت ہوتی ہے اور بیٹا وبال جان اور پریشانیوں کا باعث بن کر زندگی اجیرن کر دیتا ہے جیسا کہ کئی واقعات اس کے شاہد ہیں۔ بہرحال بیٹی کو ہمیشہ اپنائیت اور محبت و عزت دینی چاہیے کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی یہی سنت ہے۔ کس قدر افسوس ہے اُس والد پر جو اپنی زندگی میں ہی اپنی بیٹیوں کو جائیداد سے محروم کر کے اپنی آخرت جیتے جاگتے اپنے ہی ہاتھوں خراب کر جاتا ہے۔

[1] سنن أبي داود 5146۔ وفي رواية المستدرك للحاكم 7348 ولم يَنْهَها مكان قوله ولم يُهِنْها

بیٹی کی قدر سے متعلقہ ایک ایمان افروز اقتباس

امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے کسی نے بیٹیوں کی ناقدری اوران کی حق تلفی کے بارے میں عام معاشرے کی شکایت کی تو فرمایا:

ـــ"ہائے وہ بیٹیاں! تم جس کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ دے دو، وہ اُف کیے بغیر تمہاری پگڑیوں اور ڈاڑھیوں کی لاج رکھنے کے لیے ان کے ساتھ ہولیتی ہیں۔ سسرال میں جب میکے کی یاد آتی ہے چُھپ چُھپ کر رولیتی ہیں۔ کبھی دھوئیں کے بہانے آنسو بہا کر جی ہلکا کرلیا، آٹا گوندھتے ہوئے جو آنسو بہتے ہیں وہ آٹے میں جذب ہوکر رہ جاتے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس روٹی میں اس بیٹی کے آنسو شامل ہیں۔ غیرتمندو! ان کی قدر کیا کرو۔ یہ آبگینے بڑے نازک ہیں۔"[۱]

---

[۱] محاسنِ اسلام، شمارہ: مارچ ۲۰۰۴، ص: ۳۰۔

حصہ دوم

پانچواں باب

صلہ رحمی کے فضائل اور قطع رحمی کی وعیدوں کا بیان

آیاتِ مبارکہ

(۱) الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ (20) وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ (21) وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ (22) جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ (23) سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (24)[۱]

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں، اور معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کرتے ☆ اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے، یہ لوگ انہیں جوڑے رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، اور حساب کے برے انجام سے خوف کھاتے ہیں ☆ اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی خوشنودی کی خاطر صبر سے کام لیا ہے، اور نماز قائم کی ہے، اور ہم نے انہیں جو رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے

---

[۱] سورۃ الرعد 20-24۔

خفیہ بھی اور علانیہ بھی خرچ کیا ہے، اور وہ بدسلوکی کا دفاع حسنِ سلوک سے کرتے ہیں۔ وطنِ اصلی میں بہترین انجام ان کا حصہ ہے☆ یعنی ہمیشہ رہنے کے لئے وہ باغات جن میں وہ خود بھی داخل ہوں گے، اور ان کے باپ دادوں، بیویوں اور اولاد میں سے جو نیک ہوں گے، وہ بھی۔ اور (ان کے استقبال کے لیے) فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے (یہ کہتے ہوئے) داخل ہوں گے☆ کہ ”تم نے (دنیا میں) جو صبر سے کام لیا تھا، اس کی بدولت اب تم پر سلامتی ہی سلامتی نازل ہوگی، اور (تمہارے) اصلی وطن میں یہ تمہارا بہترین انجام ہے!☆

فائدہ: (۱) ”صبر سے کام لیا“:

قرآنِ کریم کی اصطلاح میں ”صبر“ کا مفہوم بہت عام ہے۔ انسان اپنی نفسانی خواہشات کے تقاضوں کو جب بھی اللہ تعالی کے حکم کی وجہ سے دبا لے تو یہ صبر ہے۔ مثلاً نفس کی خواہش یہ ہو رہی ہے کہ اس وقت کی نماز چھوڑ دی جائے۔ ایسے موقع پر اس خواہش کی خلاف ورزی کر کے نماز پڑھنا صبر ہے۔ یا اگر کسی گناہ کی خواہش دل میں پیدا ہو رہی ہے تو اس کو دبا کر گناہ سے بچ جانا صبر ہے۔ اسی طرح کسی تکلیف کے موقع پر اگر نفس کا تقاضا یہ ہو کہ اللہ تعالی کے فیصلے پر شکوہ اور غیر ضروری واویلا کیا جائے، تو ایسے موقع پر اللہ تعالی کے فیصلے پر راضی رہ کر اختیاری واویلا نہ کرنا بھی صبر ہے۔ اس طرح صبر کا لفظ دین کے تمام احکام پر عمل کو حاوی ہے[۱]

(۲) ”بدسلوکی کا دفاع حسنِ سلوک سے کرتے ہیں“:

”آسان ترجمہ قرآن[۲]“میں ہے: یعنی برائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے ہیں، اور

[۱] توضیح القرآن، ص:۵۳۹۔ [۲] ص:۵۳۹۔

ــــ"دفاع ــــ" کا لفظ استعمال فرما کر قرآنِ کریم نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ اچھائی کرنے کا انجام بالآخر یہ ہوتا ہے کہ دوسرے کی بدسلوکی کے برے اثرات مٹ جاتے ہیں۔

ــــ"تفسیر ابن کثیر[۱]ــــ" میں ہے کہ جب انہیں کوئی اذیت وتکلیف دیتا ہے تو یہ اس کے جواب میں صبر وتحمل سے کام لیتے ہوئے اسکے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں اوراس کی اذیت معاف کردیتے ہیں۔

اور ــــ"تفسیر کشاف[۲]ــــ" میں حضرت حسن سے اس کی تفسیر میں مروی ہے کہ جب انہیں محروم کیا جاتا ہے تو وہ کسی کو محروم نہیں کرتے بلکہ وہ عطا کرتے ہیں، جب ان پر ظلم کیا جاتا ہے تو وہ معاف کردیتے ہیں اور جب ان کے ساتھ قطع رحمی کی جاتی ہے تو وہ صلہ رحمی کرتے ہیں۔

---

(۲) وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ (25) اللهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ (26)[۳]

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ سے کئے ہوئے عہد کو مضبوطی سے باندھنے کے بعد توڑتے ہیں، اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے، انہیں کاٹ ڈالتے ہیں، اور زمین میں فساد مچاتے ہیں، تو ایسے لوگوں کے حصہ میں لعنت آتی ہے، اور اصلی وطن میں برا انجام انہی کا ہے☆ اللہ جس کیلئے چاہتا ہے، رزق میں وسعت کرتا ہے اور (جس

---

[۱] ۴/۴۵۱۔ [۲] ۲/۵۲۶۔ [۳] سورۃ الرعد 25-26۔

کے لیے چاہتا ہے) تنگی کر دیتا ہے۔ یہ لوگ دنیوی زندگی پر مگن ہیں، حالانکہ آخرت کے مقابلہ میں دنیوی زندگی کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ معمولی سی پونجی ہے۔☆

فائدہ: (۱) ـــ "جن رشتوں کو اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے، انہیں کاٹ ڈالتے ہیں ـــ":

اللہ کے نافرمان بندے جن کا انجام آگے ذکر کیا گیا ہے (یعنی ان کے لیے اللہ کی لعنت و پھٹکار اور جہنم ہے)، اُن کے برے اعمال میں سے قابلِ ذکر ایک برا عمل یہ بھی ہے کہ وہ رشتہ داری (مثلاً ماں باپ، بہن بھائی، ماموں بھانجا، چچا بھتیجا وغیرہ) کے تعلقات کو توڑ دیتے ہیں جبکہ ان کو قائم رکھنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی قرآن کریم میں جا بجا ہدایت کی گئی ہے۔

نیز عمومِ آیت کے پیشِ نظر اس میں انسان کا وہ تعلق بھی شامل ہے جو اس کو اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے، اس تعلق کا قطع کرنا یہی ہے کہ ان کے احکام کی خلاف ورزی کی جائے۔

بہر حال ایسے لوگوں پر لعنت پڑے گی یعنی اللہ کی رحمت سے دوری اور اس سے محرومی کا شکار ہوں گے اور ظاہر ہے کہ اُس کی رحمت سے دور ہونا ساری مصیبتوں سے بڑی مصیبت اور سب عذابوں سے بڑا عذاب ہے۔[۱]

(۲) ـــ "اللہ جس کیلئے چاہتا ہے، رزق میں وسعت کرتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگی کر دیتا ہے ـــ":

بندۂ ناچیز کے خیال میں قطع رحمی کی مذمت کے بعد امرِ مذکور کے بیان میں یہ اشارہ

---

[۱] مستفاد من تفسیر القرطبي ۹/ ۳۱۴ ومعارف القرآن ۵/ ۱۹۶ وغیرہما۔

بھی ہوسکتا ہے کہ رزق (یعنی مال وجائیداد) کی وجہ سے ہرگز قطع رحمی نہیں کرنی چاہیے کہ اکثر وبیشتر قطع رحمی اسی مال وجائیداد کے جھگڑوں کے سبب ہوتی ہے، بلکہ اس دوران آیتِ شریفہ کے مذکورہ مضمون کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ مال وجائیداد کا کم یا زیادہ ملنا اللہ تعالی کے فیصلہ اورارادہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالی نے آپ کے مقدر میں رزق ومال کی فراخی لکھی ہوئی ہے تو وہ ضرور آپ کو عطا کرے گا، اس کی خاطر لڑنا جھگڑنا اور رشتہ داریاں توڑ دینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

---

(۳) وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِی تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا[۱]

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو، اور رشتہ داریوں (کی حق تلفی) سے ڈرو۔ یقین رکھو کہ اللہ تمہاری نگرانی کررہا ہے۔

فائدہ: (ا) "اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو":

یعنی جب دنیا میں لوگ ایک دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں تو بکثرت یہ کہتے ہیں کہا: اللہ کے واسطے مجھے میرا حق دے دو"۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے حقوق کے لیے اللہ کا واسطہ دیتے ہو تو دوسروں کا حق ادا کرنے میں بھی اللہ سے ڈرو، اور لوگوں کے حقوق پورے پورے ادا کرو۔[۲]

[ا]سورۃ النساء1۔ [۲] آسان ترجمہ قرآن۔

(۳) ’’رشتہ داریوں (کی حق تلفی) سے ڈرو‘‘:

تفسیر کبیر[۱]۔ میں ہے: رشتہ داریوں سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ صلہ رحمی کی جائے، قطع رحمی نہ کی جائے اور بھلائی اور احسان کے ذریعے رشتہ داروں سے تعلق جوڑا جائے۔

روح المعانی [۲]۔ میں ہے کہ اللہ تعالی نے اس آیت شریفہ میں رشتہ داری **(الارحام)** کو اپنے نام **(اللہ)** کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کے ہاں اس رشتہ داری کا کس قدر مقام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے رشتہ داری کی تخلیق کے وقت ہی رشتہ داری سے فرمادیا تھا کہ جو تجھے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اسے توڑوں گا۔

---

(۴) وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا{۱}

اور اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نیز رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب والے پڑوسی، دور والے پڑوسی، ساتھ بیٹھے (یا ساتھ کھڑے) ہوئے شخص اور راہ گیر کے ساتھ اور اپنے غلام باندیوں کے ساتھ بھی (اچھا برتاؤ رکھو)۔ بے شک اللہ تعالی کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔

---

[۱] ۹/۴۸۱۔ [۲] ۲/۳۹۶۔ [۳] سورۃ النساء 36۔

(۵) وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ[۱]۔

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے پکا عہد لیا تھا کہ: "تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے، اور والدین سے اچھا سلوک کرو گے، اور رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکینوں سے بھی۔ اور لوگوں سے بھلی بات کہنا اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ دینا"۔ (مگر) پھر تم میں سے تھوڑے سے لوگوں کے سوا باقی سب (اس عہد سے) منہ موڑ کر پھر گئے۔

---

(۶) وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَكُمْ وَاللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ[۲]

اور تم میں سے جو لوگ اہلِ خیر ہیں اور مالی وسعت رکھتے ہیں، وہ ایسی قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے، اور انہیں چاہیے کہ معافی اور درگزر سے کام لیں۔ کیا تمھیں یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تمہاری خطائیں بخش دے؟ اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

---

(۷) إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ

---

[۱] سورۃ البقرۃ 83۔ [۲] سورۃ النور 22۔

الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ[۱].

بے شک اللہ انصاف کا، احسان کا اور رشتہ داروں کو (ان کے حقوق) دینے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی، برائی اور ظلم سے روکتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم نصیحت قبول کرو۔

---

(۸) وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا[۲].

اور رشتہ دار کو اس کا حق دو، اور مسکین اور مسافر کو (ان کا حق،) اور اپنے مال کو بے ہودہ کاموں میں نہ اڑاؤ۔

---

(۹) الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ[۳]

وہ جو اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پختہ کرنے کے بعد بھی توڑ دیتے ہیں، اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، انہیں کاٹ ڈالتے ہیں، اور زمین میں فساد مچاتے ہیں، ایسے ہی لوگ بڑا نقصان اٹھانے والے ہیں۔

فائدہ: یہاں مراد، رشتہ داروں کے وہ حقوق پامال کرنا ہے جنہیں ”صلہ رحمی“ کہا جاتا ہے۔ اس چیز کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف رشتوں کے جو حقوق مقرر فرمائے ہیں، ان کی ٹھیک ٹھیک ادائیگی سے ہی ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ اگر ان رشتوں کو کاٹ کر باپ بیٹے، بھائی بھائی، شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے حقوق

---

[۱]سورۃ النحل 90۔ [۲]سورۃ الإسراء 26۔ [۳]سورۃ البقرۃ 27۔

پامال کرنا شروع کر دیں تو وہ خاندانی نظام تباہ ہو جاتا ہے جس پر ایک صحتمند تمدّن کی بنیاد قائم ہوتی ہے اور جس سے آپس میں سکھ، سکون اور امن واطمینان نصیب ہوتا ہے ۔لہٰذا اس کا لازمی نتیجہ زمین میں فساد کی صورت میں نکلتا ہے، اسی لیے قرآن کریم نے رشتوں کو کاٹنے اور زمین میں فساد مچانے کو سورۂ محمد میں بھی ایک ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے جیسا کہ ابھی ذیل میں آ رہا ہے۔[۱]

(۱۰) فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ .أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ.[۲]

پھر اگر تم نے (جہاد سے) منہ موڑا تو تم سے کیا توقع رکھی جائے؟ یہی کہ تم زمین میں فساد مچاؤ، اور اپنے خونی رشتے کاٹ ڈالو! ☆ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے، چناں چہ اُنھیں بہرا بنا دیا ہے اور ان کی آنکھیں اندھی کر دی ہیں۔

احادیثِ مبارکہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الرَّحِمَ شَجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ اللهُ: مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ"[۳]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک یہ "رَحِم" (یعنی حقِ رشتہ داری) اللہ تعالی کے نام "رَحمٰن" سے لیا گیا ہے (یعنی یہ رشتہ داری، خداوندِ رحمان کی رحمت کی ایک شاخ ہے، اور اس نسبت سے) اللہ تعالی نے اس

---

[۱] مستفاد من توضیح القرآن۔ [۲] سورۃ محمد 22,23۔ [۳] صحیح البخاری 5988۔

سے فرمایا: جو تجھے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اسکو توڑوں گا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ انسانوں کی باہم قرابت اور رشتہ داری کے تعلق کو اللہ تعالی کے اسمِ پاک ــــ"رحمٰن ــــ" سے اور اس کی صفتِ رحمت سے خاص نسبت ہے اور وہی اس کا سر چشمہ ہے اور اسی لیے اس کا عنوان ــــ"رحم (رشتہ داری) ــــ" مقرر کیا گیا ہے۔ اس خصوصی نسبت کی وجہ سے اللہ کے ہاں اس کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالی کا یہ فیصلہ ہے کہ جو صلہ رحمی کرے گا (یعنی قرابت ورشتہ داری کے حقوق ادا کرے گا، اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا) اس کو اللہ تعالی اپنے سے جوڑ لے گا یعنی اس کو اپنے سے وابستہ کر لے گا اور اسے اپنا خاص تعلق نصیب فرمادے گا۔ اور جو کوئی اس کے برعکس قطع رحمی کا رویہ اختیار کرے گا اللہ تعالی اس کو اپنے سے کاٹ دے گا یعنی اس کو اپنے سے دُور اور بے تعلق کر دے گا۔

اسی ایک حدیث سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم میں صلہ رحمی (یعنی رشتہ داروں اور اہلِ قرابت کے ساتھ حسن سلوک) کی کتنی اہمیت ہے، اور اس میں کوتاہی کتنا سنگین گناہ اور کتنی بڑی محرومی ہے۔ اگلی چند حدیثوں کا مضمون بھی اس کے قریب قریب ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " قَالَ اللهُ: أَنَا الرَّحْمَنُ وَهِيَ الرَّحِمُ، شَقَقْتُ لَهَا اسْمًا مِنَ اسْمِي، مَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ "[1]

---

[۱] سنن ابی داود 1694۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ ”میں رحمن ہوں، اور یہ رشتہ داری ہے ۔میں نے اپنے نام (رحمن) میں سے لفظ لے کر اس (رشتہ داری) کا نام (رحم) رکھا ہے ۔جو اسے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو اس کو توڑے گا میں اس کو توڑ دوں گا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ہر پیدا ہونے والا انسان رشتوں کے بندھنوں میں بندھا ہوا ہے، پھر ان رشتوں کے کچھ فطری تقاضے اور حقوق ہیں جن کا عنوان اللہ تعالی نے ”رحم“ مقرر کیا ہے جو اس کے پاک نام ”رحمن“ سے لیا گیا ہے (یعنی عربی گرائمر کے اعتبار سے دونوں کا مادہ ایک ہی ہے)۔لہٰذا جو بندہ انسان کی فطرت میں رکھے ہوئے اور اللہ تعالی کے مقرر کیے ہوئے ان حقوق اور تقاضوں کو ادا کرے گا (یعنی صلہ رحمی کرے گا) اس کے لیے اللہ تعالی کا اعلان ہےکہ وہ اس کو جوڑے گا یعنی اس کو اپنا بنا لے گا اور فضل وکرم سے نوازے گا، اور اس کے برعکس جو قطع رحمی کا رویہ اختیار کرے گا اور قرابت کے ان حقوق کو پامال کرے گا جو اللہ تعالی نے مقرر فرمائے ہیں اور انسان کی فطرت میں رکھے ہیں تو اللہ تعالی اس کو توڑ دے گا یعنی اپنے تعلق وقرب اور اپنی رحمت وکرم سے محروم کر دے گا۔

آج کی دنیا میں مسلمان جن حالات سے دو چار ہیں اور اللہ تعالی کی رحمت وعنایت سے محرومی اور عائلی زندگی کی تباہی کا منظر جو ہر جگہ نظر آ رہا ہے، بلا شبہ وہ ہماری بہت سی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے،لیکن ان احادیث کی روشنی میں یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اس بربادی اور محرومی میں بڑا دخل ہمارے اس گناہ کو بھی ہے کہ صلہ رحمی کی تعلیم وہدایت کو

ہماری غالب اکثریت نے بالکل ہی بھلا دیا ہے اور اس بارے میں ہمارا طرزِ عمل غیر مسلموں سے کچھ بھی مختلف نہیں ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللهَ خَلَقَ الخَلْقَ، حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ خَلْقِهِ، قَالَتِ الرَّحِمُ: هَذَا مَقَامُ العَائِذِ بِكَ مِنَ القَطِيعَةِ، قَالَ: نَعَمْ، أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ: بَلَى يَا رَبِّ، قَالَ: فَهُوَ لَكِ" قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ: [فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ][۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے مخلوق کو پیدا فرمایا، جب اس کی تخلیق سے فارغ ہو گئے تو رشتہ داری (کھڑی ہوئی اور) عرض کی: یہ مقام اس شخص کا جو قطع رحمی سے تیری پناہ میں آئے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ہاں! کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جو تجھے جوڑے میں اس کو جوڑوں اور جو تجھے توڑے میں اس کو توڑوں؟ رشتہ داری نے عرض کی: کیوں نہیں؟ یا رب! (میں اس پر راضی ہوں)۔ پھر اللہ تعالی نے فرمایا: یہ چیز تیرے لیے ہو گئی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو (اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی یہ آیت) پڑھو:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ

ترجمہ: پھر اگر تم نے (جہاد سے) منہ موڑا تو تم سے کیا توقع رکھی جائے؟ یہی کہ تم

---

[۱] صحیح البخاری: ۵۹۸۷۔

زمین میں فساد مچاؤ، اور اپنے خونی رشتے کاٹ ڈالو!

فائدہ: (۱) ــ"اللہ تعالی نے مخلوق کو پیدا فرمایا ــ": یعنی اپنی زبردست قدرت کے ذریعہ ان کو عدم سے وجود بخشا۔

(۲) ــ"تخلیق سے فارغ ہو گئے ــ": یعنی ان کی تخلیق کو مکمل کر دیا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالی پہلے ان میں مشغول تھا پھر فارغ ہو گیا۔ اللہ تعالی لوگوں کے وہم وگمان سے کہیں بالاتر ہے۔ اس کا ارشاد ہے: إنما أمره إذا أراد شيئاً أن يقول له كن فيكون یعنی جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرلیتا ہے تو کہتا ہے: ــ"ہو جا ــ" تو وہ چیز اسی وقت ہو جاتی ہے۔

(۳): ــ"رشتہ داری (کھڑی ہوئی اور) عرض کی ۔۔ الخ: ــ"رشتہ داری ایک معنوی شئ ہے وہ کوئی جسم نہیں ہے۔ اور معنوی اشیاء قیام وکلام نہیں کرتیں اور نہ ہی ان سے کوئی حسی تعلق جوڑا اور توڑا جاتا ہے۔ لہذا یہاں قیام وتعلق کا تذکرہ ایک مثال اور حسنِ استعارہ (یعنی کلام کو ایک قسم کے خوبصورت طرز میں پیش کرنے) کے طور پر ہے جیسا کہ اہل عرب کی عادت میں اس طرح استعمال ہوتا ہے۔ اور اس سے مقصود یہ ہے کہ صلہ رحمی کی عظمتِ شان، صلہ رحمی کرنے والے شخص کی فضیلت اور قطع رحمی کرنے والے آدمی کے گناہ کی سنگینی بیان کی جائے اور اللہ کے ــ"صلہ (یعنی جوڑنے) ــ" کا ایک مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی اس شخص کو اپنی مہربانی اور اپنے خصوصی احسانات وانعامات سے نوازیں گے۔ اور ــ"قطع (یعنی توڑنے) ــ" سے مراد اس آدمی کو اپنی رحمت وانعامات سے دور کرنا ہے وغیرہ وغیرہ[۱]

---

[۱] مستفاد من دلیل الفالحین ۳/۱۴۸۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی یہ چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور کشادگی ہو، اور دنیا میں اس کے نشاناتِ قدم تادیر رہیں (یعنی اس کی عمر دراز ہو) تو وہ (اہلِ قرابت کے ساتھ) صلہ رحمی کرے۔

فائدہ: قرآن کی تعلیمات میں یہ چیز بالکل واضح ہے کہ عمر ہر شخص کی متعین ہے۔ اس وجہ سے درازئ عمر کو بعض علماء نے وسعتِ رزق کی طرح سے برکت پر محمول فرمایا ہے کہ اس کے اوقات میں اس قدر برکت ہوتی ہے کہ جو کام دوسرے لوگ دنوں میں کرتے ہیں وہ گھنٹوں میں کرلیتا ہے اور جس کام کو دوسرے لوگ مہینوں میں کرتے ہیں وہ دنوں میں کرتا ہے۔ اور بعض علماء نے درازئ عمر سے اس کا ذکرِ خیر مراد لیا ہے کہ بہت دنوں تک اس کے کارناموں کے نشانات اور ذکرِ خیر اس کا جاری رہتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضور اقدس ﷺ کا یہ پاک ارشاد جو اوپر گذرا، مختلف احادیث میں مختلف عنوانات سے وارد ہوا ہے اس لیے اس میں تردد نہیں۔ ایک حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص ایک بات کا ذمہ لے لے میں اس کے لیے چار باتوں کا ذمہ لیتا ہوں: جو شخص صلہ رحمی کرے اس کی عمر دراز ہوتی ہے، اعزہ اس سے محبت کرتے ہیں، اسکے رزق میں وسعت ہوتی ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے (کنز)۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تین باتیں بالکل حق (اور پکی) ہیں:

۱۔ جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ چشم پوشی کرے، اس کی عزت بڑھتی ہے ۲۔ جو شخص

---

[۱] صحیح البخاری 5986۔

مال کی زیادتی کے لیے سوال کرے، اس کے مال میں کمی ہوتی ہے۔ ۳۔ جو شخص عطا اور صلہ رحمی کا دروازہ کھول دے، اس کے مال میں کثرت ہوتی ہے (در منثور)۔

فقیہ ابو اللیثؒ فرماتے ہیں کہ صلہ رحمی میں دس چیزیں قابلِ مدح ہیں:

۱۔ اس میں اللہ جل شانہٗ وعم نوالہٗ کی رضا وخوشنودی ہے کہ اللہ پاک کا حکم صلہ رحمی کا ہے۔ ۲۔ رشتہ داروں پر مسرت پیدا کرنا ہے اور حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ افضل ترین عمل مومن کو خوش کرنا ہے۔

۳۔ اس سے فرشتوں کو بھی بہت مسرت ہوتی ہے ۴۔ مسلمانوں کی طرف سے اس شخص کی مدح اور تعریف ہوتی ہے ۵۔ شیطان ملعون کو اس سے بڑا رنج وغم ہوتا ہے ۶۔ اس کی وجہ سے عمر میں زیادتی ہوتی ہے۔ ۷۔ رزق میں برکت ہوتی ہے۔ ۸۔ مُردوں کو اس سے مسرت ہوتی ہے کہ باپ دادا جن کا انتقال ہو گیا، ان کو جب اس کی خبر ہوتی ہے تو ان کو اس سے بڑی خوشی ہوتی ہے ۹۔ آپس کے تعلقات میں اس سے قوت ہوتی ہے۔ جب تم کسی کی مدد کرو گے، اس پر احسان کرو گے، تمہاری ضرورت اور مشقت کے وقت میں وہ دل سے تمہاری اعانت کرنے کا خواہش مند ہو گا۔ ۱۰۔ مرنے کے بعد تمہیں ثواب ملتا رہے گا کہ جس کی بھی تم مدد کرو گے، تمہارے مرنے کے بعد وہ ہمیشہ تمہیں یاد کر کے دعائے خیر کرتا رہے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن رحمٰن کے عرش کے سایہ میں تین قسم کے آدمی ہوں گے: ایک صلہ رحمی کرنے والا، کہ اس کے لیے دنیا میں بھی اس کی عمر بڑھائی جاتی ہے، رزق میں بھی وسعت کی جاتی ہے اور اس کی قبر میں بھی وسعت کر دی جاتی ہے۔ دوسرے وہ عورت جس کا خاوند مر گیا ہو اور وہ چھوٹی اولاد کی پرورش کی

خاطر اُن کے جوان ہونے تک نکاح نہ کرے، تاکہ ان کی پرورش میں مشکلات پیدا نہ ہوں۔ تیسرے وہ شخص جو کھانا تیار کرے اور یتیموں مسکینوں کی دعوت کرے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ دو قدم اللہ کے یہاں بہت محبوب ہیں: ایک وہ قدم جو فرض نماز ادا کرنے کے لیے اٹھا ہو۔ دوسرا وہ قدم جو کسی محرم کی ملاقات کے لیے اٹھا ہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جن پر دوام اور استقلال سے اللہ جل شانہ کے یہاں ایسی نیکیاں ملتی ہیں جیسے کہ اونچے اونچے پہاڑ اور ان کی وجہ سے رزق میں بھی وسعت ہوتی ہے:

۱۔ صدقہ کی مداومت تھوڑا ہو یا زیادہ۔ ۲۔ صلہ رحمی پر مداومت چاہے قلیل ہو یا کثیر۔ ۳۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ ۴۔ ہمیشہ باوضو رہنا۔ ۵۔ والدین کی فرمانبرداری پر مداومت کرنا۔ (تنبیہ الغافلین)۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس عمل کا ثواب اور بدلہ سب سے جلدی ملتا ہے، وہ صلہ رحمی ہے۔ بعض آدمی گنہگار ہوتے ہیں لیکن صلہ رحمی کی وجہ سے ان کے مالوں میں بھی برکت ہوتی ہے اور ان کی اولاد میں بھی۔ (احیاء)۔ ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ طریقہ کے موافق کرنا، بھلائی کا اختیار کرنا، والدین کے ساتھ احسان کرنا اور صلہ رحمی کرنا آدمی کو بدبختی سے نیک بختی کی طرف پھیر دیتا ہے، عمر میں زیادتی کا سبب ہے اور بری موت سے حفاظت ہے (کنز)۔

عمر میں اور رزق میں زیادتی جتنی کثرت سے روایات میں ذکر کی گئی ہے اس کا نمونہ معلوم ہو گیا۔ اور یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جن پر ہر شخص جان دیتا ہے اور دنیا کی ساری کوششیں انہی دو چیزوں کی خاطر ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے ان دونوں کے لیے بہت

آسان تدبیر بتادی کہ صلہ رحمی کیا کرے، دونوں تمنائیں حاصل ہوں گی۔ اگر حضور اقدس ﷺ کے ارشاد کے حق ہونے پر یقین ہے، تو پھر عمر اور رزق کی زیادتی کے خواہشمندوں کو اس نسخہ پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنا چاہیے اور جو میسر ہو رشتہ داروں پر خرچ کرنا چاہیے کہ رزق میں زیادتی کے وعدہ سے اس کا بدل بھی ملے گا اور عمر میں برکت مفت میں ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ صلہ رحمی کی دو ہی صورتیں ہیں: ایک یہ کہ آدمی اپنی کمائی سے اہلِ قرابت کی مالی خدمت کرے۔ دوسرے یہ کہ اپنے وقت اور اپنی زندگی کا کچھ حصہ ان کے کاموں میں لگائے۔ اس کے صلہ میں رزق و مال میں وسعت اور زندگی کی مدت میں اضافہ اور برکت بالکل قرینِ قیاس اور اللہ تعالیٰ کی حکمت ورحمت کے عین مطابق ہے۔ اسبابی نقطۂ نظر سے بھی یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے، یہ واقعہ اور عام تجربہ ہے کہ خاندانی جھگڑے اور خانگی الجھنیں جو زیادہ تر حقوقِ قرابت ادا نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں آدمی کے لیے دلی پریشانی اور اندرونی کڑھن اور گھٹن کا باعث بنتی ہیں اور کاروبار اور صحت ہر چیز متاثر کرتی ہیں لیکن جو لوگ اہل خاندان اور اقارب کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کا برتاؤ کرتے ہیں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک رکھتے ہیں ان کی زندگی انشراح وطمانینت اور خوشدلی کے ساتھ گزرتی ہے اور ہر لحاظ سے ان کے حالات بہتر رہتے ہیں اور فضل الٰہی ان کے شاملِ حال رہتا ہے۔[۱]

عَنْ عَلِیٍّ بن أَبِی طَالِب رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِ صلی اللهُ عَلَیْهِ وَسلم قَالَ

---

[۱] مستفاد من فضائل صدقات، ص: ۲۶۲ و معارف الحدیث ۲۹۲:۶۔

مَن سَرَّہ أَن یُمَدّ لَہُ فِي عُمرہ ویُوَسَّع لَہُ فِي رزقِہ وَیُدْفَع عَنہُ مِیتَةُ السَّوء فَلْیتَّقِ اللہ وَلْیَصِل رَحِمَہ[۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی کو اس بات سے خوشی ہو کہ اس کی عمر دراز کی جائے، اس کی روزی کشادہ کی جائے اور بری موت سے اس کی حفاظت کی جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے۔

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: صَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ تَقِي مَصَارِعَ السُّوءِ، وَصَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ، وَصِلَةُ الرَّحِمِ تَزِيدُ فِي الْعُمُرِ[۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نیکیوں کا کرنا بری موت سے محفوظ رکھتا ہے، چپکے سے صدقہ کرنا اللہ تعالی کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے اور صلہ رحمی کرنا عمر کو بڑھاتا ہے۔

فائدہ: صلہ رحمی کا مفہوم ابھی اوپر گزرا ہے کہ اس کی دو ہی صورتیں ہیں: ایک یہ کہ آدمی اپنی کمائی سے اہلِ قرابت کی مالی خدمت کرے۔ دوسرے یہ کہ اپنے وقت اور اپنی زندگی کا کچھ حصہ ان کے کاموں میں لگائے۔

---

[۱] أورده المنذری فی الترغیب: ۳/ ۲۲۷ وقال: رواه عبد الله ابن الإمام أحمد فی زوائده والبزار بإسناد جید والحاكم. [۲] أورده الهیثمی فی مجمع الزوائد ۳/ ۱۱۵، رقم: ۴۶۳۷ وقال: رواه الطبرانی فی الكبیر، وإسناده حسن۔

عَن ابْنِ عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُول الله صلی الله عَلَيْهِ وَسلم إِن الله لَيُعَمِّر بِالقومِ الديارَ ويُثَمِّر لَهُم الْأَمْوَالَ وَمَا نَظر إِلَيْهِم مُنْذُ خَلَقهمْ بُغضًا لَهُم قيل وَكَيف ذَاك يَا رَسُول الله قَالَ بِصِلَتِهِم أَرحامَهُم[۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالی کچھ لوگوں کی وجہ سے علاقوں کو آباد رکھتا ہے اور ان کے اموال بڑھا دیتا ہے حالانکہ اللہ نے جب سے ان لوگوں کو پیدا کیا ہے اُن سے بغض کی وجہ سے کبھی ان کو نظرِ رحمت سے نہیں دیکھا ہے۔ کسی نے کہا: یارسول اللہ! اور یہ سب کچھ ان کی وجہ سے پھر کیسے ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ کوئی آدمی گناہگار ہو مگر صلہ رحمی کی برکات وثمرات سے محروم نہیں رہتا۔

عَن عَائِشَة رَضِي الله عَنْهَا أَن النَّبِي صلی الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ لَهَا إِنَّه من أُعطي حَظَّه من الرِّفْق فقد أُعطي حَظَّه من خير الدُّنْيَا وَالْآخِرَة وصِلَةُ الرَّحِم وَحسن الْجوَار أَو حُسْن الْخُلُق يُعمِّرَانِ الديارَ وَيَزِيدَانِ فِي الْأَعْمَار[۲]

---

[۱]الترغيب :۳/ ۲۲۸وفيه : رواه الطبراني بإسناد حسن والحاكم وقال تفرد به عمران بن موسى الرملي الزاهد عن أبي خالد فإن كان حفظه فهو صحيح[۲]الترغيب :۲۲۸/۳وفيه : رواه أحمد ورواته ثقات إلا أن عبد الرحمن بن القاسم لم يسمع من عائشة.

حضرت امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: بلاشبہ جس کو نرم مزاجی میں سے حصہ عطا کر دیا گیا اس کو دنیا و آخرت کی خیروں میں سے حصہ عطا کر دیا گیا۔ نیز صلہ رحمی کرنا اور اچھا پڑوسی ہونا یا فرمایا اچھے اخلاق والا ہونا، یہ اعمال گھروں (اور علاقوں) کو آباد رکھتے ہیں اور عمروں میں اضافہ کرتے ہیں۔

فائدہ: یعنی صلہ رحمی وغیرہ کی وجہ سے گھر اور علاقے شاد باد اور خوشحال رہتے ہیں اور لوگوں کی عمروں میں اللہ پاک برکت ڈال دیتے ہیں جس سے وہ بہت سارے کام تھوڑے سے وقت میں کر لیتے ہیں اور وقت و زندگی میں برکتوں کی بدولت بہت سی الجھنوں اور بکھیڑوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے یعنی اس کو عزت دے اور اس کی مہمان نوازی کرے، اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ وہ خیر کی بات کرے یا پھر خاموش رہے۔

---

[۱] صحیح البخاری 6138۔

عن أَبِي سُفْيان صخْر بنِ حَربٍ رضي الله عنه في حدِيثِهِ الطَّويل في قصَّةِ هِرقل أَنَّ هِرقْلَ قَالَ لأَبي سفْيان: فَماذَا يأْمُرُكُمْ بِهِ؟ يَعْني النَّبِيَّ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّم قَالَ: قُلْتُ: يقولُ: اعْبُدُوا اللهَ وَحدَهُ، ولاَ تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً، واتْرُكُوا مَا يقُولُ آباؤُكُمْ، ويأْمُرُنَا بالصَّلاةِ، والصِّدْقِ، والعفَافِ، والصِّلَة[۱]

حضرت ابوسفیان کے قصہ ہرقل والی حدیث میں ان سے روایت ہے کہ ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا: وہ نبی تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا: وہ فرماتے ہیں کہ اکیلے اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، جو (شرکیہ) باتیں تمہارے آباؤاجداد کہتے ہیں ان کو چھوڑ دو۔ نیز وہ ہمیں نماز، سچائی، پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكُمْ سَتَفْتَحُونَ مِصْرَ وَهِيَ أَرْضٌ يُسَمَّى فِيهَا الْقِيرَاطُ، فَإِذَا فَتَحْتُمُوهَا فَأَحْسِنُوا إِلَى أَهْلِهَا، فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا أَوْ قَالَ: ذِمَّةً وَصِهْرًا[۲]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم عنقریب مصر کو فتح کرو گے اور وہ ایسی زمین ہے جس میں قیراط کا زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ جب تم اس میں فاتحانہ انداز میں داخل ہو تو اس کے باشندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا کیونکہ ان کے ساتھ ہمارا معاہدہ بھی ہے اور رشتہ داری بھی ہے — یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا: — ان کے ساتھ ہمارا معاہدہ ہے اور وہ ہمارے سسرالی رشتہ دار ہیں۔

---

[۱] أورده النووی رحمه الله في رياض الصالحين: برقم (۳۲۷) وقال: متفق عليه [۲] صحيح المسلم 2543۔

فائدہ: امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اہلِ مصر کے ساتھ رشتہ داری یہ تھی کہ حضرت "اسماعیل" علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت "ہاجر" اہلِ مصر میں سے تھیں۔ اور سسرالی رشتہ یوں تھا کہ آپ کے صاحبزادے حضرت "ابراہیم" کی والدہ محترمہ حضرت "ماریہ قبطیہ" رضی اللہ عنہا انہیں مصر والوں میں سے تھیں۔

عن أَبِی أَيُّوب خالدِ بن زيدٍ الأنصاری رضی الله عنه أَن رجلاً قَالَ: يَا رسولَ الله أَخْبِرْنی بِعملٍ يُدْخِلُنی الجنَّةَ، وَيُبَاعِدُنی مِنَ النَّارِ فقال النبیُّ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّم: "تعبُدُ اللّٰه، وَلاَ تُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً، وَتُقِيمُ الصَّلاَةَ، وتُؤتی الزَّكَاةَ، وتَصِلُ الرَّحِمَ[1]

حضرت خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے آپ کوئی ایسا عمل ارشاد فرمادیں جو مجھے جنت میں داخل کردے اور جہنم سے دور کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسْرَعُ الْخَيْرِ ثَوَابًا الْبِرُّ، وَصِلَةُ الرَّحِمِ، وَأَسْرَعُ الشَّرِّ عُقُوبَةً، الْبَغْيُ، وَقَطِيعَةُ الرَّحِمِ[2]

---

[1] أورده النووی رحمه الله فی رياض الصالحين: برقم (۳۳۱) وقال: متفق عليه
[2] سنن ابن ماجه: ۴۲۱۲، وقال البوصيری فی مصباح الزجاجة: ۲۳۹/۴: هذا إسناد فيه صالح بن موسى الصلحی وهو ضعيف وله شاهد من حديث أبی بكرة رواه أبو داود والترمذی۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نیکی کا بدلہ بہت جلد ملتا ہے وہ حسن سلوک اور صلہ رحمی ہے اور جس برائی کی سزا بہت جلد ملتی ہے وہ ظلم اور قطع رحمی ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَنِ اتَّقَى رَبَّهُ، وَوَصَلَ رَحِمَهُ، نُسِّئَ فِي أَجَلِهِ، وَثَرَى مَالُهُ، وَأَحَبَّهُ أَهْلُهُ[۱]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جو شخص اپنے رب سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے اس کی عمر دراز کردی جاتی ہے، اس کے مال میں زیادتی کردی جاتی ہے اور اس کے رشتہ دار اُس سے محبت کرتے ہیں۔

عَنْ سُوَيْدِ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُلُّوا أَرْحَامَكُمْ وَلَوْ بِالسَّلَامِ[۲]

حضرت سوید بن عامر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی رشتہ داریوں کو تر رکھو اگرچہ سلام کرنے کے ذریعہ ہو۔

عَنْ جَامِعِ بْنِ أَبِي رَاشِدٍ، سَمِعَ مَيْمُونَ بْنَ مِهْرَانَ، قَالَ: "ثَلَاثٌ تُؤَدَّى إِلَى الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ: الرَّحِمُ تُوصَلُ بَرَّةً كَانَتْ أَوْ فَاجِرَةً، وَالْأَمَانَةُ تُؤَدَّى إِلَى الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ، وَالْعَهْدُ يُوَفَّى لِلْبَرِّ وَالْفَاجِرِ[۳]

---

[۱] الأدب المفرد: ۵۸، وكذا فى البر والصلة للمروزى: ۱۹۸ وقال محققه: رجال إسناده حسن [۲] البر والصلة للمَرْوَزى 116، وقال محققه: مرسل رجال إسناده ثقات [۳] البر والصلة للمَرْوَزى 13:1، وقال محققه: رجال إسناده ثقات۔

حضرت جامع بن ابی راشد سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت میمون بن مہران کو فرماتے ہوئے سنا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ نیک اور گناہ گار ہر ایک کو ادا کی جاتی ہیں: ایک رشتہ داری کہ وہ نیک اور گناہگار ہر ایک کے ساتھ جوڑی جاتی ہے، دوسری امانت کہ وہ نیک اور گناہ گار ہر ایک کو واپس کی جاتی ہے۔ تیسری وعدہ کی پاسداری کہ نیک اور گناہ گار ہر ایک کے ساتھ وعدہ پورا کیا جاتا ہے۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، سَمِعَ أَبَاهُ يَقُولُ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَوْصِنِي. قَالَ: أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأَدِّ الزَّكَاةَ وَصُمْ رَمَضَانَ وَحُجَّ الْبَيْتَ وَاعْتَمِرْ وَبَرَّ وَالِدَيْكَ وَصِلْ رَحِمَكَ وَأَقْرِ الضَّيْفَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَزُلْ مَعَ الْحَقِّ حَيْثُ زَالَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے نصیحت فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ کا حج وعمرہ کرو، اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، صلہ رحمی کرو، مہمان کی مہمان نوازی کرو، نیکی کا حکم کرو، برائی سے روکو اور حق کا ہمیشہ ساتھ دو۔

---

[۱] المستدرك على الصحيحين للحاكم: 7276 وقال الحاكم: صحيح الإسناد بشيوخ اليمن ولم يخرجاه، وتعقبه الذهبي في التلخيص وقال: ابن مسمول ضعيف، وكذا في صحيح ابن حبان: 5882 وقال محققه: إسناده ضعيف۔

صلہ رحمی کی پہچان

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو برابر سرابر کا معاملہ کرنے والا ہو۔ صلہ رحمی کرنے والا تو ہے جو دوسرے کے توڑنے پر بھی صلہ رحمی کرے۔

فائدہ: بالکل ظاہر اور واضح بات ہے، جب آپ ہر بات میں یہ دیکھ رہے ہیں کہ جیسا برتاؤ دوسرا کرے گا ویسا ہی میں بھی کروں گا تو آپ نے کیا صلہ رحمی کی؟ یہ بات تو ہر اجنبی کے ساتھ بھی ہوتی ہے کہ جب دوسرا شخص آپ پر احسان کرے گا تو آپ خود اس پر احسان کرنے پر مجبور ہیں۔ صلہ رحمی تو در حقیقت یہی ہے کہ اگر دوسرے کی طرف سے بے التفاتی، بے نیازی، قطعِ تعلق ہو تو تم اس کے جوڑنے کی فکر میں رہو۔ اس کو مت دیکھو کہ وہ کیا برتاؤ کرتا ہے۔ اس کو ہر وقت سوچو کہ میرے ذمہ کیا حق ہے، مجھے کیا کرنا چاہیے۔ دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہو، ایسا نہ ہو کہ اس کا کوئی حق اپنے ذمہ رہ جائے جس کا قیامت میں اپنے سے مطالبہ ہو جائے اور اپنے حقوق کے پورا ہونے کا واہمہ بھی دل میں نہ لو بلکہ اگر وہ پورے نہیں ہوتے تو اور بھی زیادہ مسرور رہو کہ دوسرے عالَم میں اس کا جو اجر و ثواب ملے گا وہ اس سے بہت زیادہ ہوگا جو یہاں دوسرے کے ادا کرنے سے وصول ہوتا۔

ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے میرے رب نے نو باتوں کا

[ا] صحيح البخاری 5991۔

حکم فرمایا ہے :۱۔حق تعالی شانہ کا خوف ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی ۔(یعنی دل سے اور ظاہر سے یا خلوت میں اور جلوت میں)۔۲۔انصاف کی بات خوشی میں بھی ،غصہ میں بھی (آدمی جب کسی سے خوش ہوا کرتا ہے تو عیوب چھپا کر تعریفوں کے پل باندھا کرتا ہے، جب خفا ہوتا ہے تو جھوٹے الزام تراشا کرتا ہے۔ مجھے حکم ہے کہ ہر حال میں انصاف کی بات کہوں)۔۳۔میانہ روی فقر کی حالت میں بھی اور وسعت کی حالت میں بھی (نہ تنگی میں کنجوسی کروں نہ وسعت میں اسراف کروں، یا نہ فقر میں جزع وفزع کروں اور نہ غِنا میں عُجب وفخر کروں)۔ ۴۔جو شخص مجھ سے قطع تعلق کرے میں اس کے ساتھ بھی تعلقات وابستہ کروں۔ ۵۔جو شخص مجھے اپنی عطا سے محروم کرے میں اس کے ساتھ حسن سلوک کروں۔ ۶۔جو شخص مجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کردوں (انتقام لینے کی فکر میں نہ پڑوں)۔۷۔میرا چپ رہنا (آخرت کے بارے میں یا اللہ تعالی کی آیات کے بارے میں) فکر ہو۔ ۸۔میرا بولنا اللہ تعالی کا ذکر ہو (تسبیح وغیرہ یا اللہ کے احکام کا بیان ہو)۔۹۔میری نظر عبرت ہو (یعنی جس چیز کو دیکھوں عبرت کی نگاہ سے دیکھوں)۔۱۰۔اور میں نیک کام کا حکم کرتا رہوں (مشکوۃ)۔

شروع میں نو(۹) چیزیں فرمائی تھیں تفصیل میں دس ہوگئیں مگر یہ دسویں چیز سابقہ نو چیزوں کا اجمال بھی ہوسکتا ہے اور نمبر ۷، ۸ دو مقابل ہونے کی وجہ سے ایک بھی شمار ہو سکتے ہیں جیسا کہ شروع میں ظاہر و باطن ایک شمار ہوئے ،خوشی اور غصہ ایک شمار ہوئے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب آیت شریفہ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ[1] (معافی کو اختیار کرو، نیکی کا حکم کرو اور جاہلوں سے اعراض کرو) نازل

[1] اعراف:۱۹۹

ہوئی تو حضور اقدس ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس کی تفسیر دریافت کی تو انہوں نے عرض کیا کہ جاننے والے (یعنی اللہ تعالی) سے دریافت کر کے عرض کروں گا۔ وہ واپس تشریف لے گئے اور پھر آ کر عرض کیا: اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ جو آپ پر ظلم کرے اس کو معاف کر دیں، اور جو آپ کو اپنی عطا سے محروم رکھے اس کو عطا فرمائیں اور جو آپ سے تعلقات توڑے اس سے تعلقات جوڑیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آدمی خالص ایمان تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک یہ کام نہ کرے کہ اپنے سے تعلق توڑنے والوں کے ساتھ تعلقات جوڑا کرے، اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو معاف کیا کرے، اپنے کو گالیاں دینے والے کو بخش دیا کرے اور جو اپنے ساتھ برائی کرے اس کے ساتھ بھلائی کرے۔ (درمنثور)[۱]

قطع رحمی کرنے والے رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ حَاسَبَهُ اللهُ حِسَابًا يَسِيرًا وَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ قَالُوا: لِمَنْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: تُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ، وَتَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَكَ، وَتَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ قَالَ: فَإِذَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ، فَمَا لِي يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: أَنْ تُحَاسَبَ حِسَابًا يَسِيرًا وَيُدْخِلَكَ اللهُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ

[۱] ماخوذ من فضائل صدقات، ص: ۲۸۰۔

[۲] المستدرك على الصحيحين للحاكم: ۳۹۱۲، وقال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه"۔ وقال الذهبي في التلخيص: سليمان بن داود اليمامي ضعيف۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین صفات ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں بھی ہوں اللہ تعالیٰ اس سے آسان حساب لے گا اور اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! کن (صفات والوں) کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو تجھے محروم کرے تُو اسے عطا کر، جو تُجھ پر ظلم کرے تُو اسے معاف کر، اور جو تجھ سے (رشتہ داری اور تعلق) توڑے تُو اس سے جوڑ۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر میں یہ کام کرلوں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تجھ سے حساب آسان لیا جائے گا اور تجھے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمادے گا۔

فائدہ: معاف کرنے کی مشق کرنی چاہیے، ہمارے ساتھ کوئی زیادتی کرے تو ہم یوں نہ کہیں: ــــ"تمہاری زیادتی ہے، چاہے کسی اور سے پوچھ لوـــ"۔ بلکہ ہم اسے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مندرجہ بالا خوشخبری کے حصول کے لیے بلا طعن و تشنیع معاف کر دیں۔ اسی طرح کوئی رشتہ دار ہم سے خفا ہو جائے، ہمیں برا بھلا کہے یا ہمارے پاس آمد و رفت ختم کردے تو ہم اس سے نہ خفا ہوں، نہ اس کے بارے میں لب کشا ہوں اور نہ اس سے جدا ہوں بلکہ ہم اس کے ساتھ تعلق جوڑنے کی کوشش کرتے رہیں، ان شاء اللہ حدیثِ بالا کی رو سے اللہ پاک محشر کی سختی کے وقت ہم سے آسان حساب لے کر ہمیں اپنے فضل وکرم سے جنت میں بھیج دے گا۔

عَنْ عُقْبَةَ قَالَ لَقِيتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ، أَخْبِرْنِي بِفَوَاضِلِ الْأَعْمَالِ. فَقَالَ: "يَا عُقْبَةُ، صِلْ مَنْ قَطَعَكَ، وَأَعْطِ مَنْ

حَرَمَكَ، وَأَعْرِضْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ "وَفِي رِوَايَةٍ واعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اور آپ سے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے بلند اخلاق والے اعمال ارشاد فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عقبہ! جو تجھ سے توڑے اس سے جوڑ، جو تجھے محروم کرے اسے عطا کر، جو تجھ پر ظلم وزیادتی کرے اس (کے ظلم) کو نظر انداز کر دو (یعنی اس کے ظلم وزیادتی کی پرواکیے بغیر اس سے حسن سلوک کر)، اور ایک روایت میں ہے کہ: جو تجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کر۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَكْرَمِ أَخْلَاقِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ؟ أَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ، وَأَنْ تُعْطِيَ مَنْ حَرَمَكَ، وَأَنْ تَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ[۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمہیں دنیا وآخرت کے اعلیٰ اخلاق نہ بتاؤں؟ (وہ یہ ہیں:) کہ جو تجھ سے توڑے اس سے جوڑ، جو تجھے محروم کرے اسے عطا کر، اور جو تجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کر۔

---

[۱] مسند أحمد: ۱۲۳۳۴، وقال محققه: حديث حسن، وهذا إسناد ضعيف لضعف علي بن يزيد: وهو ابن زياد الألهاني۔ قال المنذري في الترغيب: وَفِي رِوَايَةٍ واعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ المعجم الأوسط: ۵۵۶۷، وقال الهيثمي في المجمع: ۱۳۶۹۱: رواه الطبراني في الأوسط، وفيه الحارث وهو ضعيف۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ قَالَ: أَفْضَلُ الْفَضَائِلِ أَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ، وَتُعْطِيَ مَنْ حَرَمَكَ، وَتَصْفَحَ عَمَّنْ شَتَمَكَ[۱]

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فضیلتوں والے اعمال میں سے بھی زیادہ فضیلت والے اعمال یہ ہیں کہ جو تجھ سے توڑے اس سے جوڑ، جو تجھے محروم کرے اسے عطا کر اور جو تجھے گالی دے اسے معاف کر۔

عَنْ عَطَاءِ بْنِ زُهَيْرِ بْنِ الْأَصْبَغِ الْعَامِرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو: أَخْبِرْنِي عَنِ الرَّحِمِ؟ فَقَالَ: " يَبْعَثُهَا اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهَا لِسَانٌ فَصِيحٌ لَا تَكْذِبُ اللهَ شَيْئًا، وَلَا يَكْذِبُهَا، فَإِذَا قَالَتْ: رَبِّ، هَذَا وَصَلَنِي، وَصَلَهُ اللهُ وَأَكْرَمَهُ، وَإِذَا قَالَتْ: رَبِّ، هَذَا قَطَعَنِي، قَطَعَهُ اللهُ وَلَا يَسْمَعُ لَهُ قَوْلًا[۲]

حضرت زُہَیر عامری فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ رشتہ داری (کی اہمیت) کے بارے میں مجھے کچھ بتائیں: انہوں نے فرمایا: قیامت والے دن اللہ تعالیٰ رشتہ داری کو اٹھائے گا، اس کی فصیح زبان ہوگی (جس سے وہ اپنی بات بہت مؤثر انداز میں پیش کر سکے گی) وہ اللہ کے سامنے کچھ بھی جھوٹ نہیں بولے گی اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے حق بات فرمائے گا۔ چناں چہ جب وہ کہے گی: اے میرے رب! اِس شخص نے مجھے جوڑا تھا تو اللہ تعالیٰ اُس شخص کو اپنی رحمت سے جوڑ لے گا اور اُس

---

[۱]المعجم الکبیر: ۱۸۸/۲۰، وقال الھیثمی فی المجمع: ۱۳۶۹۳: رواہ الطبرانی، وفیه زبان بن فائد وھو ضعیف۔[۲]البر والصلة للمَرْوَزی 117-وھذا بعض قوله۔ وقال محققه: فی إسنادہ عطاء بن زھیر وھو مقبول وأبوہ لم أقف علیه وبقیة رجاله ثقات۔

کو اعزاز سے نوازے گا اور جب وہ کہے گی: اے میرے رب! اِس شخص نے مجھے توڑا تھا تو اللہ تعالیٰ بھی اس شخص کو اپنی رحمت سے توڑ دے گا اور اُس (شخص) کی کوئی بات نہیں سنے گا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمِ أَضْحَى: مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ فِي هَذَا الْيَوْمِ، أَفْضَلَ مِنْ دَمٍ يُهَرَاقُ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَحِمًا مَقْطُوعَةً تُوصَلُ[ا]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن کے بارے میں فرمایا: اِس دن ابن آدم کا خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے بڑھ کر کوئی عمل افضل نہیں، سوائے اس کے کہ ٹوٹی ہوئی رشتہ داری کو جوڑا جائے۔

فائدہ: انتہائی غور کرنے کا مقام ہے کہ عید الاضحیٰ کے دن قربانی کا عمل اتنا اہم ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان اس دن اسی (قربانی کے) عمل میں مشغول ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ قربانی کے جانور کے لیے بیش بہا قیمت صَرف کرتے ہیں مگر حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ ایک عمل ایسا ہے جو اس دن اس سے بھی بڑھا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کسی روٹھے ہوئے رشتہ دار کو جا کر منت سماجت کر کے کسی طرح منالے اور اُس ٹوٹی ہوئی رشتہ داری کو جوڑ لے۔

[ا] المعجم الکبیر: ۱۰۹۴۸، وقال الهیثمی فی المجمع: ۵۹۳۹: رواه الطبرانی فی الکبیر، وفیه الحسن بن یحیى الخشنی، وهو ضعیف، وقد وثقه جماعة.

بدسلوکی کرنے والے رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُونِي، وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسِيئُونَ إِلَيَّ، وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ، فَقَالَ: لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ، فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذَلِكَ[۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے رشتہ دار ہیں میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بدسلوکی کرتے ہیں، اور وہ میرے ساتھ جھگڑتے ہیں [۲]۔اور میں برداشت سے کام لیتا ہوں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم ایسے ہی کر رہے ہو جیسے تم نے کہا تو پھر گویا تم ان کو گرم راکھ کھلا رہے ہو اور ان کے مقابلہ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ اللہ کی مدد شاملِ حال رہے گی جب تک تم اس حالت پر قائم رہو گے۔

فائدہ: (۱)۔"گرم راکھ کھلانے" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح گرم راکھ کھانے سے آدمی کو درد اور تکلیف ہوتی ہے اسی طرح وہ تمہارے ساتھ اپنی اس بدسلوکی کی بناء پر اپنے لیے آخرت کی تکلیف وعذاب کو اکٹھا کر رہے ہیں اور تم اپنے حسن سلوک اور صلہ رحمی کی وجہ سے آخرت کی راحت ونعمت کا سامان جمع کر رہے ہو۔مطلب یہ ہوا کہ تم اپنے حسن سلوک کو جاری رکھو، قیامت والے دن تمہیں اپنی نیکی کا بہترین صلہ اور انہیں

---

[۱]صحیح مسلم :۲۵۵۸ [۲]قال شیخنا العثمانی فی تکملة فتح الملهم :۳۴۸/۵- فی شرح هذا الحدیث-:وربما یکون الجهل بمعنی المنازعة والمجادلة،ویصلح أن یکون مرادا ههنا۔

ان کی بدی کا برابدلہ ملے گاالغرض تم صلہ رحمی کرنا کسی حال میں بھی نہ چھوڑو کہ بروزِ محشر ہر ایک اپنے کیے کا بدلہ پائے گا۔[۱]

(۲)__"تمہارے ساتھ اللہ کی مدد شامل حال رہے گی__": چناں چہ جب تک اللہ تعالی کی مدد کسی کے شامل حال رہے اس کو نہ کسی کی برائی سے نقصان پہنچ سکتا ہے اور نہ کسی کا قطع تعلق نفع پہنچنے سے مانع ہوسکتا ہے۔ بہر حال لوگوں کے رویے کی پروا کیے بغیر اللہ تعالی کے حکم کی تابعداری اوراس کی رضامندی کو مقصود بنائے رکھنا چاہیے۔ ؎

تُو نہ چھوٹے مجھ سے یارب، تیرا چھُٹنا ہے غضب

یوں میں راضی ہوں، مجھے چاہے زمانہ چھوڑ دے

یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اللہ تعالی شانہ کسی کا مددگار ہوجائے تو اس کو کب کسی دوسرے کی کسی مدد کی ضرورت باقی رہ سکتی ہے۔ پھر ساری دنیا اس کی مجبوراً مُعین ہے اور ساری دنیا مل کر اس کو کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔[۲]

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِخِصَالٍ مِنَ الْخَيْرِ: أَوْصَانِي: بِأَنْ لَا أَنْظُرَ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقِي، وَأَنْ أَنْظُرَ إِلَى مَنْ هُوَ دُونِي، وَأَوْصَانِي بِحُبِّ الْمَسَاكِينِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ، وَأَوْصَانِي أَنْ أَصِلَ رَحِمِي وَإِنْ أَدْبَرَتْ، وَأَوْصَانِي أَنْ لَا أَخَافَ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ، وَأَوْصَانِي أَنْ أَقُولَ الْحَقَّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا، وَأَوْصَانِي أَنْ أُكْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، فَإِنَّهَا كَنْزٌ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ[۳]

---

[۱]مستفاد من کلام النووی فی ریاض الصالحین ص: ۲۱[۲]مستفاد من فضائل صدقات ص: ۲۸۱۔

[۳]صحیح ابن حبان: ۴۴۹، وقال محققه: حدیث صحیح۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب ﷺ نے چند اچھی باتوں کی نصیحت فرمائی:

مجھے نصیحت فرمائی کہ میں (دنیا میں) اپنے سے اوپر والے کو نہ دیکھوں اور اپنے سے نیچے والے کو دیکھوں، مجھے غریبوں مسکینوں کے ساتھ محبت کرنے اور ان کے قریب رہنے کی نصیحت فرمائی، اور یہ کہ میں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کروں اگرچہ وہ مجھ سے منہ موڑیں، اور اللہ تعالی کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کروں، اور حق بات کہوں اگرچہ کڑوی ہو، نیز اس بات کی نصیحت فرمائی کہ لَا حَول وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ کا ورد کثرت سے کرتا رہوں کہ یہ کلمہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

قَالَ مُجَمِّعُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنِي رَجُلٌ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ رَحِمِي قَدْ رَفَضُونِي وَقَطَعُونِي، فَأَرْفُضُهُمْ كَمَا رَفَضُونِي، وَأَقْطَعُهُمْ كَمَا قَطَعُونِي؟ قَالَ: إِذَا يَرْفُضُكُمُ اللهُ جَمِيعًا، وَإِنْ أَنْتَ وَصَلْتَ وَقَطَعُوكَ كَانَ مَعَكَ مِنَ اللهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ[1]

راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے رشتہ داروں نے مجھے چھوڑ دیا ہے اور مجھ سے قطع تعلق کر لی ہے۔ تو میں بھی ان کو چھوڑ دوں جیسے انہوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے؟، اور ان سے قطع تعلق کرلوں جیسے انہوں نے کرلیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (اگر ان کی طرح تم بھی ایسا کرلو گے) تو پھر اللہ تعالی تم سب کو چھوڑ دے گا، اور

---

[1] البر والصلة للمَرْوَزي: ۱۱۸، وقال محققه: مرسل ضعيف، في إسناده مبهم۔

اگر تم ان کی قطع رحمی کے باوجود ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو گے تو ان کے مقابلہ میں تمہارے ساتھ اللہ کی مدد شامل حال ہوگی۔

دشمنی رکھنے والے رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الصَّدَقَةُ عَلَى ذِي الرَّحِمِ الْكَاشِحِ[1]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے عرض کی: یارسول اللہ! کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا رشتہ دار جو شدید دشمن ہو اس پر صدقہ کرنا (سب سے افضل صدقہ ہے)۔

فائدہ: وہ رشتہ دار جو محبت کرتا ہے اس پر اپنا مال خرچ کرنا بھی عموماً طبیعت پر دشوار ہوتا ہے اور اس کے ساتھ مالی صلہ رحمی کرنے میں آدمی تامل سے کام لیتا ہے، جبکہ یہاں حضور اقدس ﷺ نے اس رشتہ دار کے اوپر مال خرچ کرنے پر ابھارا ہے جو ہم سے دشمنی ہی نہیں بلکہ شدید دشمنی رکھتا ہے اور جہاں تک اُس کا بس چلے تو وہ ہمیں نقصان پہنچانے میں ذرا بھر بھی دیر نہ کرے۔ اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے ساتھ کس قدر صلہ رحمی کا حکم ہے۔ (یعنی اس حد تک صلہ رحمی کا حکم ہے جو ہماری سوچ کی رسائی سے بالاتر ہے)۔

---

[1] مسند أحمد: ۱۵۳۲۰: وقال محققه: حديث صحيح، المعجم الكبير: ۳۱۲۶، وقال الهيثمي في المجمع: ۴۶۴۸: رواه أحمد، والطبراني في الكبير، وإسناده حسن. وأخرجه الحاكم في المستدرك: ۱۴۷۵: وقال: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه، وله شاهد بإسناد صحيح۔

ظالم رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، عَلِّمْنِي شَيْئًا يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ، فَقَالَ: لَئِنْ أَقْصَرْتَ الْخُطْبَةَ لَقَدْ أَعْرَضْتَ الْمَسْأَلَةَ، أَعْتِقِ النَّسَمَ، وَفُكَّ الرَّقَبَةَ قَالَ: أَوَلَيْسَا وَاحِدًا؟ قَالَ: فَإِنَّ عِتْقَ النَّسَمَةِ أَنْ تُفْرِدَ بِعِتْقِهَا، وَفَكُّ الرَّقَبَةِ أَنْ تُعِينَ فِي ثَمَنِهَا، وَالْمِنْحَةُ الْمَوْكُوفَةُ، وَالْفَيْءُ عَلَى ذِي الرَّحِمِ الظَّالِمِ، فَإِنْ لَمْ تُطِقْ ذَلِكَ، فَأَطْعِمِ الْجَائِعَ، وَاسْقِ الظَّمْآنَ، وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ، وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ، فَإِنْ لَمْ تُطِقْ ذَلِكَ، فَكُفَّ لِسَانَكَ إِلَّا مِنْ خَيْرٍ[1]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدّو آدمی، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل سکھلا دیں جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگرچہ تم نے (بظاہر) مختصر بات کی ہے مگر (درحقیقت) تم نے ایک (جامع اور لمبا چوڑا) سوال کیا ہے۔ (جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:) جاندار کو آزاد کرو اور گردن کو چھڑاؤ یعنی غلام آزاد کرو۔ اس بدو نے عرض کی: کیا یہ دونوں ایک نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (نہیں) کیونکہ جاندار کا آزاد کرنا یہ ہے کہ تُو اکیلا اُسے آزاد کرے اور گردن کا چھڑانا یہ ہے کہ تُو اس کی قیمت (کی ادائیگی) میں تعاون کرے۔

اور خوب دودھ دینے والا جانور کسی کو دودھ پینے کے لیے دینا، اور ظالم رشتہ دار پر

[۱] المستدرك على الصحيحين للحاكم:7263 وقال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه، وأقره الذهبي في التلخيص بقوله: صحيح۔

مہربانی کرنا، اگر تم اس کی استطاعت نہ رکھو تو بھوکے کو کھانا کھلاؤ، پیاسے کو پانی پلاؤ، نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرو، پھر اگر تُم اس کی استطاعت بھی نہ رکھو تو پھر اپنی زبان کو سوائے خیر کی بات کے روکے رکھو۔

فائدہ: حدیثِ بالا سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ کوئی رشتہ دار اگرچہ ہمارے ساتھ ظلم ہی کیوں نہ ڈھائے پھر بھی ہمیں اُس کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا چاہیے کہ اِس پر اللہ کے سچے نبی ﷺ نے داخلۂ جنت کی خوشخبری سنائی ہے اور اُس کے تمام مظالم کے مقابلہ میں ہمارے لیے ہمارے نبیٔ صادق کا یہ وعدہ کافی ہے اس لیے اُس کے ظلم وستم کی پروا کیے بغیر اپنا فریضہ (یعنی حسنِ سلوک) سرانجام دیتے رہنا چاہیے۔

مشرک و کافر رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنهُ قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُهَا؟ قَالَ: نَعَمْ صِلِيهَا[۱]

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس زمانہ میں حضور اقدس ﷺ کا قریش سے معاہدہ ہو رہا تھا، اس وقت میری کافر والدہ (مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ) آئیں۔ میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ میری والدہ (میری اعانت کی) طالب بن کر آئی ہیں، ان کی اعانت کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ان کی اعانت کردو۔[۲]

---

[۱]متفق عليه كذا في المشكوة: ۴۹۱۳ [۲]قد تقدم هذا الحديث في أوائل الكتاب مع شرحه الوجيز وأعدتُه ههنا - مع شرحه البسيط من كلام شيخ الحديث الكاندلوي رحمه الله - مناسبةً للباب وإتماماً للفائدة۔

فائدہ: ابتداءِ زمانہ میں کفار کی طرف سے مسلمانوں پر جس قدر مظالم ہوئے وہ بیان سے باہر ہیں۔تواریخ کی کتب اُن سے پُر ہیں۔حتیٰ کہ مسلمانوں کو مجبور ہو کر مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنی پڑی۔مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد بھی مشرکین کی طرف سے ہر طریقہ سے لڑائی اور ایذا رسانی کا سلسلہ رہا۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ محض عمرہ کرنے کی نیت سے مکہ مکرمہ تشریف لائے،تو کافروں نے مکہ میں داخل بھی نہ ہونے دیا ،باہر ہی سے واپس ہونا پڑا۔لیکن اس وقت آپس میں ایک معاہدہ چند سال کے لیے ہو گیا تھا جس میں چند سال کے لیے کچھ شرائط پر آپس میں لڑائی نہ ہونے کا فیصلہ ہوا تھا۔ یہ مشہور قصہ ہے۔اسی معاہدہ کی طرف حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا کہ جس زمانہ میں قریش سے معاہدہ ہو رہا تھا،اس معاہدہ کے زمانہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی جو حضرت اسماء کی والدہ تھیں اور مسلمان نہیں ہوئی تھیں،اپنی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ اعانت کی خواہش لے کر گئیں، چونکہ وہ مشرک تھیں اس لیے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو اشکال پیش آیا کہ ان کی اعانت کی جائے یا نہیں؟اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا،حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعانت کا حکم فرمایا۔

امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس قصہ سے معلوم ہوا کہ کافر رشتہ داروں کی صلہ رحمی بھی مال سے ضروری ہے جیسا کہ مسلمان رشتہ داروں کی ہے۔ایک روایت میں ہے کہ اسی قصہ میں قرآن پاک کی آیت لَا يَنْهَاكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ نازل ہوئی (فتح الباری) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں

کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے اور تم کو تمہارے گھروں سے انہوں نے نہیں نکالا، اللہ تعالی انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں ۔"

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی قدّس سِرُّہ فرماتے ہیں کہ مراد وہ کافر ہیں جو ذِمّی یا مصالح ہوں یعنی محسنانہ برتاؤ ان سے جائز ہے اور اسی کو منصفانہ برتاؤ فرمایا۔ پس انصاف سے مراد خاص انصاف ہے یعنی ان کی ذمیّت یا مصالحت کے اعتبار سے انصاف اسی کو متقاضی ہے کہ ان کے ساتھ احسان سے دریغ نہ کیا جائے ورنہ مطلق انصاف تو ہر کافر بلکہ جانور کے ساتھ بھی واجب ہے ۔(بیان القرآن)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی یہ والدہ جن کا نام ـــ"قَیلہ ـــ" یا ـــ"قُتَیلہ ـــ" بنت عبدالعُزّیٰ ہے چونکہ مسلمان نہ ہوئی تھیں اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انکو طلاق دے دی تھی۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ کچھ گھی پنیر وغیرہ ہدیہ کے طور پر لے کر اپنی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں۔ انہوں نے ان کو اپنے گھر میں داخل نہ ہونے دیا اور اپنی علّاتی ہمشیرہ (باپ شریک بہن) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس مسئلہ دریافت کرنے کے لیے آدمی بھیجا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کر کے اطلاع دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت فرما دی اور یہ آیت شریفہ اسی قصہ میں نازل ہوئی (فتح، درمنثور)۔

یہ ان حضرات کی دین پر پختگی اور قابلِ رشک جذبہ تھا کہ ماں گھر پر آئی ہے۔ محض بیٹی سے ملنے کے واسطے آئی ہے کہ اس وقت تک اعانت کی طلب کا تو وقت ہی نہ آیا تھا لیکن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے مسئلہ کی تحقیق کرنے کے لیے آدمی دوڑا دیا کہ میں اپنی ماں کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے سکتی ہوں یا نہیں؟

متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ صحابہ کرام غیر مسلموں پر صدقہ کرنا ابتداء میں پسند نہیں کرتے تھے، جس پر حق تعالیٰ شانہ نے آیتِ شریفہ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ نازل فرمائی کہ "آپ کے ذمہ ان کی ہدایت نہیں ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے جس کو چاہیں ہدایت پر لاویں اور جو کچھ تم (خیرات وغیرہ) خرچ کرتے ہو، اپنے نفع کے واسطے کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے علاوہ کسی اور فائدہ کی غرض سے نہیں کرتے۔" یعنی تم تو صدقہ وغیرہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے کرتے ہو، اس میں ہر حاجت مند داخل ہے کافر ہو یا مسلمان ہو۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ لوگ اپنے کافر رشتہ داروں پر احسان کرنا پسند نہیں کرتے تھے تاکہ وہ بھی مسلمان ہو جائیں۔ انہوں نے اس بارہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا۔ اس پر یہ آیت شریفہ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ نازل ہوئی۔ اور بھی متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے (درمنثور)۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ایک مجوسی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کا مہمان بننے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمادیا کہ اگر تُو مسلمان ہو جائے تو میں تیری مہمانی قبول کرتا ہوں۔ وہ مجوسی چلا گیا۔ اللہ جل شانہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ ابراہیم! تم ایک رات کا کھانا تبدیلئ مذہب بغیر نہ کھلا سکے، ہم ستر برس سے اس کے کفر کے باوجود اس کو کھانا دے رہے ہیں۔ ایک وقت کا کھانا کھلا دیتے تو کیا مضائقہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فوراً اس کی تلاش میں دوڑنے لگے۔ وہ مل گیا۔ اس کو اپنے ساتھ واپس لائے اور اس کو کھانا کھلایا۔ اس مجوسی نے پوچھا کہ کیا بات پیش آئی کہ تم خود

مجھے تلاش کرنے نکلے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وحی کا قصہ سنایا۔ وہ مجوسی کہنے لگا: اس کا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے تو مجھے اسلام کی تعلیم دیجئے اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ (احیاء)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں کسی شخص کو کوئی گنجائش نہیں: ۱— والدین کے ساتھ احسان کرنا چاہے والدین مسلمان ہوں یا کافر، ۲— جس سے عہد کر لیا جائے اس کو پورا کرنا چاہے مسلمان سے عہد کیا ہو یا کافر سے، ۳— امانت کو واپس کرنا چاہے مسلمان کی امانت ہو یا کافر کی (الجامع الصغیر)۔

محمد بن حنفیہؒ، عطاءؒ اور قتادہؒ تینوں حضرات سے یہ نقل کیا گیا کہ حق تعالیٰ شانہ کے پاک ارشاد ﴿إِلَّآ أَن تَفۡعَلُوٓاْ إِلَىٰٓ أَوۡلِيَآئِكُم مَّعۡرُوفٗا﴾ میں مسلمان کی یہود و نصاریٰ غیر مسلم رشتہ داروں کے لیے وصیت مراد ہے (مغنی)[۱]

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: رَأَى عُمَرُ حُلَّةً سِيَرَاءَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ لَوِ اشْتَرَيْتَ هَذِهِ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوُفُودِ إِذَا أَتَوْكَ. فَقَالَ: (يَا عُمَرُ! إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ) ثُمَّ أُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلل فَأَهْدَى إِلَى عُمَرَ مِنْهَا حُلة فَجَاءَ عُمَرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ بَعَثْتَ إِلَيَّ هَذِهِ وَقَدْ سَمِعْتُكَ قُلْتَ فِيهَا مَا قُلْتَ. قَالَ: (إِنِّي لَمْ أُهْدِهَا لَكَ لِتَلْبَسها إِنَّمَا أهديتُها إِلَيْكَ لِتَبِيعَهَا أَوْ لِتَكْسُوَهَا) فَأَهْدَاهَا عُمَرُ لِأَخٍ لَه مِن أُمِه مُشْرِكٍ[۲]

---

[۱] فضائل صدقات: ص:۷۳، [۲] الأدب المفرد:۷۱، سنن أبي داود:۴۰۴۰، واللفظ للأول۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ریشمی قسم کا جبہ دیکھا تو عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ اس کو خرید لیں پھر جمعہ کے دن اس کو پہن لیا کریں اور وفود کے سامنے بھی جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عمر! اس کو تو وہی پہنتا ہے جس کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں"۔ پھر آپ ﷺ کو ان میں سے کچھ جوڑے ہدیہ میں بھیجے گئے تو آپ ﷺ نے ان میں سے ایک جوڑا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہدیہ میں بھیج دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے یہ جوڑا میری طرف بھیجا تھا حالانکہ میں آپ سے اس کے بارے (وہ کچھ) سن چکا ہوں جو آپ نے (پہلے) فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں نے یہ تمھیں پہننے کے لیے ہدیہ نہیں کیا تھا، میں نے تو اس لیے ہدیہ کیا تھا کہ اس کو بیچ دو یا کسی اور کو پہنا دو"۔ چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ جوڑا اپنے ماں شریک مشرک بھائی کو ہدیہ کر دیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَمَّا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ {وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ} دَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا، فَاجْتَمَعُوا فَعَمَّ وَخَصَّ، فَقَالَ: يَابَنِي كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَابَنِي مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَابَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَابَنِي عَبْدِ مَنَافٍ، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَابَنِي هَاشِمٍ، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا فَاطِمَةُ، أَنْقِذِي نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا، غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت {وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ

---

[۱] صحیح مسلم 348۔

الْأَقْرَبِينَ﴾ "اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو (آخرت کے انجام سے) ڈرنا ئل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کو بلایا جس پر عام وخاص سب جمع ہو گئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

اے بنی کعب بن لوی! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اے بنی مرّہ بن کعب! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اے بنی عبد شمس! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اے بنی عبد مناف! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اے بنی ہاشم! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اے بنی عبد المطلب! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اے فاطمہ بنت محمد! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا۔

میں اللہ سے تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں (یعنی میں تمہارے لیے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا)، سوائے اس کے کہ میری تم لوگوں سے رشتہ داری ہے اور میں اِس رشتہ داری کو اِس کی تَری کے ساتھ تَر کروں گا (یعنی تم سے خوب صلہ رحمی کروں گا)۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی الله عنهما قَالَ: سمعتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِهَاراً غَيْرَ سِرٍّ يَقُولُ: "إِنَّ آلَ بَنِي فُلَانٍ لَيْسُوا بِأَوْلِيَائِي إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ، وَلَكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ أَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا"

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے

---

[۱] متفق علیہ واللفظ للبخاری، کذا فی ریاض الصالحین 330۔

رسول اللہ ﷺ کو کھلے طور پر، نہ کہ خفیہ، فرماتے ہوئے سنا: آلِ بنی فلاں میرے دوست نہیں ہیں۔ بے شک میرا دوست تو اللہ تعالی ہے اور نیک مومن لوگ۔ البتہ اُن (آلِ بنی فلاں) کی میرے ساتھ رشتہ داری ہے اور میں اِس رشتہ داری کو اِس کی تَری کے ساتھ تَر کروں گا (یعنی میں ان سے خوب صلہ رحمی کروں گا اگرچہ وہ مشرک وکافر ہیں)۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَرْوَانَ، قَالَ: سَأَلْتُ مُجَاهِدًا قُلْتُ: رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ قَرَابَةٌ، وَلِي عَلَيْهِ مَالٌ أَدَعُهُ لَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ وَصِلْهُ[۱]

حضرت عبداللہ بن مروان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاہدؒ (جو کہ مشہور تابعی ہیں) سے پوچھا کہ ایک شخص ہے جو مشرک ہے، میری اس کے ساتھ رشتہ داری ہے۔ اور اس نے میرا مال دینا ہے تو کیا میں وہ مال اس کو چھوڑ دوں؟ (یعنی کیا میں اس مشرک رشتہ دار کو وہ مال حسن سلوک کے طور پر معاف کردوں؟)۔ حضرت مجاہدؒ نے فرمایا: ہاں! اور اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

صلہ رحمی کرنے کے لیے اپنے رشتہ دار معلوم کرنا

عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ خَارِجَةَ أَنَّ النَّبِيَّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ: تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ[۲]

حضرت علاء بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے

---

[۱] البر والصلة للمَرْوَزی 132، وقال محققه: رجال إسناده ثقات [۲] أورده الهيثمي فی مجمع الزوائد ۱/۱۹۳، رقم: ۹۳۰ وقال: رواه الطبراني في الكبير، ورجاله موثقون۔

نسبوں کا علم حاصل کرو جس کے ذریعہ تم اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرسکو۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ وَمَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ وَمَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ[۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے نسبوں کا علم حاصل کرو جس کے ذریعہ تم اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرسکو۔ کیونکہ صلہ رحمی کرنا رشتہ داروں میں محبت، مال میں اضافہ اور عمر میں زیادتی (کا ذریعہ) ہے۔

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رضى الله عنه أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: تَعَلَّمُوا أَنْسَابَكم ثُمَّ صِلُوا أَرْحَامَكم وَاللهِ إِنَّهُ لَيكونُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ أَخِيهِ الشيءُ وَلَوْ يَعْلَمُ الَّذِى بينَه وبينَه مِنْ دَاخِلَةِ الرَّحم لَأَوزَعَهُ ذَلِكَ عَنِ انْتِهاكِهِ[۲]

حضرت جبیر بن مُطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: اپنے نسبوں کو معلوم کرو پھر اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو۔ اللہ کی قسم! بعض مرتبہ ایک آدمی کے درمیان اور اس کے (مسلمان) بھائی کے درمیان ایک چیز (یعنی رنجش) ہوتی ہے، اگر وہ اپنے اور اپنے اس بھائی کے درمیان رشتہ

---

[۱] البر والصلة للمَرْوَزي 196، وقال محققه: في إسناده عبد الملك بن عيسى وهو مقبول من السادسة وبقية رجاله ثقات [۲] الأدب المفرد: ۷۲۔

داری کے تعلق کو جان لے تو اس کو یہ (جاننا) اس بھائی کی آبروریزی سے روک دے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنه أَنَّهُ قَالَ: احْفَظُوا أَنْسَابكم تَصِلوا أرحَامَكُم فَإِنَّهُ لَا بُعْدَ بِالرَّحِمِ إِذَا قَرُبَت وَإِنْ كَانَتْ بَعِيدَةً وَلَا قُرْبَ بِهَا إِذَا بَعُدَت وَإِنْ كَانَتْ قَرِيبَةً،
وكُلُّ رَحِمٍ آتيةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمَامَ صاحِبها تَشْهَدُ لَهُ بصلةٍ، إِنْ كَانَ وَصَلها، وعَلَيْه بِقَطِيعَةٍ إن كَانَ قَطعَهَا[۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تم اپنے نسبوں کی حفاظت کرو تو تم رشتہ داریوں کو جوڑ سکو گے کیونکہ رشتہ داری کے لیے کوئی دوری نہیں ہو سکتی جبکہ نسب قریب ہو اگرچہ وہ رشتہ داری دور کی ہو، اور رشتہ داری کے لیے قرب نہیں ہو سکتا جبکہ نسب دور ہو اگرچہ رشتہ داری قریب کی ہو۔ اور ہر رشتہ داری قیامت کے دن رشتہ داری والے کے پاس آئے گی، اس کے لیے صلہ رحمی کی گواہی دے گی اگر اس نے رشتہ داری کو جوڑا ہو، اور اس کے خلاف قطع رحمی کی گواہی دے گی اگر اس نے رشتہ داری کو توڑا ہو۔

قطع رحمی

عن أَبي محمد جُبيْرِ بنِ مُطعِمٍ رضی الله عنه أَن رسولَ الله صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّم قَالَ: "لَا يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَاطِعٌ" قَالَ سفيان فی روايته: يعْنی: قاطِع رحِم۔[۲]

---

[۱] الأدب المفرد: ۷۳، [۲] أورده النووی رحمه الله فی رياض الصالحين: برقم (۳۳۹) وقال: متفق عليه۔

حضرت جبیر بن مُطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

فائدہ: یعنی جو شخص اپنے رشتہ داروں سے تعلقات توڑتا ہے وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کس قدر سنگین گناہ ہے۔ کونسا مسلمان ایسا ہے جو جنت میں نہ جانے پر راضی ہو اور اسے جہنم کا داخل گوارا ہو؟۔ یقیناً کوئی بھی ایسا نہیں، تو پھر انتہائی ناسمجھی کی بات ہے کہ کوئی مسلمان حضور ﷺ کا مندرجہ بالا صاف اور واضح فرمان سن لینے کے باوجود بھی صرف اپنی چند روزہ انا و عزت یا کسی اور چیز کی خاطر رشتہ داروں سے تعلق توڑ لے اور جنت سے محروم ہو جائے۔

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ [1]

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو اس بات کا زیادہ مستحق ہو کہ اس کا وبال آخرت میں ذخیرہ رہنے کے باوجود دنیا میں بھی اس کی سزا جلد بھگتنی پڑتی ہو، ان دو گناہوں کے علاوہ: ایک ظلم، دوسرا قطع رحمی۔

فائدہ: یعنی یہ دو گناہ: ــ"ظلم"ــ اور ــ"قطع رحمی"ــ ایسے ہیں کہ آخرت میں تو ان پر جو کچھ وبال ہوگا وہ ہوگا ہی، آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی ان کی سزا بہت جلد ملتی ہے۔ ایک اور

---

[۱] رواہ الترمذی فی السنن، برقم: ۲۵۱۱، وقال: ھذا حدیث صحیح۔

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ کی جب چاہے مغفرت فرما دیتا ہے، مگر والدین کی قطع رحمی کی سزا مرنے سے پہلے پہلے دے دیتا ہے۔[۱]

ایک حدیث میں ہے کہ ہر گناہ کی سزا اللہ جل شانہ آخرت پر مؤخر فرما دیتے ہیں لیکن والدین کی نافرمانی کی سزا کو بہت جلد دنیا میں دے دیتے ہیں۔(جامع صغیر)۔

بہت سی احادیث میں یہ مضمون بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رحم (رشتہ داری) کو زبان عطا فرمائیں گے وہ عرشِ معلّٰی کو پکڑ کر درخواست کرتا رہے گا کہ ''یا اللہ! جس نے مجھے ملایا تُو اس کو ملا اور جس نے مجھے قطع کیا تُو اس کو قطع کر''۔

الغرض بہت سی روایات سے مضمونِ بالا معلوم ہوتا ہے اور دنیا کے واقعات بہت کثرت سے اس کی شہادت دیتے ہیں کہ قطع رحمی کرنے والا دنیا میں بھی ایسے مصائب میں پھنستا ہے کہ پھر روتا ہی پھرتا ہے اور اپنی حماقت اور جہالت سے اس کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ جب تک وہ اس گناہ سے توبہ نہ کرلے اور اس کی تلافی نہ کرلے اس وقت تک اس آفت اور اس عذاب سے جس میں مبتلا ہے چھٹکارا نہ پائے گا چاہے لاکھ تدبیریں کرلے۔ اگر اس کی پاداش میں ملنے والی سزا دنیوی آفت کی صورت میں ہو تو وہ اس سے بہت ہلکی ہے کہ کسی بد دینی میں خدا نہ کرے مبتلا ہو جائے کہ اس صورت میں اس کو پتہ بھی نہ چلے گا کہ توبہ ہی کرلے۔ جیسا کہ مشاہدہ میں ہے کہ بعض لوگ اپنی بد دینی کی حالت میں اس قدر مبتلا ہوتے ہیں کہ ان کو اس نقصان کی طرف ذرا بھر بھی التفات نہیں ہوتا، کیا بعید ہے کہ اس کا سبب قطع رحمی ہو۔ بس حق تعالیٰ شانہ ہی اپنے فضل سے اس خطرناک گناہ سے محفوظ فرمائے۔[۲]

---

[۱] مشکوٰۃ۔ [۲] مستفاد من فضائل صدقات بتلخیص وتغییر یسیر، ص:۲۸۴۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ فِي حَلْقَةٍ، فَقَالَ لِي: "لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَمْسَى قَاطِعَ رَحِمٍ إِلَّا قَامَ عَنَّا". فَلَمْ يَقُمْ إِلَّا فَتًى كَانَ فِي أَقْصَى الْحَلْقَةِ، فَأَتَى خَالَةً لَهُ فَقَالَتْ: مَا جَاءَ بِكَ؟ هَذَا عَنْ أَمْرِكَ؟ فَأَخْبَرَهَا بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ رَجَعَ فَجَلَسَ فِي مَجْلِسِهِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا لِي لَمْ أَرَ أَحَدًا قَامَ مِنَ الْحَلْقَةِ غَيْرَكَ؟" فَأَخْبَرَهُ بِمَا قَالَ لِخَالَتِهِ وَمَا قَالَتْ لَهُ، فَقَالَ: "اجْلِسْ، فَقَدْ أَحْسَنْتَ، إِلَّا أَنَّهَا لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلَى قَوْمٍ فِيهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ"[۱]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں کہ عرفہ (۹ ذی الحجہ) کی شام کو ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مجلس میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے قطع رحمی کر رکھی ہو وہ یہاں سے اٹھ کر چلا جائے۔ صرف ایک نوجوان اٹھا جو مجلس کے آخر میں بیٹھا ہوا تھا۔ پھر وہ اپنی خالہ کے پاس گیا (جس سے اس نے قطع رحمی کر رکھی تھی)۔ اُس کو دیکھ کر خالہ اس سے کہنے لگی: تم کیسے آ گئے؟ اس نوجوان نے ان کو حضور اقدس ﷺ کا فرمان بتلایا (یعنی آنے کی غرض بتلائی کہ میں آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں)۔ پھر وہ واپس آ کر اسی مجلس میں بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے اس سے مخاطِب ہو کر فرمایا: یہ کیا بات تھی کہ میں نے آپ کے علاوہ کسی اور کو اس مجلس سے اٹھ کر جاتے نہیں دیکھا؟ تو اس نے وہ سارا ماجرا کہہ سنایا جو اس نے خالہ سے جا کر کہا اور اس کی خالہ نے اس سے کہا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”بیٹھ جاؤ، تم نے بہت اچھا کام کیا۔

---

[۱] شعب الإيمان: ۷۵۹۰۔

بے شک اللہ تعالی کی رحمت ان لوگوں پر نہیں اترتی جن میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو۔“

فائدہ: لوگ عموماً گھروں میں پریشانیوں کا شکار رہتے ہیں اور بسا اوقات مال و دولت وغیرہ سب کچھ ہونے کے باوجود بھی پریشانیوں اور الجھنوں میں گھرے رہتے ہیں اور شیطان اس طرف ان کا دھیان بھی نہیں جانے دیتا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے کسی رشتہ دار سے قطع رحمی کی ہوئی ہے جس کی بناء پر اللہ تعالی نے ان لوگوں پر اپنی رحمتیں اور برکتیں اتارنا بند کردی ہیں۔ بالکل ظاہری سی بات ہے کہ جن لوگوں پر اللہ کی رحمت نازل ہونا بند ہوجائے وہ لوگ پرسکون اور خوش وخرم کیسے رہ سکتے ہیں؟ اللہ تعالی کا دستور یہ ہے کہ وہ صلہ رحمی کرنے والوں پر برکتوں اور رحمتوں جبکہ قطع رحمی کرنے والوں پر مصائب وآلام کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ تُعْرَضُ كُلَّ خَمِيسٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَلَا يُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ"[۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: انسانوں کے اعمال ہر جمعرات کے دن شب جمعہ کو (اللہ تعالی کی بارگاہ میں) پیش کیے جاتے ہیں، چناں چہ اس میں قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔

---

[۱] رواہ أحمد فی مسندہ برقم: ۱۰۲۷۲ وقال محققه: إسنادہ حسن. وکذا رواہ البیهقی فی الشعب برقم: ۷۵۹۵۔

فائدہ: کس قدر حسرت کا مقام ہے کہ شبِ جمعہ کے مبارک وقت میں جب دیگر مسلمانوں کے اعمال، اللہ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت پا رہے ہوتے ہیں اس وقت ایک مسلمان ایسا بھی ہوتا ہے جس کے نیک اعمال اس پاک بارگاہ میں ردّ کیے جار ہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی اس گناہِ عظیم کی سنگینی کو ہمیں اسی دنیا میں ہی سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر مرنے کے بعد روزِ محشر اُس وقت سمجھ آئی جب اپنی زندگی میں کی کرائی سب نیکیاں بے کار اور غارت نظر آرہی ہونگی تو اس وقت کا سمجھ میں آنا کوئی سودمند و کارگر نہیں ہوگا۔

عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ جَالِسًا بَعْدَ الصُّبْحِ فِي حَلْقَةٍ، فَقَالَ: أَنْشُدُ اللهَ قَاطِعَ رَحِمٍ لَمَا قَامَ عَنَّا، فَإِنَّا نُرِيدُ أَنْ نَدْعُوَ رَبَّنَا، وَأَبْوَابُ السَّمَاءِ مُرْتَجَةٌ دُونَ قَاطِعِ رَحِمٍ[۱]

حضرت اعمشؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد ایک مجمع میں تشریف فرما تھے۔ فرمانے لگے: میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ اگر اس مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو وہ چلا جائے، ہم لوگ اللہ تعالی شانہ سے ایک دعا کرنا چاہتے ہیں اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لیے بند ہوجاتے ہیں۔

فائدہ: آسمان کے دروازے بند ہوجاتے ہیں یعنی اس کی دعا آسمان پر نہیں جاتی، اس سے پہلے ہی دروازہ بند کردیا جاتا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ

---

[۱] رواہ الطبرانی فی الکبیر برقم: ۸۷۹۳، وقال المنذری فی "الترغیب" (۳۸۲۸): رواہ الطبرانی ورواته محتج بهم فی الصحیح إلا أن الأعمش لم یدرك ابن مسعود۔ مرتجة بضم المیم وفتح التاء المثناة فوق وتخفیف الجیم أی مغلقة۔

تھا کہ جب اس کے ساتھ ہماری دعا ہو گی تو دروازہ بند ہو جانے کی وجہ سے وہ بھی رہ جائے گی۔

فقیہ ابو اللیثؒ فرماتے ہیں کہ قطع رحمی اس قدر بدترین گناہ ہے کہ پاس بیٹھنے والوں کو بھی رحمت سے دور کر دیتا ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ ہر شخص اس سے بہت جلد توبہ کرے اور صلہ رحمی کا اہتمام کرے۔حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ صلہ رحمی کے علاوہ کوئی نیکی ایسی نہیں ہے جس کا بدلہ بہت جلد ملتا ہو اور قطع رحمی اور ظلم کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں جس کا وبال آخرت میں باقی رہنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں جلدی نہ مل جاتا ہو۔

عَن رَجل من خَثْعَمٍ قَالَ أتيتُ النَّبِى صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَهُوَ فِي نفر من أَصْحَابه فَقلت أَنْت الَّذِي تَزْعُم أَنَّك رَسُول الله قَالَ نعم

قَالَ قلت يَا رَسُول الله أَي الْأَعْمَال أحب إِلَى الله قَالَ الْإِيمَان بِاللَّه

قَالَ قلت يَا رَسُول الله ثمَّ مَه قَالَ ثمَّ صِلَة الرَّحِم

قَالَ قلت يَا رَسُول الله ثمَّ مَه قَالَ ثمَّ الْأَمر بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْي عَن الْمُنكر

قَالَ قلت يَا رَسُول الله أَي الْأَعْمَال أبْغض إِلَى الله قَالَ الْإِشْرَاك بِاللَّه

قَالَ قلت يَا رَسُول الله ثمَّ مَه قَالَ ثمَّ قَطِيعَة الرَّحِم

قَالَ قلت يَا رَسُول الله ثمَّ مَه قَالَ ثمَّ الْأَمر بالمنكر وَالنَّهْي عَن الْمَعْرُوف[1]

---

[1] أورده المنذري في الترغيب: ۳/۲۲۷ وقال: رواه أبو يعلى بإسناد جيد۔

قبیلہ خثعم کے ایک شخص کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا جبکہ آپ ﷺ صحابہ کرام کی جماعت میں تشریف فرما تھے۔ میں نے کہا: آپ ہی وہ شخص ہیں جو آپ کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کو کونسا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی پر ایمان لانا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: صلہ رحمی کرنا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا۔ پھر میں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کو کونسا عمل زیادہ مبغوض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قطع رحمی کرنا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: برائی کا حکم کرنا اور نیکی سے منع کرنا۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "مِنْ أَرْبَى الرِّبَا الاسْتِطَالَةُ فِي عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ، وَإِنَّ هَذِهِ الرَّحِمَ شِجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمَنِ، فَمَنْ قَطَعَهَا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ"[1]

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ بات بدترین سود میں سے ہے کہ آدمی کسی مسلمان کی ناحق آبرو ریزی کرے۔ اور یہ رشتہ داری رحمان کی (رحمت کی) ایک شاخ ہے، چناں چہ جو اس رشتہ داری کو توڑے گا اللہ تعالی اس پر جنت حرام فرمادیں گے۔

---

[1] رواه أحمد في مسنده: ۱۶۵۱، ورواته ثقات على ما قال المنذري في الترغيب۔

عَنْ حَدِيثِ أَبِي مُوسَى، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَقَاطِعُ الرَّحِمِ وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ[۱]

بروایتِ ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے: شراب کا عادی، قطع رحمی کرنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَبِيتُ قَوْمٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى طَعَامٍ وَشَرَابٍ وَلَهْوٍ، فَيُصْبِحُونَ قَدْ مُسِخُوا خَنَازِيرَ، وَلَيُخْسَفَنَّ بِقَبَائِلَ فِيهَا وَفِي دُورٍ فِيهَا، حَتَّى يُصْبِحُوا فَيَقُولُوا خُسِفَ اللَّيْلَةَ بِبَنِي فُلَانٍ خُسِفَ اللَّيْلَةَ بِدَارِ بَنِي فُلَانٍ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمْ حَصْبَاءُ حِجَارَةٌ كَمَا أُرْسِلَتْ عَلَى قَوْمِ لُوطٍ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الرِّيحُ الْعَقِيمُ فَتَنْسِفُهُمْ كَمَا نَسَفَتْ مَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ بِشُرْبِهِمُ الْخَمْرَ، وَأَكْلِهِمُ الرِّبَا، وَلُبْسِهِمُ الْحَرِيرَ، وَاتِّخَاذِهِمُ الْقَيْنَاتِ، وَقَطِيعَتِهِمُ الرَّحِمَ: وَذَكَرَ خَصْلَةً أُخْرَى فَنَسِيتُهَا[۲]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس امت کے کچھ لوگ کھانے، پینے اور لہو ولعب میں رات گزاریں گے پھر وہ صبح اس حال میں کریں گے کہ وہ خنزیر کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے اور اُن قبیلوں کو ان کے گھروں

---

[۱] المستدرك على الصحيحين للحاكم: ٧٢٣٤ وقال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه، ووافقه الذهبي في التلخيص [۲] المستدرك على الصحيحين للحاكم: 8572 وقال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم لجعفر، فأما فرقد فإنهما لم يخرجاه وأقره الذهبي في التلخيص بقوله: صحيح۔

میں دھنسا دیا جائے گا حتی کہ جب دوسرے لوگ صبح کریں گے تو وہ یہ کہیں گے کہ فلاں قبیلہ دھنسا دیا گیا ہے اور فلاں قبیلہ کا گھر دھنسا دیا گیا ہے اور ان پر اس طرح پتھر برسائے جائیں گے جیسے قومِ لوط پر برسائے گئے نیز ان پر ـــ" ہر خیر سے بانجھ ہوا ــ" چھوڑ دی جائے گی جو ان کو ہوا میں (پتنگوں کی طرح) ایسے اڑا کے بکھیر دے گی جیسے ان سے پہلے والے لوگوں کو اُڑایا تھا۔ یہ سب کچھ اُن کے اِن گناہوں کی وجہ سے ہوگا: شراب پینا، سود کھانا، ریشم پہننا، گانے گانے والی عورتوں کو اختیار کرنا (یعنی رقاصہ و گویّا عورتوں سے گانے سننا وغیرہ)، قطع رحمی کرنا۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک اور گناہ بھی ذکر کیا تھا جو مجھے بھول گیا ہے۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: سَمِعْتُ مِنْ فَمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " إِنَّ الرَّحِمَ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمَنِ، تَقُولُ: يَا رَبِّ إِنِّي ظُلِمْتُ، إِنِّي قُطِعْتُ، يَا رَبِّ إِنِّي أُسِيءَ إِلَيَّ، فَيُجِيبُهَا: أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ، وَأَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ؟ "[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے خود منہ مبارک سے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: رشتہ داری رحمٰن کی (رحمت کی) ایک شاخ ہے۔ وہ کہے گی: اے میرے رب! میرے ساتھ ظلم کیا گیا، مجھے توڑا گیا۔ اے میرے رب! میرے ساتھ برا سلوک کیا گیا۔ اللہ تعالی جواب میں ارشاد فرمائیں گے: کیا تُو اس پر راضی نہیں ہے کہ میں اس کو توڑ دوں جس نے تجھے توڑا تھا اور اس کو جوڑ لوں جس نے تجھے جوڑا تھا؟

----

[۱] البر والصلة للمَرْوَزی 133، وقال محققه: رجال إسناده حسن والحديث صحيح۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُجَيْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَنْ قَامَ اللَّيْلَ، وَصَامَ النَّهَارَ وَقَطَعَ رَحِمَهُ، سِيقَ إِلَى جَهَنَّمَ عَلَى وَجْهِهِ

حضرت عبدالرحمن بن حجیرہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی رات بھر عبادت کرے اور دن بھر روزہ رکھے اور ساتھ قطع رحمی بھی کرے تو اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر (ذلت وخواری کے ساتھ) جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

[۱] البر والصلة لابن الجوزی 260، و کذا فی تهذیب الآثار للطَّبَرِي 210:2، ولم أعثر على حال إسناده۔

چھٹا باب

دیگر مسلمانوں کے ساتھ قطع تعلقی کی مذمت وحرمت کا بیان

ملحوظہ:

سابقہ احادیث میں چونکہ اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ قطع تعلقی کرنا، ناجائز اور گناہ ہے اس لیے کسی شخص کو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ رشتہ داروں کے ساتھ تو قطع تعلقی نہیں کرنی چاہیے البتہ دیگر مسلمانوں کے ساتھ قطع تعلقی کر بھی لی جائے تو کوئی ایسی حرج کی بات نہیں ہے اس وہم کے ازالہ کے لیے بندہ نے مذکورہ بالا عنوان قائم کیا ہے، اگر چہ یہ امر مسلّم ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ قطع تعلقی، دیگر مسلمانوں کے ساتھ قطع تعلقی سے کہیں زیادہ سنگین ہے۔

اب ذیل میں عنوانِ بالا سے متعلقہ چند احادیث نقل کی جاتی ہیں:

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا،وَلَا تَقَاطَعُوا،وَكُونُوا عِبَادَاللهِ إِخْوَانًا[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (اے مسلمانو!) تم ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو، اور نہ ہی ایک دوسرے سے قطع تعلقی کرو (یعنی نہ ہی ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات منقطع کرو) اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا

[1] صحیح مسلم 2559۔

يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هَذَا وَيُعْرِضُ هَذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ[1]

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ تین راتوں سے زیادہ تعلق منقطع رکھے۔ دونوں کا آمنا سامنا ہو تو یہ اُس سے اور وہ اِس سے منہ پھیر لے۔ اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو (دوسرے کو) سلام کرنے میں پہل کرے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ تین دن سے زیادہ تعلق توڑے رکھے، چناں چہ جس شخص نے تین دن سے زیادہ تعلق توڑے رکھا پھر مر گیا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ، وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ، فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى

---

[۱] صحیح مسلم 2560۔ [۲] سنن أبي داود 4914۔

يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ہر اس شخص کی مغفرت کردی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، سوائے اُس شخص کے کہ اُس کے اور اُس کے بھائی کے درمیان دشمنی اور بغض وکینہ ہو تو اُن کے بارے میں (اللہ تعالی کی طرف سے) ارشاد ہوتا ہے: ان دونوں کو ابھی رہنے دو یہاں تک کہ یہ آپس میں صلح کرلیں، ان دونوں کو ابھی رہنے دو یہاں تک کہ یہ آپس میں صلح کرلیں۔

عَنْ أَبِي خِرَاشٍ السُّلَمِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهِ[۲]

حضرت ابوخِراش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ ایک سال تک قطع تعلقی رکھے تو اس کا یہ عمل (گناہ کے اعتبار سے) اپنے اُس مسلمان بھائی کو قتل کردینے کے برابر ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَإِنْ مَرَّتْ بِهِ ثَلَاثٌ، فَلْيَلْقَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الْأَجْرِ، وَإِنْ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْإِثْمِ وزَادَ أَحْمَدُ: "وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ"

---

[۱] صحیح مسلم: 2565۔ [۲] سنن أبي داود: 4915۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی مومن کے لیے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے مومن بھائی کے ساتھ تین دن سے زیادہ بول چال بند رکھے۔ بہرحال اگر اسی حالت میں تین دن گزر جائیں تو اُسے چاہیے کہ اب جا کر اس سے ملاقات کرے اور اسے سلام کرے پھر اگر اُس اگلے شخص نے اِس کے سلام کا جواب دے دیا تو یہ دونوں اجر میں شریک ہو گئے اور اگر اُس نے جواب نہ دیا تو وہی گناہ لے کر لوٹے گا اور یہ سلام کرنے والا قطع تعلقی کے گناہ سے نکل جائے گا۔

ضروری وضاحت:

کسی مسلمان سے بول چال وغیرہ بند رکھنا اور تعلق منقطع کیے رکھنا اس وقت ناجائز اور گناہ ہے جب کسی غیر شرعی وجہ سے ہو چناں چہ اگر یہ ترکِ تعلق اللہ کے لیے ہو تو پھر کوئی گناہ نہیں۔ جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک اہلیہ محترمہ سے چالیس روز تک تعلق منقطع کیے رکھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے سے موت تک بول چال بند کیے رکھا تھا۔ وغیرہ وغیرہ[1]

---

[1] قال أبو داود فی سننہ: ۲۷۹/۴: النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھجر بعض نسائہ أربعین یوما، وابن عمر ھجر ابنا لہ إلی أن مات قال أبو داود إذا کانت الھجرة للہ فلیس من ھذا بشیء وإن عمر بن عبد العزیز غطی وجھہ عن رجل۔

ساتواں باب

اہل وعیال اور دیگر رشتہ داروں پر اپنا مال خرچ کرنا

آیاتِ مبارکہ

(۱) يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللهَ بِهِ عَلِيمٌ[۱]

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ (اللہ کی خوشنودی کے لیے) کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجیے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو وہ والدین، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہونا چاہیے۔ اور تم بھلائی کا جو کام بھی کرو، اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

---

(۲) لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ[۲]

---

[۱] البقرۃ:۲۱۵ [۲] البقرۃ:۱۷۷۔

نیکی بس یہی تو نہیں ہے کہ اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف کرلو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر اور اللہ کی کتابوں اور اس کے نبیوں پر ایمان لائیں، اور اللہ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیں، اور غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کریں، اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں، اور جب کوئی عہد کرلیں تو اپنے عہد کو پورا کرنے کے عادی ہوں، اور تنگی اور تکلیف میں، نیز جنگ کے وقت، صبر واستقلال کے خوگر ہوں۔ ایسے لوگ ہیں جو سچے (کہلانے کے مستحق) ہیں، اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

----

(۳) لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَىۡءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ[۱]

تم نیکی کے مقام تک اس وقت تک ہرگز نہیں پہنچو گے جب تک ان چیزوں میں سے (اللہ کے لیے) خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہیں۔ اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو، اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

فائدہ: صحیحین وغیرہ متعدد کتب حدیث میں اس آیت شریفہ سے متعلقہ ایک واقعہ لکھا ہے جو ہمارے زیر بحث موضوع کے موافق ہے:

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انصار میں سب سے زیادہ درخت کھجوروں کے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اور ان کا ایک باغ تھا جس کا نام "بَیۡرَحاء" تھا۔ وہ ان کو بہت ہی پسند تھا۔ یہ باغ مسجد نبوی کے سامنے ہی تھا۔ حضور اقدس ﷺ اکثر

[۱] آل عمران: ۹۲۔

اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے جو بہت ہی بہترین پانی تھا۔
جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالی کا فرمان ہے: لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ۬ اور مجھے ساری چیزوں میں ”بیر حاء“ سب سے زیادہ محبوب ہے میں اس کو اللہ کے لیے صدقہ کرتا ہوں اور اللہ سے اس کے اجر و ثواب کی امید رکھتا ہوں۔ آپ جہاں مناسب سمجھیں اس کو خرچ فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: واہ! واہ! بہت ہی نفع کا مال ہے۔ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: بہتر ہے اور اس کو اپنے چچا زاد بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم کردیا۔[1]

---

(۴) وَلَا يَأۡتَلِ أُولُو الۡفَضۡلِ مِنۡكُمۡ وَالسَّعَةِ أَنۡ يُؤۡتُوا أُولِي الۡقُرۡبَىٰ وَالۡمَسَاكِينَ وَالۡمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلۡيَعۡفُوا وَلۡيَصۡفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنۡ يَغۡفِرَ اللّٰهُ لَكُمۡ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ[2]

اور تم میں سے جو لوگ اہلِ خیر ہیں اور مالی وسعت رکھتے ہیں، وہ ایسی قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے، اور انہیں چاہیے کہ معافی اور درگذر سے کام لیں۔ کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تمہاری خطائیں بخش دے؟ اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

---

[1] صحیح مسلم: ۹۹۸، صحیح البخاری: ۱۴۶۱، شعب الإیمان: ۶۰۲
[2] النور: ۲۲۔

فائدہ:

۶ھ میں غزوہ "بنی المُصطَلِق کے نام سے ایک جہاد ہوا ہے۔ جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔ ان کی سواری کا اونٹ علیٰحدہ تھا۔ اس پر ہَودَج تھا، یہ اپنے ہودج میں رہتی تھیں۔ جب چلنے کا وقت ہوتا چند آدمی ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر باندھ دیتے۔ بہت ہلکا پھلکا بدن تھا۔ اٹھانے والوں کو اس کا احساس بھی نہ ہوتا تھا کہ اس میں کوئی ہے یا نہیں، اس لیے کہ جب چار آدمی مل کر ہودج کو اٹھائیں، اس میں ایک کمسن ہلکی پھلکی عورت کے وزن کا کیا پتہ چل سکتا ہے۔

حسبِ معمول ایک منزل پر قافلہ اترا ہوا تھا۔ جب روانگی کا وقت ہوا تو لوگوں نے ان کے ہودج کو باندھ دیا۔ یہ اس وقت استنجاء کے لیے تشریف لے گئی تھیں۔ واپس آئیں تو دیکھا کہ جو ہار پہن رکھا تھا وہ نہیں ہے۔ یہ اس کو تلاش کرنے چلی گئیں۔ پیچھے یہاں قافلہ روانہ ہو گیا، یہ تنہا اس جنگل میں کھڑی رہ گئیں۔

انہوں نے خیال فرمایا کہ جب راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے نہ ہونے کا علم ہو گا تو آدمی تلاش کرنے اسی جگہ آئے گا چناں چہ وہیں بیٹھ گئیں اور جب نیند کا غلبہ ہوا تو سو گئیں۔ اپنے نیک اعمال کی وجہ سے طمانیتِ قلب تو حق تعالیٰ شانہ نے ان سب حضرات کو کمال درجہ کی عطا فرما رکھی تھی۔ آج کل کی کوئی عورت ہوتی تو تنہا جنگل بیابان میں رات کو نیند آنے کا تو ذکر ہی کیا، خوف کی وجہ سے رو کر چلّا کر صبح کر دیتی۔

حضرت صفوان بن مُعَطَّل رضی اللہ عنہ ایک بزرگ صحابی تھے جو قافلے کے پیچھے اس لیے رہا کرتے تھے کہ راستہ میں گری پڑی چیز کی خبر رکھا کریں۔ وہ صبح کے وقت جب اس جگہ پہنچے تو ایک آدمی کو پڑا دیکھا اور چونکہ پردہ کے نازل ہونے سے پہلے حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تھا اس لیے ان کو یہاں لیٹا دیکھ کر پہچان لیا اور زور سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اُن کی آواز سے اِن کی آنکھ کھل گئی اور منہ ڈھانک لیا۔ انہوں نے اپنا اونٹ بٹھایا، یہ اس پر سوار ہوگئیں اور وہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر لے گئے اور قافلہ میں پہنچا دیا۔ عبداللہ بن اُبی جو منافقوں کا سردار اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا، اس کو تہمت لگانے کا موقع مل گیا اور خوب اس کو پھیلایا۔ اس کے ساتھ بعض مخلص سادہ لوح مسلمان بھی اس تذکرے میں شامل ہوگئے اور اللہ کی شان اور قدرت کہ ایک ماہ تک یہ ذکر وتذکرے ہوتے رہے۔ لوگوں میں کثرت سے اس واقعہ کا چرچا ہوتا رہا اور کوئی وحی وغیرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کی نازل نہ ہوئی۔

حضور اقدس ﷺ اور مسلمانوں کو اس حادثہ کا سخت صدمہ تھا اور جتنا بھی صدمہ ہونا چاہیے تھا وہ ظاہر ہے۔ حضور ﷺ مَردوں سے اور عورتوں سے اس بارے میں مشورہ فرماتے تھے، احوال کی تحقیق فرماتے تھے مگر یکسوئی کی کوئی صورت نہ ہوتی۔ ایک ماہ کے بعد سورۂ نور کا مستقل ایک رکوع قرآن پاک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں پر سخت عتاب ہوا جنہوں نے بے دلیل بے ثبوت اس تہمت کو پھیلایا تھا۔ اس واقعہ کو شہرت دینے والوں کے اندر مخلص وسادہ لوح مسلمانوں میں سے حضرت مِسطَح رضی اللہ عنہ ایک صحابی بھی تھے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی خبر گیری اور مالی اعانت فرمایا کرتے تھے۔

اس تہمت کے قصہ میں ان کی شرکت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رنج ہوا، اور ہونا بھی چاہیے تھا کہ انہوں نے اپنے ہوکر بے تحقیق اس بات کو پھیلایا۔ اس رنج میں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ مسطح رضی اللہ عنہ کی اعانت نہ کریں گے۔اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی جو اوپر لکھی گئی۔روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ نے بھی ایسے لوگوں کی اعانت سے ہاتھ کھینچ لیا تھا جنہوں نے اس تہمت کے واقعہ میں زیادہ حصہ لیا تھا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مسطح رضی اللہ عنہ نے اس میں بہت زیادہ حصہ لیا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے،انہیں کی پرورش میں رہتے تھے۔ جب براءت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ ان پر خرچ نہ کریں گے۔اس پر یہ آیتِ بالا نازل ہوئی اور آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی پرورش میں پھر لے لیا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس آیت شریفہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جتنا پہلے خرچ کرتے تھے اس کا دوگنا کردیا۔ایک اور حدیث میں ہے کہ دو یتیم تھے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پرورش میں تھے جن میں سے ایک مسطح رضی اللہ عنہ تھے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دونوں کا نفقہ بند کرنے کی قسم کھالی تھی ۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام میں کئی آدمی ایسے تھے جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اوپر بہتان میں حصہ لیا،جس کی وجہ سے بہت سے صحابہ کرام جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہیں،ایسے تھے جنہوں نے قسم کھالی تھی کہ جن لوگوں نے اس بہتان کی اشاعت میں حصہ لیا،ان پر خرچ نہ کریں گے ۔اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی کہ بزرگی والے اور وسعت والے حضرات اس کی قسم نہ کھائیں کہ وہ صلہ رحمی نہ کریں گے اور جس طرح پہلے خرچ کرتے

تھے اسی طرح خرچ نہ کریں گے۔[۱]

کس قدر عظیم مجاہدہ ہے کہ ایک شخص کسی کی بیٹی کی آبروریزی میں جھوٹی باتیں کہتا پھرے اور پھر وہ اس کی اعانت اسی طرح کرے جس طرح پہلے سے کرتا تھا بلکہ اس سے بھی دوگنی کرے۔[۲]

احادیثِ مبارکہ

عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى أَفْضَلِ الصَّدَقَةِ؟ ابْنَتُكَ مَرْدُودَةً إِلَيْكَ، لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ[۳]

حضرت سُراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تمھیں افضل و بہترین صدقہ بتاتا ہوں۔ تیری وہ بیٹی (اس کا مصرف و محل) ہے جو لَوٹ کر تیرے پاس آ گئی ہو اور اس کے لیے تیرے سوا کوئی کمانے والا نہ ہو (کہ ایسی بیٹی پر جو بھی خرچ کیا جائے گا وہ افضل ترین صدقہ ہے)۔

فائدہ: لَوٹ کر آ جانے سے مراد یہ ہے کہ لڑکی کا نکاح کر دیا تھا، اس کے خاوند کا انتقال ہو گیا یا خاوند نے طلاق دے دی یا کوئی اور ایسا عارضہ پیش آ گیا جس کی وجہ سے وہ لڑکی پھر باپ کے ذمہ میں آ گئی تو اس کی خبر گیری، اس پر خرچ کرنا افضل ترین صدقہ ہے۔ اس کا افضل ہونا صاف ظاہر ہے کہ اس میں ایک صدقہ ہے، دوسرے مصیبت زدہ

---

[۱] درمنثور۔ [۲] مستفاد من فضائل صدقات بتسهيل، ص: ۴۳ [۳] سنن ابن ماجه: ۳۶۶۷، وقال البوصيرى فى "مصباح الزجاجة" ۴/۱۰۰: هذا إسناد رجاله ثقات إلا أن على بن رباح لم يسمع من سراقة بن مالك رواه أبو بكر بن أبي شيبة فى مسنده هكذا بالإسناد ورواه أبو يعلى الموصلى فى مسنده ثنا عبد الله بن محمد بن أسماء ثنا عبد الله بن المبارك عن موسى بن على فذكره بتمامه۔

کی مدد ہے، تیسرے صلہ رحمی ہے، چوتھے اولاد کی خبر گیری ہے، پانچویں غمزدہ کی دلداری ہے کہ اولاد کا ابتداء میں والدین کے ذمہ ہونا رنج کے بجائے خوشی کا سبب ہوتا ہے لیکن اس کا اپنا گھر ہوجانے کے بعد، اپنا ٹھکانہ بن جانے کے بعد پھر والدین کے ذمہ ہوجانا زیادہ رنج کا سبب ہوا کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مصیبت زدہ کی فریاد رسی کرے، اس کے لیے تہتّر (۷۳) درجے مغفرت کے لکھے جاتے ہیں جن میں سے ایک میں اس کے تمام امور کی اصلاح اور درستی ہے اور بہتر درجے اس کے لیے قیامت میں ترقیات کا سبب ہیں۔[۱]

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلِيَ أَجْرٌ أَنْ أُنْفِقَ عَلَى بَنِي أَبِي سَلَمَةَ، إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ؟ فَقَالَ: أَنْفِقِي عَلَيْهِمْ، فَلَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ[۲]

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے پہلے خاوند ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی جو اولاد میرے پاس ہے، کیا اُن پر خرچ کرنے کا بھی مجھے ثواب ملے گا، وہ تو میری ہی اولاد ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان پر خرچ کیا کر، ان پر خرچ کرنے کا تجھے ثواب ملے گا۔

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الصَّدَقَةُ عَلَى ذِي الرَّحِمِ الْكَاشِحِ[۳]

---

[۱]مستفاد من فضائل صدقات، ص: ۱۶۹ [۲] صحیح البخاری: ۱۴۶۷ـ [۳]مسند أحمد: ۱۵۳۲۰: وقال محققه: حدیث صحیح، المعجم الکبیر: ۳۱۲۶، وقال الهیثمی فی المجمع: ۴۶۴۸: رواه أحمد، والطبرانی فی الکبیر، وإسناده حسن. وأخرجه الحاکم فی المستدرك: ۱۴۷۵: وقال: هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم، ولم یخرجاه، وله شاهد بإسناد صحیح۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے عرض کی: یارسول اللہ! کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا رشتہ دار جو شدید دشمن ہو اس پر صدقہ کرنا (سب سے افضل صدقہ ہے)۔

فائدہ: اس حدیث پاک میں رسول پاک ﷺ نے ــ"سخت دشمن رشتہ دار ــ" پر خرچ کرنے کے ثواب کو صرف صدقہ ہی نہیں بلکہ افضل واعلی صدقہ شمار فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہر نوعیت کے رشتہ دار پر خرچ کرنا چاہیے اس میں محبوب ودشمن کی تمیز کرنا درست نہیں ہے۔

علاوہ ازیں اس باب کی پہلی حدیث میں ــ"لَوٹ کر آنے والی بیٹی ــ" پر خرچ کرنے کو بھی افضل کہا گیا تھا اور یہاں ــ"شدید دشمن ــ" پر خرچ کرنے کو افضل کہا گیا ہے۔اس کی علماء کرام نے کئی توجیہات ومطالب بیان فرمائے ہیں۔ان میں سے ایک مطلب یہ ہے کہ اقسامِ صدقات میں سے ایک قسم ــ"افضل صدقہ ــ" ہے جس کے تحت متعدد ومتنوع صدقات آتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ، وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ اثْنَتَانِ: صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غریب پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی، دو چیزیں ہوگئیں۔

[۱] رواہ ابن حبان فی صحیحہ: ۳۳۴۴ وقال محققہ: حدیث صحیح، والترمذی فی سننہ: ۶۵۸ وقال: حدیث سلمان بن عامر حدیث حسن۔

فائدہ: جہاں تک اہلِ قرابت اور رشتہ داروں کا تعلق ہے، ان پر صدقہ عام غرباء پر صدقہ سے مقدم ہے اور افضل ہے۔ نبی کریم ﷺ سے مختلف روایات میں مختلف عنوانات سے یہ مضمون بھی بہت کثرت سے نقل کیا گیا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک اشرفی تُو اللہ کے راستہ میں خرچ کرے، ایک اشرفی تُو غلام کے آزاد کرنے میں خرچ کرے، ایک اشرفی تو کسی کو فقیر کو دے، ایک اشرفی تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے ان سب سے افضل یہی ہے جو تُو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے (بشرطیکہ محض اللہ کے واسطے خرچ کیا جائے اور وہ ضرور تمند بھی ہوں)۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے کسی بھائی کی ایک درہم سے مدد کروں یہ مجھے زیادہ پسند ہے دوسرے پر بیس درہم خرچ کرنے سے، اور میں اس بھائی پر سو(۱۰۰) درہم خرچ کروں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے ایک غلام آزاد کرنے سے۔ (احیاء، اتحاف)۔[۱]

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا أَنْفَقَ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةً، وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا، كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً[۲]

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مسلمان اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے اور اس پر ثواب کی نیت کرتا ہے تو اسے اس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

---

[۱] مستفاد من فضائل صدقات، ص: ۴۰۰۔ [۲] صحیح مسلم: ۱۰۰۲۔

عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، أَنَّهَا أَعْتَقَتْ وَلِيدَةً فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَوْ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ، كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ[1]

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے زمانہ میں اپنی ایک باندی آزادی کی اور پھر آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اگر اس کو اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو زیادہ ثواب ہوتا۔

عَنْ زَيْنَبَ، امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَصَدَّقْنَ، يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ، وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ قَالَتْ: فَرَجَعْتُ إِلَى عَبْدِ اللهِ فَقُلْتُ: إِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيفُ ذَاتِ الْيَدِ، وَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ، فَأْتِهِ فَاسْأَلْهُ، فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ يَجْزِي عَنِّي وَإِلَّا صَرَفْتُهَا إِلَى غَيْرِكُمْ، قَالَتْ: فَقَالَ لِي عَبْدُ اللهِ: بَلِ ائْتِيهِ أَنْتِ، قَالَتْ: فَانْطَلَقْتُ، فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِبَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِي حَاجَتُهَا، قَالَتْ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ، قَالَتْ: فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهُ: ائْتِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبِرْهُ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْأَلَانِكَ: أَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا، عَلَى أَزْوَاجِهِمَا، وَعَلَى أَيْتَامٍ فِي حُجُورِهِمَا؟ وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ، قَالَتْ: فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

---

[1] صحیح مسلم: ۹۹۹۔

مَنْ هُمَا؟ فَقَالَ: امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَزَيْنَبُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الزَّيَانِبِ؟ قَالَ: امْرَأَةُ عَبْدِ اللهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَهُمَا أَجْرَانِ: أَجْرُ الْقَرَابَةِ، وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ"[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کرو خواہ اپنے زیورات ہی سے ہو۔ حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ تم تھوڑے مال والے آدمی ہو (یعنی تمہاری مالی حالت کمزور ہے) اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کی ترغیب دی ہے (چناں چہ میں تم پر خرچ کرنا چاہتی ہوں، لہٰذا) تم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا کر دریافت کرلو۔ اگر (آپ پر میرا) یہ صدقہ کرنا میری طرف سے کافی ہوجائے (تو پھر ٹھیک ہے) ورنہ میں کسی اور کو دے دوں گی۔ انہوں نے فرمایا: بلکہ تم خود ہی جا کر دریافت کرلو (یہ زیادہ مناسب ہے)۔ چناں چہ میں حاضر خدمت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک انصاری عورت بھی حضور ﷺ کے دروازے پر کھڑی تھی اور اسکی بھی یہی میرے والی حاجت تھی۔ اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالی کی طرف سے رعب دیا گیا تھا (اس لیے ہم وہیں ٹھہر گئیں) اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے تو ہم نے ان سے کہا کہ حضور ﷺ سے جا کر عرض کرو کہ دو عورتیں آپ سے مسئلہ دریافت کرنا چاہتی ہیں کہ کیا انکی طرف سے اپنے خاوندوں پر اور (پہلے خاوندوں سے) جو یتیم بچے ان کے زیر پرورش ہیں، ان پر صدقہ کرنا کفایت کر جائے گا؟، اور آپ ﷺ کو ہمارا نہ بتانا (یہ شاید

[۱] صحیح مسلم: ۱۰۰۰۔

رعب کی وجہ سے کہا ہوگا، یا یہ مطلب ہوگا کہ ازخود نہ بتانا، اگر آپ ﷺ دریافت فرمالیں تو اور بات ہے۔ (واللہ اعلم)۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے مسئلہ دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دو عورتیں کون ہیں؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ایک انصاری عورت اور دوسری زینب۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کون سی زینب؟ عرض کی: حضرت عبداللہ بن مسعود کی اہلیہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کو دوگنا ثواب ملے گا: ایک قرابت کا اور دوسرے صدقہ کا۔

انتباہ: واضح رہے کہ حدیثِ بالا میں شوہر کو صدقہ دینے سے مراد نفلی صدقہ دینا ہے، چناں چہ زوجین کا ایک دوسرے کو زکوۃ اور دیگر صدقاتِ واجبہ دینا درست نہیں ہے۔

ما اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى نَفْسِهِ وَاَهْلِهِ: عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ آدَمَ بْنِ عَلِيٍّ فَاِنْ كَانَ فَضْلًا، وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ، يَحْتَسِبُهَا اِلَّا آجَرَهُ اللهُ تَعَالَى فِيْهَا وَاِنْ كَانَ فَضْلًا فَنَاوِلْ فَالْأَقْرَبَ الْأَقْرَبَ[1]

حضرت آدم بن علی سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: آدمی ثواب کی امید سے اپنی ذات پر اور اپنے اہل وعیال پر جو کچھ خرچ کرتا ہے اس کو اللہ تعالی اس کا اجر عطا فرماتے ہیں۔ اور خرچ کرنے میں تُو اُن سے شروع کر جو اہل وعیال میں سے تیری کفالت میں ہوں، پھر اگر زیادہ ہو تو اپنے سب سے قریبی رشتہ دار پر، پھر اس سے قریبی پر، اور اگر اس سے بھی زیادہ ہو تو پھر جسے چاہے دے۔

---

[۱] الادب المفرد ۶۲۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى عِيَالِهِ صَدَقَةٌ[1]

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا صدقہ ہے۔

عَنِ الْحَسَنِ، يَرْفَعُ الْحَدِيثَ، قَالَ: إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ مِنْ غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلَا إِقْتَارٍ كَانَتْ نَفَقَتُهُ بِمَنْزِلَةِ النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ[2]

حضرت حسن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی فضول خرچی اور کنجوسی کے بغیر اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے تو اس کا یہ خرچ کرنا (اجر کے اعتبار سے) ایسے ہے جیسے کوئی اللہ کے راستہ میں خرچ کرے۔

عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: مِنَ النَّفَقَةِ الَّتِي تُضَاعَفُ سَبْعَمِائَةِ ضِعْفٍ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى نَفْسِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ[3]

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں: جس خرچ کا اجر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے اس میں سے وہ خرچ بھی ہے جو آدمی اپنے اوپر اور اپنے گھر والوں کے اوپر خرچ کرتا ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَفْضَلُ دِينَارٍ [دِينَارٌ] يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلَى عِيَالِهِ، ثُمَّ عَلَى نَفْسِهِ، ثُمَّ فِي سَبِيلِ اللهِ، ثُمَّ عَلَى

[1] البر والصلة للمَرْوَزِی:۳۱۳، وقال محققه: رجال إسناده ثقات [2] البر والصلة للمَرْوَزِی:۳۱۴، وقال محققه: مرسل رجال إسناده ثقات [3] البر والصلة للمَرْوَزِی:۳۱۵، وقال محققه: رجال إسناده ثقات۔

أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ[۱]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل دینار وہ ہے جس کو آدمی اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے، پھر وہ دینار افضل ہے جس کو اپنی ذات کے اوپر خرچ کرے، پھر وہ جسے اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرے پھر وہ جسے اللہ تعالی کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، قَالَ: مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَرَأَى أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جِلْدِهِ وَنَشَاطِهِ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ: لَوْ كَانَ هَذَا فِي سَبِيلِ اللهِ !، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى وَلَدِهِ صِغَارًا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى أَبَوَيْنِ شَيْخَيْنِ كَبِيرَيْنِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَإِنْ كَانَ يَسْعَى عَلَى نَفْسِهِ يُعِفُّهَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ رِيَاءً وَمُفَاخَرَةً فَهُوَ فِي سَبِيلِ الشَّيْطَانِ[۲]

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا۔ صحابہ کرام نے اس کی قوّت وچستی کو دیکھ کر کہا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ اللہ کے راستہ میں ہوتا! آپ ﷺ نے فرمایا:

اگر یہ اس لیے باہر نکلا ہوا ہے کہ اپنے چھوٹے بال بچوں کو کما کر کھلائے تو یہ اللہ کے راستہ میں ہی ہے، اور اگر اس لیے نکلا ہے کہ اپنے بوڑھے ماں باپ کو کما کر کھلائے تو یہ

---

[۱]مسند أحمد: ۲۲۴۰۶ وقال محققه: إسناده صحيح على شرط مسلم[۲].المعجم الكبير: ۱۲۹/۱۹، وقال الهيثمي في المجمع: ۱۳۶۹۳: رواه الطبراني في الثلاثة، ورجال الكبير رجال الصحيح.

اللہ کے راستہ میں ہی ہے، اور اگر اس لیے نکلا ہے کہ اپنے لیے کما کے لائے تا کہ اپنے آپ کو (سوال وغیرہ سے) پاک رکھ سکے تو یہ اللہ کے راستہ میں ہی ہے، اور اگر یہ (اپنے مال کے ذریعہ سے) نام ونمود اور لوگوں پر فخر جتانے کے لیے نکلا ہے تو یہ شیطان کے راستہ میں ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کمانے میں کوئی صحیح نیت رکھنی چاہیے اور اس صحیح نیت کی بنیاد پر کمانے کے لیے باہر نکلنے پر بھی انشاء اللہ، راہِ خدا میں نکلنے جیسا ثواب ملے گا۔ اور اگر خدانخواستہ نیت درست نہ ہو بلکہ اس لیے کمائے تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ میں مالدار ہوں اور اپنے اس مال کی بنیاد پر اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے بڑا سمجھے تو یہ چیز اس کی قبر اور آخرت کے معاملہ میں انتہائی خطرناک اور نقصان دہ ثابت ہوگی۔ اس سے بڑھ کر کیا ہلاکت وتباہی ہوگی کہ اللہ کے سچے نبی ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے اس کو ”شیطانی راستے“ کا آدمی کہا ہے۔ خصوصاً وہ لوگ جو کمانے کے لیے باہر جاتے ہیں ان کو بالخصوص اس میں احتیاط برتنی چاہیے کہ وہ حضرات مال کمانے کے لیے کبھی اپنے شہر اور کبھی اپنے ملک سے بھی باہر، دور دراز کے لمبے سفر کرتے ہیں اور گھر سے دور رہ کر بہت مشقتیں جھیلتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ تھوڑی سے بدنیتی سے ساری کمائی وبال اور سارے سفر مصیبت بن جائیں اور یہاں پیچھے اس کے رشتہ دار تو اس کے مرنے کے بعد مزے کریں اور یہ آخرت کے عذابوں اور تکلیفوں میں اکیلا مبتلا ہو۔ اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ، وَأَطْعَمَهُنَّ، وَسَقَاهُنَّ، وَكَسَاهُنَّ مِنْ جِدَتِهِ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[۱]۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان (کے سبب آنے والی پریشانیوں) پر صبر سے کام لے (اور اس کے ساتھ بیٹی کو محسوس بھی نہ ہونے دے کہ میں تیری وجہ سے پریشانیاں جھیل رہا ہوں کہ وہ اس سے تنگدل ہوگی)، نیز اپنے مال میں سے ان بیٹیوں کو کھلائے، پلائے اور پہنائے تو یہ بیٹیاں اِس کے لیے جہنم سے آڑ ثابت ہوں گی۔

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا أَطْعَمْتَ نَفْسَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ وَلَدَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ زَوْجَتَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ خَادِمَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ"[۲]

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو تُو اپنے آپ کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے، جو تو اپنی اولاد کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے، جو تو اپنی بیوی کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو تو اپنے نوکر کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے۔

---

[۱] سنن ابن ماجه: ۳۶۶۹، وقال البوصيري في "مصباح الزجاجة" ۱۰۱/۴: هذا إسناد صحيح رواه الإمام أحمد في مسنده من حديث عقبة بن عامر الجهني أيضا ورواه أبو يعلى الموصلي في مسنده ثنا أبو خيثمة ثنا عبد الله بن يزيد ابنا حرملة بن عمران به فذكره بتمامه وله شاهد من حديث أبي سعيد الخدري رواه أبو داود والترمذي۔ [۲] الأدب المفرد: ۸۲، مسند أحمد: ۱۷۱۷۹ وقال محققه: حديث حسن۔

آٹھواں باب

صلہ رحمی کی خاطر اپنا حق معاف کرنا اور اپنی عزت وحیثیت کو قربان کرنا

آیات مبارکہ

(۱) {خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ[۱]}

ترجمہ: درگزر کا رویہ اپناؤ، اور (لوگوں کو) نیکی کا حکم دو، اور جاہلوں کی طرف دھیان نہ دو۔

(۲) {فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ[۲]}

ترجمہ: (ان لوگوں کے طرز عمل پر) خوبصورتی کے ساتھ درگزر سے کام لو۔

(۳) {وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَكُمْ وَاللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ[۳]}

ترجمہ: اور انہیں چاہیے کہ معافی اور درگزر سے کام لیں۔ کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تمہاری خطائیں بخش دے؟ اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

(۴) {الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ[۴]}

ترجمہ: جو خوشحالی میں بھی اور بدحالی میں بھی (اللہ کے لیے) مال خرچ کرتے ہیں، اور جو غصے کو پی جانے اور لوگوں کو معاف کر دینے کے عادی ہیں۔ اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

---

[۱] الأعراف: ۱۹۹ [۲] الحجر: ۸۵۔ [۳] النور: ۲۲۔ [۴] آل عمران: ۱۳۴۔

(۵) {وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ[۱]}

ترجمہ: اور یہ حقیقت ہے کہ جو کوئی صبر سے کام لے، اور درگزر کر جائے تو یہ بڑی ہمت کی بات ہے۔

احادیث مبارکہ

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، وَأَبِي الدَّهْمَاءِ، قَالَا: أَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقُلْنَا: هَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: " إِنَّكَ لَنْ تَدَعَ شَيْئًا لِلهِ إِلَّا بَدَّلَكَ اللهُ بِهِ مَا هُوَ خَيْرٌ لَكَ مِنْهُ"[۱]

حضرت ابوقتادہ اور ابودہماء فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص کے پاس ہمارا جانا ہوا، ہم نے اس سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تم اللہ کے لیے جس چیز کو چھوڑ دو گے، اللہ تعالی تمہیں اس کے بدلہ میں اس سے بہتر چیز عطا فرمائے گا۔

فائدہ: اگر کسی موقع پر رشتہ داری کو جوڑنے کے لیے ہمیں کوئی چیز چھوڑنی بھی پڑ جائے تو حضور ﷺ کے مندرجہ بالا سچے فرمان پر یقین کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دینے میں پس وپیش نہیں کرنی چاہیے کہ اللہ تعالی یقیناً ہمیں اس کے بدلہ میں اس سے اچھی اور عمدہ چیز عطا فرمائے گا۔

---

[۱] الشوری: ۴۳ [۲] مسند أحمد: ۲۳۰۷۴، وقال محققه: إسناده صحيح.

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ. وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ، وَإِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ[۱]

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اُس شخص کے لیے جنت کے اطراف میں محل کا ضامن ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے، اور اس شخص کے لیے جنت کے وسط میں محل کا ضامن ہوں جو جھوٹ چھوڑ دے اگرچہ مذاق میں ہی کیوں نہ ہو اور اس شخص کے لیے جنت کے اعلیٰ مقام پر محل کا ضامن ہوں جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

فائدہ: آجکل رشتہ داروں کے عموماً جھگڑے مال وجائیداد اور دکان ومکان کی وجہ سے ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر آدمی اپنے آپ کو صحیح سمجھتا ہے، اس لئے وہ جھگڑا نہیں چھوڑتا کہ وہ حق پر ہے۔ اس موقع پر ہمارے سچے آقا ﷺ یہ فرمارہے ہیں کہ تم حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دو اسکے بدلہ میں، مَیں تمھیں اللہ تعالیٰ سے جنت میں محل لے کر دوں گا۔ ظاہر ہے کہ اُس محل کے مقابلہ میں اِس پلاٹ ومکان کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہوگی۔ سوچنے کی بات ہے کہ جس طرح ہمیں اس دنیا میں جائیداد وگھر کی ضرورت شدت سے محسوس ہوتی ہے تو کیا ہمیں وہاں ہمیشہ کی زندگی میں گھر کی ضرورت نہیں ہے، وہاں بھی تو آخر گھر ہونا چاہیے جہاں سے واپس بھی نہیں آنا، اور جبکہ یہاں ایک نہ ایک دن ان سب جائیدادوں اور مال ومتاع کو اس طرح چھوڑ کے چلے جانا ہے کہ اس کا استعمال تو

[۱] أورده النووي في رياض الصالحين: ٦٣٠، وقال: حديث صحيح، رواه أبو داود بإسناد صحيح.

در کنار کبھی اس کو دوبارہ دیکھنا بھی نصیب نہ ہوگا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہمیں اس زندگی میں آخرت کو سامنے رکھ کر فیصلے کرنے چاہئیں کہ یہی سمجھداری اور یہی کامیابی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَمْ نَعْفُو عَنِ الْخَادِمِ؟ فَصَمَتَ، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ الْكَلَامَ، فَصَمَتَ، فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ، قَالَ: اعْفُوا عَنْهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً [١]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! ہم اپنے نوکر کو کتنا معاف کریں؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔ اس شخص نے دوبارہ یہی بات پوچھی، آپ ﷺ پھر بھی خاموش رہے۔ جب اس نے تیسری دفعہ یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہر روز اس کو ستر بار معاف کرو۔

فائدہ: عربی زبان میں "ستر" کا عدد "کثرت" کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، لہٰذا مطلب یہ ہے کہ اس کو بہت زیادہ معاف کرو یعنی وہ جتنی بھی غلطیاں، بے ضابطگیاں اور زیادتیاں کرے اس کو معاف کردو۔ اس حدیث پاک میں اپنے نوکر کو اتنا زیادہ معاف کرنے کا حکم ہے جس سے انسان کا کوئی خونی رشتہ بھی نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے کوئی قلبی وابستگی اور دلی لگاؤ محبت ہوتی ہے، تو پھر اس کا خود اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رشتہ دار کو کتنا زیادہ معاف کرنے کا حکم ہوگا یعنی اگر ہمارا رشتہ دار ایک دن میں ہمارے ساتھ ستر سے بھی زیادہ زیادتیاں کرے تو پھر بھی ہمیں اس کو معاف کردینے کا حکم ہے، اس

---

[۱] سنن أبو داود: ۵۱۶۴، سنن ترمذی: ۱۹۴۹، واللفظ للأول۔

کے بدلہ میں ان شاء اللہ، روزِ محشر اللہ کی رضا اور آقا مدنی ﷺ کی شفاعت نصیب ہو گی کہ اِس شخص نے اُن کی اطاعت کی تھی، اور یہی رضا و شفاعت ہی دخولِ جنت کا سبب ٹھہریں گی۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: "ارْحَمُوا تُرْحَمُوا، وَاغْفِرُوا يَغْفِرِ اللهُ لَكُمْ"[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے منبر پر فرمایا: تم لوگوں کے ساتھ مہربانی والا معاملہ کرو، تم پر رحم کیا جائے گا؛ اور تم لوگوں کو معاف کرو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے گا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا وَقَفَ الْعِبَادُ لِلْحِسَابِ جَاءَ قَوْمٌ وَاضِعِي سُيُوفِهِمْ عَلَى رِقَابِهِمْ، تَقْطُرُ دَمًا، فَازْدَحَمُوا عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ، فَقِيلَ: مَنْ هَؤُلَاءِ؟ قِيلَ: الشُّهَدَاءُ، كَانُوا أَحْيَاءً مَرْزُوقِينَ. ثُمَّ نَادَى مُنَادٍ: لِيَقُمْ مَنْ أَجْرُهُ عَلَى اللهِ، فَلْيَدْخُلِ الْجَنَّةَ، ثُمَّ نَادَى الثَّانِيَةَ: لِيَقُمْ مَنْ أَجْرُهُ عَلَى اللهِ، فَلْيَدْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ: وَمَنْ ذَا الَّذِي أَجْرُهُ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالَ: الْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ، ثُمَّ نَادَى الثَّالِثَةَ: لِيَقُمْ مَنْ أَجْرُهُ عَلَى اللهِ، فَلْيَدْخُلِ الْجَنَّةَ، فَقَامَ كَذَا وَكَذَا أَلْفًا، فَدَخَلُوهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ[2]

---

[1] مسند أحمد: ٦٥٤١، وقال محققه: إسناده حسن[2] أخرجه الطبراني في الأوسط: ١٩٩٨، وقال المنذري في الترغيب: ١٣٥٩١: رواه الطبراني بإسناد حسن، وأما الهيثمي فقال في "مجمع الزوائد": ١٨٦١٤: رواه الطبراني في الأوسط، ورجاله وُثّقوا على ضعف يسير في بعضهم.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب لوگ (روزِ محشر) حساب کے لیے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی گردنوں پر تلواریں رکھے ہوئے آئیں گے ان سے خون ٹپک رہا ہوگا، ایک بڑی تعداد میں وہ جنت کے دروازے پر اکٹھے ہو جائیں گے۔ تو پوچھا جائے گا: یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملے گا: شہداء ہیں، یہ زندہ تھے ان کو روزی دی جاتی تھی۔ پھر ایک مُنادی آواز دے گا: ”وہ لوگ جن کا اجر اللہ کے ذمہ ہو چکا ہے کھڑے ہوں اور جنت میں داخل ہو جائیں“۔ پھر دوبارہ یہی نداء دے گا: ”وہ لوگ جن کا اجر اللہ کے ذمہ ہو چکا ہے کھڑے ہوں اور جنت میں داخل ہو جائیں“۔

ایک پوچھنے والا پوچھے گا: وہ کون (ایسے نیک اور خوش بخت لوگ) ہیں جن کا اجر اللہ کے ذمہ ہو چکا ہے؟ جواب دینے والا جواب دے گا: ”لوگوں کو معاف کر دینے والے“۔ پھر تیسری بار وہ یہی نداء دے گا: ”وہ لوگ جن کا اجر اللہ کے ذمہ ہو چکا ہے کھڑے ہوں اور جنت میں داخل ہو جائیں“۔ چناں چہ اتنے اور اتنے ہزار لوگ اٹھیں گے اور بغیر حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

فائدہ: اللہ کے لیے کسی کو معاف کر دینا کتنی بڑی نیکی ہے کہ ایک تو ایسے عظیم لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے شہداء سے بھی پہلے جنت میں چلے جائیں گے، دوسرا یہ کہ حساب وکتاب جو کہ نہایت ہی سخت مرحلہ ہوگا اس میں یہ لوگ بلا کسی قسم کے حساب کے سیدھے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

اگر معاف کر دینے پر انسان کو اور کچھ بھی نہ ملے تو بھی یہ فضیلت اور ثواب اتنا قابل قدر ہے کہ آدمی اسی کو ہی سامنے رکھ کر لوگوں کو بالخصوص اپنے رشتہ داروں کو معاف

کردے اور یہ جذبہ نہ رکھے کہ پہلے وہ شخص آ کر مجھ سے معافی مانگے بلکہ معاف کرنے اوران کو راضی کرنے میں پہل کرے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " الْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِيءٌ مِنَ الْكِبْرِ [۱]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سلام میں ابتداء کرنے والا تکبر سے بری ہے۔

فائدہ: تکبر اتنی سنگین چیز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متکبر شخص کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:" جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا [۲]"۔ اور شیطان ہر انسان کے دل میں یہ نخوت ڈالنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کے آگے تواضع سے پیش نہ آئے بلکہ اپنے آپ کو باحیثیت اور بڑا آدمی ہی رکھے۔ اسی کی نتیجہ میں انسان اُس شخص سے سلام میں پہل نہیں کرتا جس سے کوئی رنجش یا ناراضگی ہو اور شیطان دل میں یہ ڈال رہا ہوتا ہے کہ پہلے وہ سلام کرے پھر میں بھی کروں گا حالانکہ یہ تکبر ہے جو انتہائی مہلک و کبیرہ گناہ ہے اور جنت سے محرومی کا سبب ہے۔

چناں چہ ایسے موقع پر جو شخص اپنے نفس کی مخالفت کر کے سلام میں پہل کرلے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لسانِ صادق سے اُسے یہ خوشخبری مبارک ہو کہ وہ "تکبر" سے پاک اور بری ہے۔

----

[۱] شعب الإيمان: ۸۴۰۷ [۲] عن عبد الله بن مسعود، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال ذرة من كبر - رواه مسلم: ۱۴۷۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْبَادِءُ بِالسَّلَامِ بَرِیءٌ مِنَ الصَّرْمِ[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سلام میں ابتداء کرنے والا قطع تعلقی سے بری ہے۔

عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: هَشَمَ رَجُلٌ فَمَ رَجُلٍ عَلَى عَهْدِ مُعَاوِيَةَ، فَأُعْطِيَ دِيَتَهُ فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَ حَتَّى أُعْطِيَ ثَلَاثًا. فَقَالَ رَجُلٌ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ تَصَدَّقَ بِدَمٍ أَوْ دُونَهُ كَانَ كَفَّارَةً لَهُ مِنْ يَوْمِ وُلِدَ إِلَى يَوْمِ تَصَدَّقَ[2]

حضرت عدی بن ثابت سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک آدمی نے دوسرے آدمی کا منہ توڑ دیا، تو جب اُسے اس کی دیت دی گئی تو اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ جب تیسری دفعہ اسے دی گئی تو اس آدمی نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص خون یا خون سے کم درجہ (کا انتقام) معاف کر دے تو یہ اس کے یومِ پیدائش سے لے کر اس کے معاف کرنے والے دن تک کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: مَنْ عَفَا عِنْدَ قُدْرَةٍ عَفَا اللهُ عَنْهُ يَوْمَ الْعُسْرَةِ[3]

[1] أخرجه أبو نُعَيم فی الحلية: ۹/۲۵، وقال: غريب من حديث الثوري[2] مسند أبي يعلى: ۶۸۶۹، وقال المنذری فی الترغيب: رواه أبو يعلى ورواته رواة الصحيح غير عمران بن ظبيان[3] قال الهيثمی فی "المجمع": ۱۳۷۰۱: رواه الطبرانی، وفيه العلاء بن كثير وهو ضعيف۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص (بدلہ لینے کی) قدرت کے باوجود معاف کردے تو اس کو اللہ تعالیٰ تنگی والے دن (یعنی بروز قیامت) معاف فرمادے گا۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ مَنْ جَاءَ بِهِنَّ مَعَ إِيمَانٍ دَخَلَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ، وَزُوِّجَ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ كَمْ شَاءَ: مَنْ أَدَّى دَيْنًا خَفِيًّا، وَعَفَا عَنْ قَاتِلِهِ، وَقَرَأَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ عَشْرَ مَرَّاتٍ: قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَوْ إِحْدَاهُنَّ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: أَوْ إِحْدَاهُنَّ[1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص (قیامت والے دن) ایمان کی حالت میں تین اعمال لے کر آئے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے نیز حورعین میں سے جتنی حوروں کے ساتھ چاہے شادی کرلے: (۱) جو مخفی قرض ادا کردے (یعنی خود اصل مالک کو بھی نہیں پتا کہ اس شخص نے میرا قرض دینا ہے یا اس کا پتا تو ہے مگر صحیح مقدار کا پتا نہیں ہے)۔ (۲) جو اپنے قاتل کو معاف کردے (۳) جو ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ پڑھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! اگر کوئی ان میں سے صرف ایک عمل لے کر آئے (تو اس کا بھی یہی اجر ہے)؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر ایک لے کر آئے (اس کا بھی یہی اجر ہے)۔

---

[۱] رواه الطبراني في "الأوسط": ۳۳۶۱، وقال الهيثمي في المجمع: ۱۰۷۹۵: رواه الطبراني في الأوسط، وفيه عمر بن نبهان وهو ضعيف۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " ثَلَاثٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، إِنْ كُنْتُ لَحَالِفًا عَلَيْهِنَّ لَا يَنْقُصُ مَالٌ مِنْ صَدَقَةٍ فَتَصَدَّقُوا، وَلَا يَعْفُو عَبْدٌ عَنْ مَظْلَمَةٍ يَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ بِهَا عِزًّا " وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ: " إِلَّا زَادَهُ اللهُ بِهَا عِزًّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَفْتَحُ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ "

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں: (۱) صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا لہٰذا صدقہ کیا کرو۔ (۲) جو آدمی بھی اللہ کی رضا کے لیے ظلم وزیادتی کو معاف کر دیتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالی اس کو عزت دے کر بلند فرماتے ہیں۔ (۳) جو آدمی بھی سوال کرنے (مانگنے) کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالی اس پر فقر وغربت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جو آدمی بھی ظلم وزیادتی کو معاف کر دے تو اس سے اللہ تعالی اس آدمی کی عزت بڑھا دیتے ہیں، لہٰذا معاف کر دیا کرو اللہ تعالی تمہیں عزت دے گا۔

عَنْ أَبِي كَبْشَةَ الْأَنَّمَارِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ثَلَاثَةٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ: مَا نَقَصَ

[۱] مسند أحمد: ۱۶۷۴، وقال محققه: حسن لغيره، وقال المنذري في الترغيب: : رواه أحمد وفي إسناده رجل لم يسم وأبو يعلى والبزار وله عند البزار طريق لا بأس بها، ورواه الطبراني في الصغير والأوسط من حديث أم سلمة وقال فيه: "وَلَا عَفَا رجلٌ عن مَظْلِمةٍ إلا زادَهُ الله بها عزًّا فاعفُوا يُعِزُّكُم الله"۔

مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ، وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلِمَةً فَصَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللهُ عِزًّا، وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا[۱]

حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تین چیزیں ایسی ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں — اور تم لوگوں ایک حدیث بیان کرتا ہوں اُسے محفوظ کرلو — فرمایا: صدقہ سے کسی آدمی کا مال نہیں گھٹتا، جس آدمی پر ظلم کیا جائے پھر وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالی اس کی عزت بڑھا دیتے ہیں، اور جو آدمی سوال کرنے (مانگنے) کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالی اس پر غربت (یا اس جیسا کوئی اور لفظ ارشاد فرمایا) کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ، إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ[۲]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ مال میں سے کمی نہیں کرتا، اللہ تعالی کسی آدمی کے معاف کردینے کی وجہ سے اُس (معاف کرنے والے) کی عزت بڑھاتے ہیں، اور جو آدمی اللہ کے لیے نیچے ہو جاتا ہے اللہ تعالی اس کو بلند کر دیتے ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي حَدِيثٍ - :

---

[۱] سنن ترمذی: ۲۳۲۵ [۲] صحیح مسلم: ۲۵۸۸۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ، وَمَنِ اقْتَصَدَ أَغْنَاهُ اللّٰهُ، وَمَنْ أَكْثَرَ ذِكْرَ الْمَوْتِ أَحَبَّهُ اللّٰهُ[۱]

امی جان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: جو آدمی اللہ کے لیے جھک جاتا ہے اللہ تعالی اس کو بلند کردیتے ہیں؛ جو اکڑ، اَنا اور بڑا پن رکھتا ہے اللہ تعالی اس کو نیچے کردیتے ہیں، جو میانہ روی اختیار کرتا ہے اللہ تعالی اس کو غنی کردیتے ہیں (یعنی اس کی روزی اس کو کفایت کرجاتی ہے)، اور جو موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے اللہ تعالی اس کو محبوب بنا لیتے ہیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ إِذْ رَأَيْنَاهُ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ ثَنَايَاهُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: مَا أَضْحَكَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي؟ قَالَ: "رَجُلَانِ مِنْ أُمَّتِي جَثَيَا بَيْنَ يَدَيْ رَبِّ الْعِزَّةِ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: يَا رَبِّ خُذْ لِي مَظْلِمَتِي مِنْ أَخِي، فَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لِلطَّالِبِ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِأَخِيكَ وَلَمْ يَبْقَ مِنْ حَسَنَاتِهِ شَيْءٌ؟ قَالَ: يَا رَبِّ فَلْيَحْمِلْ مِنْ أَوْزَارِي" قَالَ: وَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبُكَاءِ، ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ ذَاكَ الْيَوْمَ عَظِيمٌ يَحْتَاجُ النَّاسُ أَنْ يُحْمَلَ عَنْهُمْ مِنْ أَوْزَارِهِمْ، فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى لِلطَّالِبِ: "ارْفَعْ بَصَرَكَ فَانْظُرْ فِي الْجِنَانِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: يَا رَبِّ أَرَى مَدَائِنَ مِنْ ذَهَبٍ وَقُصُورًا مِنْ ذَهَبٍ

---

[۱]رواه الطبراني في الأوسط: ۴۸۹۴ وقال الهيثمي في المجمع: ۱۸۲۹۴: رواه الطبراني في الأوسط، وفيه نعيم بن مورع العنبري، وقد وثقه ابن حبان، وضعفه غير واحد، وبقية رجاله ثقات..

مُكَلَّلَةً بِاللُّؤْلُؤِ لِأَيِّ نَبِيٍّ هَذَا أَوْ لِأَيِّ صِدِّيقٍ هَذَا أَوْ لِأَيِّ شَهِيدٍ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا لِمَنْ أَعْطَى الثَّمَنَ. قَالَ: يَا رَبِّ وَمَنْ يَمْلِكُ ذَلِكَ؟ قَالَ: أَنْتَ تَمْلِكُهُ. قَالَ: بِمَاذَا؟ قَالَ: بِعَفْوِكَ عَنْ أَخِيكَ. قَالَ: يَا رَبِّ فَإِنِّي قَدْ عَفَوْتُ عَنْهُ. قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: فَخُذْ بِيَدِ أَخِيكَ فَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ " فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ اتَّقُوا اللهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى يُصْلِحُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ ہنس رہے ہیں یہاں تک کہ ہنسی کی وجہ سے آپ کے اگلے دانت مبارک ظاہر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کس وجہ سے ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے دو آدمی اللہ رب العزت کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے حاضر تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: اے میرے رب! میرے بھائی سے ظلم کا بدلہ مجھے لے دیں۔ اللہ تبارک وتعالی نے مطالبہ کرنے والے بھائی سے فرمایا: تو اپنے بھائی کا کیا کرے گا، اس کا حال یہ ہے کہ اس کے پاس ایک نیکی بھی نہیں بچی۔ یہ کہنے لگا: اے میرے رب! پھر میرے گناہ اس پر ڈال دیجیے۔

راوی کہتے ہیں یہاں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور آپ رو رہے تھے۔ پھر فرمایا: کوئی شک نہیں کہ وہ دن بڑا دن ہوگا، لوگ اس بات کی

---

[۱] أخرجه الحاكم في "المستدرك": ۸۷۱۸؛ وقال المنذري في الترغيب: ۳۷۲۵: رواه الحاكم والبيهقي في البعث كلاهما عن عباد بن شيبة الحبطي عن سعيد بن أنس عنه وقال الحاكم صحيح الإسناد۔

ضرورت محسوس کریں گے کہ ان کے گناہ کسی اور پر ڈال دیے جائیں۔ بہر حال اللہ تعالی اس مطالبہ کرنے والے آدمی سے فرمائیں گے: اپنی آنکھ اوپر اٹھاؤ اور ذرا جنت میں نظر ڈالو۔ چناں چہ وہ اپنا سر اوپر اٹھائے گا اور عرض کرے گا: اے میرے رب! مجھے تو سونے کے بنے ہوئے شہر نظر آ رہے ہیں نیز موتیوں سے آراستہ سونے کے محلات مجھے دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ کس نبی کے ہیں؟ یا کس صدیق کے ہیں؟ یا کس شہید کے ہیں؟ اللہ تعالی فرمائیں گے: یہ اس کے ہیں جو اِن کی قیمت دے دے۔ وہ عرض کرے گا: اور کون اس کا مالک ہوسکتا ہے؟ ارشاد ہوگا: تم اس کے مالک ہوسکتے ہو۔ وہ عرض کرے گا: کس طرح؟ ارشاد ہوگا: تمہارے اپنے بھائی کو معاف کر دینے سے۔ وہ عرض کرے گا: میں نے اس کو بخش دیا ہے۔ اللہ تعالی فرمائیں گے تو پھر اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑو اور اسے جنت میں داخل کردو۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور آپس کے تعلقات درست کرو، اللہ تعالی مسلمانوں کے مابین صلح کرائے گا۔

مسلمان بھائی کو معاف نہ کرنے پر رسول اللہ ﷺ کی سخت ناراضی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عِفُّوا عَنْ نِسَاءِ النَّاسِ تَعِفَّ نِسَاؤُكُمْ وَبَرُّوا آبَاءَكُمْ تَبَرَّكُمْ أَبْنَاؤُكُمْ وَمَنْ أَتَاهُ أَخُوهُ مُتَنَصِّلًا فَلْيَقْبَلْ ذَلِكَ مِنْهُ مُحِقًّا كَانَ أَوْ مُبْطِلًا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ لَمْ يَرِدْ عَلَيَّ الْحَوْضَ[۱]

---

[۱] أخرجه الحاكم في "المستدرك": ۷۲۵۸، وقال: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه، وتعقبه الذهبي في التلخيص بقوله: بل سويد ضعيف۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کی عورتوں کو پاک دامن رکھو تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی، اپنے آباء کی خدمت کرو تمہارے بیٹے تمہاری خدمت کریں گے، اور جس شخص کے پاس اس کا بھائی معذرت کرنے کے لیے آئے اسے چاہیے کہ اسکی معذرت قبول کرلے (اور معاف کردے) چاہے وہ بے قصور ہو یا قصوروار ہو، چناں چہ اگر اس نے معاف نہ کیا تو وہ میرے پاس حوض کوثر پر نہیں آسکے گا۔

نواں باب

رشتہ داروں وغیرہ کی آپس میں صلح کرا دینے کا بیان

آیاتِ مبارکہ

{لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ}[۱]

ترجمہ: کچھ اچھے نہیں ان کے اکثر مشورے مگر جو کوئی کہ کہے صدقہ کرنے کو، یا نیک کام کو، یا صلح کرانے کو لوگوں میں اور جو کوئی یہ کام کرے اللہ کی خوشی کے لیے تو ہم اس کو دیں گے بڑا ثواب۔[۲]

{وَالصُّلْحُ خَيْرٌ}[۳]

ترجمہ: اور صلح اچھی چیز ہے۔

{فَاتَّقُوا اللهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ}[۴]

ترجمہ: سو ڈرو اللہ سے اور صلح کرو آپس میں، اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اگر ایمان رکھتے ہو۔[۵]

---

[۱] النساء:۱۱۴ [۲] ترجمہ از تفسیر عثمانی [۳] النساء:۱۲۸ [۴] الانفال:۱ [۵] ترجمہ از تفسیر عثمانی

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾[۱]

ترجمہ: مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں، سو ملاپ کرادو اپنے دو بھائیوں میں، اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم پر رحم ہو[۲]

احادیثِ مبارکہ

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ الْحَالِقَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسا کام نہ بتلاؤں جس کا درجہ روزے، نماز اور صدقہ میں سب سے افضل ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: ضرور بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ وہ کام ہے "اصلاح ذات البین" ہے یعنی دو شخصوں کے درمیان کوئی رنجش پیدا ہوجائے تو اس کو دور کر کے آپس میں صلح کرانا اور فساد کو ختم کرانا۔ اور (یادرکھو کہ) آپس کا جھگڑا، مونڈ دینے والی چیز ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں یہ نہیں کہتا کہ یہ جھگڑا سر کو مونڈتا ہے بلکہ یہ انسان کے دین کو مونڈ ڈالتا ہے۔

----

[۱]الحجرات:۱۰ [۲] ترجمہ از تفسیر عثمانی [۳]۔سنن أبي داود:۴۹۱۹، وقال المنذری فی "الترغیب: رواه أبو داود والترمذی وابن حبان فی صحیحه وقال الترمذی حدیث صحیح۔ قال ویروی عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال: هیَ الحَالِقَةُ لاَ أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ ولٰكِنْ تحلقُ الدِّيْنَ۔

عن أُمِّ كُلْثُومٍ بنتِ عُقْبَةَ بن أَبِي مُعَيطٍ رضى الله عنها قَالَتْ: سمِعْتُ رسولَ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّمِ يَقُولُ: "لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِي خَيْراً، أَوْ يَقُولُ خَيْراً [۱]

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: وہ انسان جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان جھوٹ بول کر صلح کرواتا ہے اور نیکی کی بات پہنچاتا ہے یا یہ فرمایا کہ اچھی بات کہتا ہے۔

فائدہ: ـــ "جھوٹا نہیں ہے" ـــ کا مطلب ہے کہ اس کو جھوٹ کا گناہ نہیں ملتا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ صاف جھوٹ بولنے کے بجائے ـــ "توریے کا" ـــ کام لے یعنی ایسی بات کرے جس کو سننے والا تو کچھ اور سمجھے مگر اِس کی مراد کچھ اور ہو، یعنی اِسکی مراد وہ نہ ہو جس کو وہ سمجھ رہا ہے۔ اگرچہ علامہ طَبَرِیؒ فرماتے ہیں کہ ایسے موقع پر جھوٹ بولنا جائز ہے۔

يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِي خَيْراً (جو لوگوں کے درمیان جھوٹ بول کر صلح کرواتا ہے۔ اور نیکی کی بات پہنچاتا ہے): اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دو مسلمانوں میں کوئی جھگڑا یا رنجش ہو جائے تو اب تیسرا آدمی ان دونوں کی باہمی نفرت اور جھگڑے کو ختم کرنے اور ان میں صلح کرانے کے لیے ہر ایک کے پاس جا کر دوسرے کی طرف سے اچھی باتیں پہنچائے (کہ وہ تو تمہاری تعریف کر رہا تھا یا وہ تو تمہارے بارے میں نرم گوشہ رکھتا ہے یا باطنی طور پر تو اس کو تم سے محبت ہے وغیرہ وغیرہ) تا کہ وہ دونوں صلح اور دوستی پر تیار ہو جائیں۔

----

[۱] ریاض الصالحین: ۲۴۹، متفق علیہ۔

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَحِلُّ الْكَذِبُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: يُحَدِّثُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ لِيُرْضِيَهَا، ــ وفي رواية أبي داود: وَالْمَرْأَةُ تُحَدِّثُ زَوْجَهَا ــ وَالْكَذِبُ فِي الْحَرْبِ، وَالْكَذِبُ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ"[۱]

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صرف تین مقامات پر جھوٹ بولنا جائز ہے: ۱۔ آدمی اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیے کوئی (جھوٹی) بات کہے (مثلاً مجھے تم سے محبت ہے جبکہ دل میں غصہ ونفرت ہو، تا کہ رنجش اور جھگڑا ختم ہو جائے)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عورت اپنے شوہر کو کوئی ایسی (جھوٹی) بات کہے ۲۔ جنگ میں جھوٹی بات کرنا (کیونکہ جنگ میں دشمن کو دھوکہ میں رکھنے کے لیے اصل صورت حال سے ہٹ کر بسا اوقات دوسری بات ظاہر کرنی ہوتی ہے تا کہ دشمن مغلوب ہو اور اسلام کو فتح ہو) ۳۔ لوگوں میں صلح کرانے کے لیے جھوٹی بات کرنا۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي أَيُّوبَ بْنِ زَيْدٍ: يَا أَبَا أَيُّوبَ، أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى عَمَلٍ يَرْضَاهُ اللهُ وَرَسُولُهُ؟ قَالَ: بَلَى. قَالَ: تُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ إِذَا تَفَاسَدُوا، وَتُقَارِبُ بَيْنَهُمْ إِذَا تَبَاعَدُوا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ایوب بن زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابو ایوب! کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو اللہ اور اس

[۱] سنن الترمذی: ۱۹۳۹ [۲] المعجم الکبیر: ۷۹۹۹، وقال الهیثمی فی المجمع: ۱۳۰۵۳: رواه الطبرانی، وعبد الله بن حفص صاحب أبي أمامة لم أعرفه، وبقية رجاله ثقات.

کے رسول کو پسند ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب لوگ آپس میں بگڑ جائیں تو ان میں صلح کراؤ، اور جب لوگ ایک دوسرے سے (نفرتوں کی بناء پر) دور ہو جائیں تو انہیں ایک دوسرے کے قریب کرو۔

عَنْ عبد الله بن عَمْرو رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أفضَلُ الصَّدَقَة إصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ[۲]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل صدقہ آپس میں صلح کرانا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ سُلاَمَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ، يَعْدِلُ بَيْنَ الِاثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَيُعِينُ الرَّجُلَ عَلَى دَابَّتِهِ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا، أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الصَّلاَةِ صَدَقَةٌ، وَيُمِيطُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ[۲]

ومعنى تَعْدِلُ بَيْنَهُمَا "تُصْلِحُ بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ"[۳]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے، یعنی روزانہ انسان کے (بدن کے) ہر جوڑ پر صدقہ

[۱] أورده المنذري في الترغيب: ۴۲۵۹: وقال: رواه الطبراني والبزار وفي إسناده عبد الرحمن بن زياد بن أنعم، وحديثه هذا حسن لحديث أبي الدرداء المتقدم[۲] صحيح البخاري: ۲۹۸۹[۳] رياض الصالحين: ۱/۱۱۱

لازم ہے ۔(اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کی چند انواع شمار کرائیں، چناں چہ فرمایا:) دو آدمیوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دینا صدقہ ہے۔ کوئی آدمی کسی شخص کی سواری کے بارے میں اُس کی مدد کرے کہ اُس کو سواری پر سوار کرا دے یا اُس کا سامان اٹھا کر اُس کی سواری پر رکھوا دے تو یہ صدقہ ہے۔ اچھا بول بولنا صدقہ ہے۔ ہر وہ قدم جسے آدمی نماز کی طرف اٹھاتا ہے صدقہ ہے۔ اور راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا صدقہ ہے۔

دسواں باب

بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کا بیان

ملحوظہ:

بیوی گو شرعاً ''اَرحام'' (قرشتہ داروں) میں سے نہیں ہے اور ''صلہ رحمی'' کی اصطلاح میں داخل نہیں ہوتی، تاہم اس کے ساتھ چونکہ عمر بھر کی رفاقت ہے اور ہمارے معاشرہ میں دیگر کوتاہیوں کے ساتھ بیوی کے ساتھ بدسلوکی (بلکہ بعض علاقوں میں ظلم وستم وغیرہ) کی کوتاہی بھی شائع وذائع اور حد درجہ عام ہے۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر ذیل میں بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کی اہمیت وترغیب اور بدسلوکی کی قباحت وممانعت سے متعلقہ مضامین درج کیے جا رہے ہیں[۱]

آیاتِ مبارکہ

{وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا}[۲]

انکے ساتھ اچھے انداز میں زندگی بسر کرو اور اگر تم انہیں پسند نہ کرتے ہو تو یہ عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہے[۳]

---

[۱] بندہ کا ارادہ یہ تھا کہ ''حقوقِ زوجین'' کے مضمون پر کوئی مستقل کتابچہ لکھے، اندیشہ ہے کہ مشاغل کی وجہ سے شاید اس کا موقع میسر نہ آسکے، یہ سوچا کہ فی الحال موضوع کی اہمیت اور نزاکت کے پیشِ نظر صرف ''بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک'' سے متعلق کچھ صفحات اپنے اکابر میں سے مولانا منظور احمد نعمانی صاحبؒ کی مستند کتاب ''معارف الحدیث'' سے ہی نقل کر دیتا ہوں تا کہ اکابر کے کلام سے برکت بھی حاصل ہو جائے اور بقدرِ حاجت اس اہم مضمون کی طرف رہنمائی بھی ہو سکے۔ واللہ ہو الموفق والمعین۔

[۲] النساء:۱۹۔ [۳] ترجمہ از توضیح القرآن۔

{وَإِن تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا[۱]}

اور (اے مَردو!) اگر تم (خود عورتوں کے ساتھ) اچھا برتاؤ رکھو (اور ان سے حقوق معاف کرانے کے خواہاں نہ ہو) اور ان کے ساتھ (کج ادائی اور بے رخی کرنے سے) احتیاط رکھو تو (تم کو بڑا ثواب ملے کیونکہ) بلاشبہ حق تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں (اور اعمالِ نیک پر ثواب دیا کرتے ہیں)[۲]

احادیثِ مبارکہ[۳]

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلَا يُؤْذِي جَارَهُ، وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا[۴]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔ نیز فرمایا: لوگو! بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں میری وصیت مانو (یعنی میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کی ان بندیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نرمی اور مدارات کا برتاؤ رکھو) کہ ان کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے (جو قدرتی طور پر ٹیڑھی ہوتی ہے اور زیادہ کجی پسلی کے اوپر کے حصہ میں ہوتی ہے، اگر تم اس ٹیڑھی پسلی کو (زبردستی) بالکل سیدھا

---

[۱] النساء: ۱۲۸۔ [۲] ترجمہ از تفسیر بیان القرآن ۱/ ۴۱۰۔ [۳] معظمہ من معارف الحدیث ۶: ۳۰۰ وما بعدہا۔
[۴] صحیح البخاری: ۵۱۸۵۔

کرنے کی کوشش کرو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی، اور اگر اسے یونہی اپنے حال پر چھوڑ دو گے (اور درست کرنے کی کوشش نہیں کرو گے) تو پھر وہ ہمیشہ ویسی ہی ٹیڑھی رہے گی، اس لیے تم (بس اسی طرح ہی) بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت قبول کرو۔

فائدہ: اس حدیث میں عورتوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے: **إِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ** (ان کی تخلیق اور بناوٹ پسلی سے ہوئی ہے)۔ یہ واقعہ کا بیان بھی ہوسکتا ہے اور اس کو محاوراتی تمثیل بھی کہا جاسکتا ہے۔ بہر صورت مقصد و مدعا یہ ہے کہ عورتوں کی جبلّت اور سرشت میں کچھ نہ کچھ کجی ہوتی ہے جیسے کہ آدمی کے پہلو کی پسلی میں قدرتی کجی ہوتی ہے۔ آگے فرمایا گیا ہے کہ زیادہ کجی اس کے اوپر والے حصہ میں ہوتی ہے۔ یہ غالباً اس طرف اشارہ ہے کہ عورت میں کجی کا زیادہ تر ظہور اوپر کے حصہ میں ہوتا ہے جس میں سوچنے والا دماغ اور بولنے والی زبان ہے۔ آگے فرمایا گیا ہے کہ اگر تم ٹیڑھی پسلی کو زور وقوت سے بالکل سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر یونہی چھوڑ دو گے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی۔ مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی زبردستی اور تشدد سے عورت کی کج مزاجی نکالنے کی کوشش کرے گا تو وہ کامیاب نہ ہو سکے گا، بلکہ ہوسکتا ہے کہ جدائی اور علیحدگی کی نوبت آجائے اور اگر اصلاح کی بالکل فکر نہ کرے گا تو وہ کجی ہمیشہ رہے گی اور کبھی قلبی سکون اور زندگی کی خوشگواری کی وہ دولت حاصل نہ ہوسکے گی جو رشتۂ ازدواج کا خاص مقصد ہے۔

اس لیے مردوں کو چاہیے کہ وہ عورتوں کی معمولی غلطیوں اور کمزوریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے ساتھ بہتر سلوک اور دلداری کا برتاؤ کریں۔ اس طریقے سے ان کی اصلاح بھی ہو سکے گی، یہ میری خاص وصیت اور نصیحت ہے، اس پر کاربند رہو۔

انتہائی قابل غور نکتہ: اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا (لوگو! بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں میری وصیت مانو) سے آپ ﷺ نے کلام شروع فرمایا تھا اور خاتمۂ کلام پر پھر فرمایا: فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا" اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور دلداری کے برتاؤ کا کتنا اہتمام تھا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان شوہر کو اپنی مسلمان بیوی سے نفرت نہیں کرنی چاہیے اگر شوہر کو اُس کی کوئی عادت ناپسندیدہ ہوگی تو دوسری کوئی عادت پسندیدہ بھی ہوگی۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اگر شوہر کو اپنی بیوی کی عادات واطوار میں کوئی بات مرضی کے خلاف اور ناپسندیدہ معلوم ہو اور اچھی نہ لگے تو اس کی وجہ سے اس سے نفرت اور لاتعلقی کا رویہ اختیار نہ کرے اور نہ طلاق کے بارے میں سوچے، بلکہ اس میں جو خوبیاں ہوں ان پر نگاہ کرے اور ان کی قدر و قیمت کو سمجھے، یہ مومن شوہر کی صفت ایمان کا تقاضا اور مومنہ بیوی کے ایمان کا حق ہے۔

نیز یہ بات بھی شوہر کے ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اگر اِس بیوی کی کسی چیز کو ناپسند کرنے کی وجہ سے اگر اِس کو طلاق دے دے گا اور دوسری بیوی لے آئے گا تو اُس بیوی میں کیا کوئی کمی اور کجی نہیں ہوگی؟ حالانکہ یہ ناممکن ہے، بلکہ یقیناً اُس میں بھی کوئی

---

[۱] صحیح مسلم: ۱۴۶۹۔

ایسی بات ضرور ہوگی جو اِس کو ناپسند ہوگی، تو پھر کیا اُس ناپسندیدہ بات کی وجہ سے اُس دوسری کو بھی طلاق دے دے گا۔ اسی لیے بہتر یہ ہے کہ حدیث بالا کی رو سے جب اپنی اِسی بیوی میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اِس کی دوسری پسندیدہ چیزوں اور اچھی عادات پر غور کر لیا کرے تو ان شاء اللہ اِسی بیوی میں ہی اس کو سکھ وسکون نصیب ہوگا ورنہ پھر یہ ساری زندگی پریشان ہی رہے گا اور کسی عورت میں بھی اس کو اپنی پسند کی ہر ہر بات نہیں ملے گی۔

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَأَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ[1]

امی جان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں اس آدمی کا ایمان زیادہ کامل ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور جو اپنی بیوی کے ساتھ سب سے زیادہ نرمی اور محبت سے پیش آنے والا ہو۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں اس آدمی کا ایمان زیادہ کامل ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں

---

[1]سنن الترمذی : ۲۶۱۲، قال أبو عیسی:هذا حدیث حسن[2]سنن الترمذی : ۱۱۶۲، وقال أبو عیسی:حدیث أبي هریرة هذا حدیث حسن صحیح۔

اور تم میں زیادہ اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ زیادہ اچھے ہوں۔

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي[1]

امی جان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ زیادہ اچھا ہو۔ اور میں تم میں سے سب سے زیادہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا ہوں۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آدمی کی اچھائی اور بھلائی کا خاص معیار اور نشانی یہ ہے کہ اس کا برتاؤ اور سلوک اپنی بیوی کے حق میں اچھا ہو۔ آگے مسلمانوں کے لیے اپنی اس ہدایت کو زیادہ مؤثر بنانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی مثال بھی پیش فرمائی کہ اللہ کے فضل سے میں اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ بیویوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برتاؤ انتہائی دلجوئی اور دلداری کا تھا جس کی ایک دو مثالیں آگے درج ہونے والی حدیثوں سے بھی معلوم ہوں گی۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا كَانَتْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ قَالَتْ: فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلَى رِجْلَيَّ، فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِي فَقَالَ: هَذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ[2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[۱] سنن الترمذي: ۳۸۹۵، وقال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح [۲] سنن أبي داود: ۲۵۷۸۔

کے ساتھ تھی تو پیدل دوڑ میں ہمارا مقابلہ ہوا تو میں جیت گئی اور آگے نکل گئی، اس کے بعد جب میرا جسم بھاری ہو گیا تو (اس زمانہ میں ایک دفعہ پھر) ہمارا دوڑ میں مقابلہ ہوا آپ جیت گئے اور آگے نکل گئے۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ تمہاری اس جیت کا جواب ہو گیا"۔

فائدہ: بلاشبہ بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت اور ان کا دل خوش کرنے کی یہ نہایت اعلیٰ مثال ہے اور اس میں ان لوگوں کے لیے خاص سبق ہے جن کے نزدیک دین میں اس طرح کی تفریحات کی کوئی جگہ نہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: وَاللهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ عَلَى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ بِالْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بردائه لِأَنْظُرَ إِلَى لَعِبِهِمْ بَيْنَ أُذُنِهِ وَعَاتِقِهِ ثُمَّ يَقُومُ مِنْ أَجْلِي حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّتِي أَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةِ السِّنِّ الْحَرِيصَةِ على اللَّهْوِ [1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، بیان کرتی ہیں: اللہ کی قسم! میں نے یہ منظر دیکھا ہے کہ (ایک روز) حبشی لوگ مسجد میں نیزہ بازی کا کھیل کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ مجھے ان کا کھیل دکھانے کے لیے میرے لیے اپنی چادر کا پردہ کر کے میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے (جو مسجد ہی میں کھلتا تھا)۔ میں آپ ﷺ کے کندھے اور کان کے درمیان سے ان کا کھیل دیکھتی رہی۔ آپ ﷺ

[۱] مشكاة المصابيح: ۳۲۴۴ وهذا حديث متفق عليه۔

میری وجہ سے مسلسل کھڑے رہے یہاں تک کہ (میرا جی بھر گیا اور) میں خود ہی لوٹ آئی۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس واقعہ سے) اندازہ کرو کہ ایک نوعمر اور کھیل تماشہ سے دلچسپی رکھنے والی لڑکی کا کیا مقام تھا۔

فائدہ: یہ واقعہ بھی بیویوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی حسن معاشرت اور ان کی دلجوئی اور دلداری کی انتہائی مثال ہے اور اس میں امت کے لئے بڑا سبق ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں یہ بات خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ یہ عید کا دن تھا جیسا کہ صحیحین کی ایک روایت میں اس کی تصریح ہے اور عید میں لہو ولعب کی بھی ایک حد تک گنجائش رکھی گئی ہے۔

اس حدیث کے سلسلہ میں ایک اہم سوال یہ بھی ہے کہ یہ حبشی لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے یقیناً نامحرم اور اجنبی تھے۔ پھر انھوں نے اِن کا کھیل کیوں دیکھا اور رسول اللہ ﷺ نے کیوں دکھایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس کا قطعاً کوئی خطرہ نہیں تھا کہ ان حبشیوں کا کھیل دیکھنے کی وجہ سے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دل میں کوئی برا خیال یا وسوسہ پیدا ہو، اس لیے ان کے لیے یہ دیکھنا جائز تھا۔ اور جب بھی کسی عورت کے لیے ایسی صورت ہو کہ وہ فتنہ اور مفسدہ سے مامون اور محفوظ ہو تو اس کے لیے اجنبی کو دیکھنا جائز ہوگا۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " عَجِبْتُ لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ حَمِدَ اللهَ وَشَكَرَ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ حَمِدَ اللهَ وَصَبَرَ، فَالْمُؤْمِنُ يُؤْجَرُ فِي كُلِّ أَمْرِهِ، حَتَّى يُؤْجَرَ فِي اللُّقْمَةِ

يَرْفَعُهَا إِلَى فِي امْرَأَتِهِ[1]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مجھے مومن کی شان پر حیرانی ہوتی ہے کہ اگر اس کو کوئی خیر وبھلائی کی بات پہنچتی ہے تو وہ اللہ تعالی کی تعریف کرتا ہے اور شکر ادا کرتا ہے (جس پر اسے اجر دیا جاتا ہے)، اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو بھی وہ اللہ تعالی کی تعریف کرتا ہے اور صبر کرتا ہے (جس پر اسے اجر سے نوازا جاتا ہے)، بہر حال مومن کو اسکے ہر کام میں اجر دیا جاتا ہے حتی کہ اُس لقمہ میں بھی اسے اجر دیا جاتا ہے جسے اٹھا کر وہ (پیار ومحبت میں) اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے۔

بیوی کے ساتھ حسن سلوک کا ایک ایمان افروز واقعہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

ایک دفعہ ایک مزدور آدمی ایک مرغی خرید کر گھر لایا، ساتھ میں گھی اور مَسالہ وغیرہ بھی لے آیا۔ یہ سب اس بے چارے نے بڑی محنت کر کے خون پسینہ کی کمائی سے خریدا تھا لیکن سالن بناتے وقت اس کی بیوی سے نمک تیز ہو گیا اور اتنا تیز ہو گیا کہ اس سے وہ کھانا کھایا ہی نہیں گیا۔ بس وہ بے چارہ اتنا خرچہ کرنے کے باوجود دسترخوان سے صرف پانی کا ایک گلاس پی کر اٹھ گیا مگر بولا کچھ نہیں، اس لیے کہ شریف النفس آدمی تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ والا بھی تھا۔

اس نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر میری بیٹی کے ہاتھ سے یہ نمک تیز ہو جاتا تو میں

---

[1] مسند أحمد: ١٣٩٢ وقال محققه: إسناده حسن۔

کبھی نہ چاہتا کہ میرا داماد اس کو مارے۔ لہٰذا اس نے یہ سوچ کر کہ میری بیوی بھی تو کسی کی بیٹی ہے، اگر اس سے خطا ہوگئی ہے تو انسان ہونے کے ناتے یہ کوئی انہونی تو نہیں ہوگئی بلکہ انسان خطا کرتا ہی رہتا ہے۔ لہٰذا اس نے بیوی کو کچھ بھی نہیں کہا۔ مگر ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اپنی بیٹیوں کے لیے تو تعویذ مانگتے ہیں کہ مولانا صاحب ذرا ایسا تعویذ دے دیں کہ میرا داماد میری بیٹی کو پیار سے رکھے، اگر اس سے کوئی خطا بھی ہو جائے تو بھی اس کو معاف کر دیا کرے، گالیاں نہ دے، پٹائی نہ کرے، اس سے منہ نہ پھلائے رکھے بلکہ اس کے ساتھ ہنسے بولے اور اسے آرام سے رکھے۔ اس نے سوچا کہ جب میں اپنی بیٹی کے بارے میں یہ جذبات رکھتا ہوں تو میری بیوی بھی کسی کی بیٹی ہے۔ لازمی بات ہے کہ اس کا باپ بھی اپنی اس بیٹی کے بارے میں وہی جذبات رکھتا ہوگا جو میرے اپنی بیٹی کے بارے میں ہیں۔ یہ سوچ کر اس نے بیوی کو معاف کر دیا اور اسے کچھ بھی نہیں کہا، کہ یا اللہ! یہ آپ کی بندی ہے، چند دن کے لیے مجھے ملی ہے، کچھ دن بعد نہ ہم ہوں گے اور نہ یہ ہوگی، سب قبروں میں لیٹے ہوں گے۔ یا اللہ! میں آپ کو خوش کرنے کے لیے آپ کی بندی سمجھ کر اس کی خطا کو معاف کرتا ہوں۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ اپنے وعظ میں بیان کرتے ہیں کہ جب اس آدمی کا انتقال ہو گیا تو ایک اللہ والے نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ اے بھائی! تیرے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ اس نے کہا کہ میرے بڑے گناہ تھے لیکن اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایک دن تُو نے میری بندی کی خطا کو معاف کیا تھا اس کے بدلہ میں آج مَیں تجھ کو معاف کرتا ہوں۔[۱]

---

[۱] کذا فی حقوق النساء، ص:۳۶۔

بیوی کی تلخ کلامی پر صبر کرنے کا ایمان افروز واقعہ

ایک عورت نہایت ہی بدمزاج، کج خلق، منہ پھٹ اور بدزبان تھی۔ حضرت مرزا جانِ جاناں صاحب نے اس غرض سے اس سے نکاح کرلیا کہ اس کی بدزبانی اور ایذا رسانی پر صبر کرنے سے روحانی ترقی حاصل ہوگی۔ وہ عورت اتنی تندخو، بدخصلت، سخت دل اور زبان دراز تھی کہ شاید کوئی اور مشکل سے ہاتھ آئے۔ حضرت مرزا صاحب خوشی خوشی دولت خانہ تشریف لے جاتے اور وہ سڑی سڑی سنانا شروع کرتی، حضرت چپکے بیٹھے سنتے رہتے، زبان سے اف تک نہ نکالتے، اندر ہی اندر گھلتے، آخر واپس تشریف لے آتے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ روزانہ صبح ہوتے ہی خادم کو حکم فرماتے کہ جاؤ دروازہ پر حاضر ہوکر میرا اسلام کہہ دو، اور پوچھو کہ کوئی کام اور خدمت ہو تو سرانجام دی جائے۔ بموجبِ ارشاد، خادم آستانہ پر حاضر ہوتا اور شیخ کا سلام پہنچا کر مزاج پرسی کرتا۔ وہ نیک بخت بجائے شرم کے جواب کے گالیاں سناتی اور وہ وہ مغلّظات (یعنی گندی باتیں) بکتی تھی کہ سننے والے شرما جاتے تھے اور اظہار کرنے کی تہذیب اجازت نہیں دیتی تھی۔

مگر مرزا صاحب کی خادم کو تاکید تھی کہ اہلیہ کی شان میں گستاخی نہ ہونے پائے۔ کسی بات کا جواب مت دینا، جو کچھ فرمائیں سن لینا۔ ایک روز کوئی ولایتی خادم اس خدمت پر مامور ہوا۔ ہرچند اس کو تاکید تھی کہ جواب نہ دیا جائے مگر بے چارہ ضبط نہ کرسکا۔ جب دروازہ پر پہنچ کر حضرت کا سلام پہنچایا اور مزاج پرسی کی تو عورت نے بکنا شروع کردیا کہ پیر بنا بیٹھا ہے اور مرید بناتا پھرتا ہے اسے یوں کروں وہ کروں ہرچند کہ ولایتی نے ضبط کی کوشش کی مگر آخر کہاں تک؟۔ پیر کو گالیاں نہ سن سکا اور غصہ میں آ کر کہا: بس چپ رہ

ورنہ گردن اڑا دوں گا۔اس جواب پر وہ نیک بخت اور آگ بگولا ہوگئی۔اب ہونے لگی تُوتُو ، مَیں مَیں۔شوروغل کی آواز جو مرزا صاحب کے کان میں پہنچی تو گھبرا اٹھے اور جلدی سے ولایتی کو واپس بلا بھیجا، اس کو بٹھایا اور فرمایا: تم ناواقف ہو۔یہ کہہ کر دوسرے خادم کو بھیجا، وہ گالیاں سن کر واپس آ گیا۔حضرت مرزا صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس عورت کا بہت مشکور اور بے حد احسان مند ہوں کہ اس کے باعث مجھے بہت نفع پہنچا ہے(بحوالہ ارواح ثلاثہ،ص:۲۸)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اہلیہ کی عادتوں وخصلتوں، اس کی تلخ کلامی وترش روئی، اور اس کی بدمزاجی وفضول خرچی پر صبر کرنے میں نفس کی جفاکشی بھی ہے اور اس کی اصلاح بھی۔(لہٰذا جو لوگ اپنی اصلاح کے فکرمند رہتے ہیں وہ بیوی کی ان عادتوں پر بھی صبر کرکے اپنے نفس کی اصلاح کرسکتے ہیں)۔اور عجب نہیں کہ مرد یہ طرزِ عمل اختیار کرے خدا کا پیارا بن جائے اور اس کے محبوب بندوں میں داخل ہوجائے۔[۱]

هذا آخر الكتاب بتوفيق المنعم الوهاب، فالحمدلله الذى تتم بجلاله الصالحات وعلى رسوله سيدنا محمدٍ افضلُ الصلوات وأكرمُ التحيات

العبد الضعيف الجانى

محمد عبد القادر جیلانی عفا الله عنه

۳ذی الحجة ۱۴۳۶/ ۱۸-۰۹-۲۰۱۵

---

[۱] کذا فی تحفۃ النساء،ص:۶۷۔

المصادر والمراجع

(أ)

الأدب المفرد
المؤلف: محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة البخاري، أبو عبد الله (المتوفى 256ھ)
المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي
الناشر: دار البشائر الإسلامية - بيروت
الطبعة: الثالثة 1409 - 1989
عدد الأجزاء: 1

الاختيار لتعليل المختار
المؤلف: عبد الله بن محمود بن مودود الموصلي البلدحي، مجد الدين أبو الفضل الحنفي (المتوفى 683ھ)
الناشر: مطبعة الحلبي - القاهرة (وصورتها دار الكتب العلمية - بيروت، وغيرها)
تاريخ النشر: 1356ھ - 1937م
عدد الأجزاء: 5

إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل
المؤلف: محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420ھ)
إشراف: زهير الشاويش
الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت
الطبعة: الثانية 1405ھ - 1985م
عدد الأجزاء: 9 (8 ومجلد للفهارس)

اتقان ما يحسُن من الأخبار الدائرة على الألسُن

المؤلف: نجم الدين محمد بن محمد بن محمد الغَزِّى (المتوفى1061ھ)

تعليق:د۔يحيى مراد

الناشر: دار الكتب العلمية-بيروت/لبنان

الطبعة: الأولى1425ھ-2004م

عدد الأجزاء:1

أسنى المطالب فى أحاديث مختلفة المراتب

المؤلف: محمد بن محمد درويش، أبو عبد الرحمن الحوت الشافعي (المتوفى:1277ھ)

المحقق: مصطفى عبد القادر

الناشر: دار الكتب العلمية-بيروت

الطبعة: الأولى1418ھ-1997م

عدد الأجزاء1

آپ کے مسائل اور ان کا حل

المؤلف: فضيلة الشيخ محمد يوسف اللدهيانوى رحمه الله

الناشر: مكتبه لدهيانوى كراتشي

الطبعة:1998م

عدد الأجزاء10

إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة

المؤلف: أبو العباس شهاب الدين أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل بن سليم بن قايماز بن عثمان البوصيري الكناني الشافعي (المتوفى: 840هـ)

تقديم: فضيلة الشيخ الدكتور أحمد معبد عبد الكريم

المحقق: دار المشكاة للبحث العلمي بإشراف أبو تميم ياسر بن إبراهيم

دار النشر: دار الوطن للنشر، الرياض

الطبعة: الأولى 1420هـ - 1999م

عدد الأجزاء: 8

أحسن الفتاوى

المؤلف: فضيلة المفتي رشيد احمد رحمه الله تعالى

الناشر: ايج ايم سعيد كمبني كراتشي

الطبعة: 1425هج

عدد الأجزاء: 9

(ب)

البر والصلة لابن الجوزي

المؤلف: جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: 597هـ)

تحقيق وتعليق وتقديم: عادل عبد الموجود، علي معوض

الناشر: مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت - لبنان

الطبعة: الأولى 1413هـ - 1993م

عدد الأجزاء: 1

البر والصلة

المؤلف: أبو عبد الله الحسين بن الحسن بن حرب السلمي المَرْوَزِي (قال في اللباب في تهذيب الأنساب

(3:199):

المروزی بفتح المیم وسکون الراء وفتح الواو وفی آخرها زای هذه النسبة إلی مرو الشاهجان خرج منها جماعة کثیرة من العلماء لا حاجة إلی ذکرهم لشهرتهم(المتوفی246ھ)

المحقق: د. محمد سعید بخاری

الناشر: دار الوطن - الریاض

الطبعة: الأولی 1419

عدد الأجزاء: 1

البحر الرائق شرح کنز الدقائق

المؤلف: زین الدین بن إبراهیم بن محمد، المعروف بابن نجیم المصری (المتوفی970ھ)

الناشر: دار الکتاب الإسلامی

الطبعة: الثانیة - بدون تاریخ

عدد الأجزاء: 8

(ت)

تذکرة الموضوعات

المؤلف: محمد طاهر بن علی الصدیقی الهندی الفَتَّنِی (المتوفی986ھ)

الناشر: إدارة الطباعة المنیریة

الطبعة: الأولی 1343ھ

عدد الأجزاء: 1

الترغیب والترهیب من الحدیث الشریف

المؤلف: عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد الله، أبو محمد، زکی الدین المنذری (المتوفی656ھ)

المحقق: إبراهیم شمس الدین

الناشر: دار الكتب العلمية-بيروت

الطبعة: الأولى 1417

عدد الأجزاء 4

تحفة النساء

المؤلف: فضيلة الشيخ كمال الدين الهندى

الناشر: مكتبة العلم اردو بازار لاهور پاكستان

عدد الأجزاء 1

تطريز رياض الصالحين

المؤلف: فيصل بن عبد العزيز بن فيصل ابن حمد المبارك الحريملي النجدى (المتوفى: 1376هـ)

المحقق: د. عبد العزيز بن عبد الله بن إبراهيم الزير آل حمد

الناشر: دار العاصمة للنشر والتوزيع، الرياض

الطبعة: الأولى 1423هـ-2002م

عدد الأجزاء 1

التيسير بشرح الجامع الصغير

المؤلف: زين الدين محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفين بن على بن زين العابدين الحدادي ثم المناوي القاهرى (المتوفى 1031هـ)

الناشر: مكتبة الإمام الشافعي-الرياض

الطبعة: الثالثة 1408هـ-1988م

عدد الأجزاء 2

تفسير القرآن العظيم

المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر الشهير بابن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى: 774هـ)

المحقق: سامي بن محمد سلامة

الناشر: دار طيبة للنشر والتوزيع

الطبعة: الثانية 1420هـ - 1999م

عدد الأجزاء: 8

تهذيب الآثار

المؤلف: أبو جعفر محمد بن جرير الطبري سنة الوفاة 310هـ

تحقيق: علي رضا بن عبد الله بن علي رضا

الناشر: دار المأمون للتراث - دمشق/سوريا

سنة النشر: 1416هـ - 1995م

عدد الأجزاء: 1

تكملة فتح الملهم

المؤلف: محمد تقي العثماني - حفظه الله تعالى -

الناشر: مكتبة دار العلوم كراتشي - الباكستان -

الطبعة: 1424 هج

عدد الأجزاء: 6

تفسير بيان القرآن

المؤلف: حكيم الأمة مولانا محمد اشرف علی التهانوی (المتوفى: 1362هـ)

الناشر: إدارہ تالیفات اشرفیہ ملتان پاکستان

الطبعة: 1424ھ

عدد الأجزاء: 3

تفسیر عثمانی

الترجمة لشيخ الهند محمود الحسن رحمه الله والتفسير لشيخ الإسلام شبير أحمد العثماني رحمه الله (المتوفى: 1369ھ)

الناشر: مُجَمّع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف- المملكة العربية السعودية-

عدد الأجزاء: 1

(ج)

الجامع في الحديث لابن وهب

المؤلف: أبو محمد عبد الله بن وهب بن مسلم المصري القرشي (المتوفى: 197ھ)

المحقق: د مصطفى حسن حسين محمد أبو الخير، أستاذ الحديث وعلومه المساعد- كلية أصول الدين- القاهرة

الناشر: دار ابن الجوزي- الرياض

الطبعة: الأولى 1416ھ- 1995م

عدد الأجزاء: 1

الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي

المؤلف: أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى: 671ھ)

تحقيق: أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش

الناشر: دار الكتب المصرية- القاهرة

الطبعة: الثانية 1384هـ-1964م

عدد الأجزاء 20 جزءا (في 10 مجلدات)

(ح)

حاشية السندي على سنن ابن ماجه

المؤلف: محمد بن عبد الهادي التتوي، أبو الحسن، نور الدين السندي (المتوفى 1138هـ)

الناشر: دار الجيل-بيروت، بدون طبعة

(نفس صفحات دار الفكر، الطبعة-الثانية)

حلية الأولياء وطبقات الأصفياء

المؤلف: أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (المتوفى 430هـ)

الناشر: السعادة-بجوار محافظة مصر 1394هـ-1974م

ثم صورتها عدة دور منها

1-دار الكتاب العربي-بيروت

2-دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت

3-دار الكتب العلمية-بيروت (طبعة 1409هـ بدون تحقيق)

عدد الأجزاء 10

(خ)

خلاصة الفتاوى

المؤلف: طاهر بن أحمد بن عبد الرشيد البخاري (المتوفى 542هـ)

دار النشر: المكتبة الرشيدية، كوئته. باكستان

الطبعة: دون طبعة وتاريخ

عدد الأجزاء 4

حقوق النساء

الوعظ: مولانا حكيم اختر حفظه الله تعالى

الناشر: كتب خانه مظهرى كراتشى

عدد الأجزاء 1

(د)

دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين

المؤلف: محمد على بن محمد بن علان بن إبراهيم البكرى الصديقى الشافعي (المتوفى: 1057هـ)

الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت - لبنان

الطبعة: الرابعة 1425هـ - 2004م

عدد الأجزاء 8

(ذ)

ذخيرة الحفاظ (من الكامل لابن عدى)

المؤلف: أبو الفضل محمد بن طاهر بن على بن أحمد المقدسى الشيبانى، المعروف بابن القيسرانى (المتوفى: 507هـ)

المحقق: د. عبد الرحمن الفريوائى

الناشر: دار السلف - الرياض

الطبعة: الأولى 1416هـ - 1996م

عدد الأجزاء 5

(ر)

رياض الصالحين
المؤلف: أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووى (المتوفى 676هـ)
المحقق: شعيب الأرنؤوط
الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان
الطبعة: الثالثة 1419هـ/1998م
عدد الأجزاء: 1

رد المحتار على الدر المختار
المؤلف: محمد أمين بن عمر المعروف بابن عابدين الشامى (المتوفى 1252هـ)
المحقق: عبد المجيد طعمه حلبى
دار النشر: المكتبة الرشيدية، كوئته، باكستان
الطبعة: دون طبعة وتاريخ
عدد الأجزاء 12

روح المعانى فى تفسير القرآن العظيم والسبع المثانى
المؤلف: شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسينى الألوسى (المتوفى 1270هـ)
المحقق: على عبد البارى عطية
الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت
الطبعة: الأولى 1415هـ
عدد الأجزاء 16 (15 ومجلد فهارس)

(س)

سنن النسائی

المؤلف: أبو عبد الرحمن أحمد بن شعیب بن علی الخراسانی، النسائی (المتوفی 303ھ)

تحقیق: عبد الفتاح أبو غدة

الناشر: مکتب المطبوعات الإسلامیة - حلب

الطبعة: الثانیة 1406 - 1986

عدد الأجزاء 8

سنن أبی داود

المؤلف: أبو داود سلیمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الأزدی السِّجِسْتانی (المتوفی 275ھ)

المحقق: محمد محیی الدین عبد الحمید

الناشر: المکتبة العصریة، صیدا - بیروت

عدد الأجزاء 4

السنة

المؤلف: أبو بکر بن أبی عاصم وهو أحمد بن عمرو بن الضحاك بن مخلد الشیبانی (المتوفی 287ھ)

المحقق: محمد ناصر الدین الألبانی

الناشر: المکتب الإسلامی - بیروت

الطبعة: الأولی 1400

عدد الأجزاء 2

السنن الکبری

المؤلف: أحمد بن الحسين بن علی بن موسى الخُسْرَوْجِردی الخراسانی، أبو بكر البيهقی
(المتوفى: 458هـ)
المحقق: محمد عبد القادر عطا
الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت - لبنات
الطبعة: الثالثة، 1424 هـ - 2003 م
[ترقيم الكتاب موافق للمطبوع، وهو ضمن خدمة التخريج]

السنن الصغرى/الصغير
المؤلف: أحمد بن الحسين بن علی بن موسى الخُسْرَوْجِردی الخراسانی، أبو بكر البيهقی
(المتوفى: 458هـ)
المحقق: عبد المعطی أمين قلعجی
دار النشر: جامعة الدراسات الإسلامية، كراتشی، باكستان
الطبعة: الأولى، 1410هـ - 1989م
عدد الأجزاء: 4

سبل السلام
المؤلف: محمد بن إسماعيل بن صلاح بن محمد الحسنی، الكحلانی ثم الصنعانی، أبو
إبراهيم، عز الدين، المعروف كأسلافه بالأمير (المتوفى: 1182هـ)
الناشر: دار الحديث
الطبعة: بدون طبعة وبدون تاريخ
عدد الأجزاء: 2

(ش)

شعب الإيمان

المؤلف: أحمد بن الحسين بن علی بن موسى الخُسْرَوْجِردی الخراسانی، أبو بكر البيهقی (المتوفى: 458ھ)

حققه وراجع نصوصه وخرج أحاديثه: الدكتور عبد العلی عبد الحميد حامد

أشرف على تحقيقه وتخريج أحاديثه: مختار أحمد الندوی، صاحب الدار السلفية ببومبای - الهند

الناشر: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية ببومبای بالهند

الطبعة: الأولى 1423ھ - 2003م

عدد الأجزاء 14 (13، ومجلد للفهارس)

شرح رياض الصالحين

المؤلف: محمد بن صالح بن محمد العثيمين (المتوفى: 1421ھ)

الناشر: دار الوطن للنشر، الرياض

الطبعة: 1426ھ

عدد الأجزاء: 6

(ص)

صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان

المؤلف: محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التميمی، أبو حاتم، الدارمی، البُستی (المتوفى: 354ھ)

المحقق: شعيب الأرنؤوط

الناشر: مؤسسة الرسالة - بيروت

الطبعة: الثانية، 1414 - 1993

عدد الأجزاء: 18 (17 جزء ومجلد فهارس)

(ض)

الضعفاء الكبير

المؤلف: أبو جعفر محمد بن عمرو بن موسى بن حماد العقيلي المكي (المتوفى 322هـ)

المحقق: عبد المعطي أمين قلعجي

الناشر: دار المكتبة العلمية - بيروت

الطبعة: الأولى 1404هـ - 1984م

عدد الأجزاء 4

(ع)

عمدة القاری شرح صحيح البخاری

المؤلف: أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى (المتوفى 855هـ)

الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت

عدد الأجزاء 25

العدة على الإحكام - حاشية على شرح العمدة لابن دقيق العيد

المؤلف/المشرف: محمد بن إسماعيل الأمير الصنعانی المحقق/المترجم: عادل عبد الموجود و على معوض الناشر: دار الكتب العلمية الطبعة: الأولى سنة الطبع: 1419هـ تصنيف رئيس: فقه تصنيف فرعى: شروح أحاديث الأحكام الموقع: م

(غ)

الغرة المنيفة فی تحقيق بعض مسائل الإمام أبی حنيفة

المؤلف: عمر بن إسحق بن أحمد الهندی الغزنوی، سراج الدين، أبو حفص الحنفی (المتوفى: 773هـ)

الناشر: مؤسسة الكتب الثقافية

الطبعة: الأولى 1406-1986ھ

عدد الأجزاء: 1

(ف)

الفوائد الموضوعة فی الأحادیث الموضوعة

المؤلف: مرعی بن یوسف بن أبی بکر بن أحمد الکرمی المقدسی الحنبلی (المتوفى: 1033ھ)

المحقق: د. محمد بن لطفی الصباغ

الناشر: دار الوراق - الریاض

الطبعة: الثالثة 1419ھ-1998م

عدد الأجزاء: 1

فضائل صدقات

المؤلف: فضیلة الشیخ مولانا محمد زکریا الکاندھلوی ؒ (المتوفى: 1402ھ)

الناشر: کتب خانه فیضی لاھور

عدد الأجزاء: 1

فضائل اعمال

المؤلف: فضیلة الشیخ مولانا محمد زکریا الکاندھلوی ؒ (المتوفى: 1402ھ)

الناشر: کتب خانه فیضی لاھور

عدد الأجزاء: 1

فتح الباری شرح صحیح البخاری

المؤلف: أحمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی الشافعی

الناشر: دار المعرفة - بیروت، 1379

عدد الأجزاء: 13

الفتح الكبير فى ضم الزيادة إلى الجامع الصغير

المؤلف: عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطى (المتوفى: 911هـ)

المحقق: يوسف النبهانى

الناشر: دار الفكر - بيروت / لبنان

الطبعة: الأولى، 1423هـ - 2003م

عدد الأجزاء: 3

فيض القدير شرح الجامع الصغير

المؤلف: زين الدين محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفين بن على بن زين العابدين الحدادى ثم المناوى القاهرى (المتوفى: 1031هـ)

الناشر: المكتبة التجارية الكبرى - مصر

الطبعة: الأولى، 1356

عدد الأجزاء: 6

الفتاوى الخانية (على هامش الفتاوى الهندية، من جزءها الأول إلى الجزء الثالث)

المؤلف: حسن بن منصور الأوزجَندى المعروف بـ "قاضى فخر الدين خان" (المتوفى: 592هـ)

دار النشر: المكتبة الرشيدية، كوئته، باكستان

الطبعة: الثانية، 1403هـ -

عدد الأجزاء: 3

69-الفتاوى الهندية

المؤلف: لجنة علماء الهند برئاسة نظام الدين البلخي

دار النشر: المكتبة الرشيدية، كوئته، باكستان

الطبعة: الثانية 1403ھ

عدد الأجزاء 6

(ك)

الكامل في ضعفاء الرجال

المؤلف: أبو أحمد بن عدى الجرجاني (المتوفى 365ھ)

تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود-على محمد معوض

الناشر: الكتب العلمية-بيروت-لبنان

الطبعة: الأولى 1418ھ 1997م

كفاية الحاجة في شرح سنن ابن ماجه: انظر له "حاشية السندى على سنن ابن ماجه"

الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل (الشهير بالتفسير الكشاف)

المؤلف: أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، الزمخشرى جار الله (المتوفى 538ھ)

الناشر: دار الكتاب العربي-بيروت

الطبعة: الثالثة 1407ھ

عدد الأجزاء 4

(ل)

اللباب فی شرح الکتاب

المؤلف: عبد الغنی بن طالب بن حمادة بن إبراهيم الغنيمي الدمشقي الميدانی الحنفی (المتوفی: 1298ھ)

حققه، وفصله، وضبطه، وعلق حواشيه: محمد محيي الدين عبد الحميد

الناشر: المکتبة العلمية، بيروت - لبنان

عدد الأجزاء 4

اللباب فی تهذيب الأنساب

المؤلف: أبو الحسن علی بن أبي الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيبانی

الجزری، عز الدين ابن

الأثير (المتوفی 630ھ)

الناشر: دار صادر - بيروت

سنة النشر 1400ھ - 1980م

عدد الأجزاء 3

(م)

مسند الإمام أحمد بن حنبل

المؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيبانی (المتوفی 241ھ)

المحقق: شعيب الأرنؤوط - عادل مرشد، وآخرون

إشراف: د عبد الله بن عبد المحسن الترکی

الناشر: مؤسسة الرسالة

الطبعة: الأولی 1421ھ - 2001م

المقاصد الحسنة فی بيان كثير من الأحاديث المشتهرة علی الألسنة

المؤلف: شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن بن محمد السخاوی (المتوفى: 902هـ)

المحقق: محمد عثمان الخشت

الناشر: دار الكتاب العربي - بيروت

الطبعة: الأولى، 1405هـ - 1985م

عدد الأجزاء: 1

معارف الحديث

المؤلف: مولانا منظور أحمد النعمانی (المتوفى: 1421هـ)،

الناشر: دار الإشاعت - كراتشي

الطبعة: 2007م

عدد الأجزاء 8

مسند أبي يعلى

المؤلف: أبو يعلى أحمد بن علی بن المثُنى بن يحيى بن عيسى بن هلال التميمي، الموصلی (المتوفى: 307هـ)

المحقق: حسين سليم أسد

الناشر: دار المأمون للتراث - دمشق

الطبعة: الأولى، 1404 ـ 1984

عدد الأجزاء: 13

المعجم الكبير

المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمی الشامی، أبو القاسم الطبرانی (المتوفى: 360هـ)

المحقق: حمدی بن عبد المجيد السلفی

دار النشر: مكتبة ابن تيمية-القاهرة
الطبعة: الثانية
عدد الأجزاء: 25

المصنف فى الأحاديث والآثار
المؤلف: أبو بكر بن أبي شيبة، عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي العبسي (المتوفى: 235هـ)
المحقق: كمال يوسف الحوت
الناشر: مكتبة الرشد-الرياض
الطبعة: الأولى، 1409
عدد الأجزاء: 7

معارف القرآن
المؤلف: المفتي محمد شفيع بن محمد ياسين (المتوفى: 1396هـ)
الناشر: إدارة المعارف- كراتشي
الطبعة: 1422هـ
عدد الأجزاء: 8

مجمع الزوائد ومنبع الفوائد
المؤلف: أبو الحسن نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي (المتوفى: 807هـ)
المحقق: حسام الدين القدسي
الناشر: مكتبة القدسي، القاهرة
عام النشر: 1414هـ، 1994م
عدد الأجزاء: 10

مستخرج أبي عوانة

المؤلف: أبو عوانة يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم النيسابوري الإسفراييني (المتوفى: 316هـ)

تحقيق: أيمن بن عارف الدمشقي

الناشر: دار المعرفة - بيروت

الطبعة: الأولى 1419هـ- 1998م.

عدد الأجزاء 5

مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه

المؤلف: أبو العباس شهاب الدين أحمد بن أبي بكر البوصيري الكناني الشافعي (المتوفى: 840هـ)

المحقق: محمد المنتقى الكشناوي

الناشر: دار العربية - بيروت

الطبعة: الثانية 1403هـ

عدد الأجزاء 4

مسند أبي يعلى

المؤلف: أبو يعلى أحمد بن علي بن المثُنى بن يحيى التميمي، الموصلي (المتوفى: 307هـ)

المحقق: حسين سليم أسد

الناشر: دار المأمون للتراث - دمشق

الطبعة: الأولى 1404 - 1984

عدد الأجزاء 13

مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار

المؤلف: أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق العتکی المعروف بالبزار (المتوفی 292ھ)

الناشر: مكتبة العلوم والحكم - المدينة المنورة

الطبعة: الأولى، (بدأت 1988م، وانتهت 2009م)

عدد الأجزاء 18

مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح

المؤلف: علی بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروی القاری (المتوفی 1014ھ)

الناشر: دار الفكر، بيروت - لبنان

الطبعة: الأولى 1422ھ - 2002م

عدد الأجزاء 9

مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح

المؤلف: أبو الحسن عبيد الله بن محمد عبد السلام الرحمانی المباركفوری (المتوفی 1414ھ)

الناشر: إدارة البحوث العلمية والدعوة والإفتاء - الجامعة السلفية - بنارس الهند

الطبعة: الثالثة 1404ھ، 1984م

مفاتيح الغيب = التفسير الكبير

المؤلف: أبو عبد الله محمد بن عمر الرازی الملقب بفخر الدين الرازی خطيب الری (المتوفی 606ھ)

الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت

الطبعة: الثالثة 1420ھ

مكارم الأخلاق

المؤلف: أبو بكر عبد الله بن محمد القرشي المعروف بابن أبي الدنيا (المتوفى: 281هـ)

المحقق: مجدى السيد إبراهيم

الناشر: مكتبة القرآن - القاهرة

عدد الأجزاء: 1

المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج

المؤلف: أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى: 676هـ)

الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت

الطبعة: الثانية، 1392

عدد الأجزاء: 18 في 9 مجلدات)

المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية

المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852هـ)

الناشر: دار العاصمة، دار الغيث - السعودية

الطبعة: الأولى، 1419هـ

عدد الأجزاء: 19

ميزان الاعتدال في نقد الرجال

المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى: 748هـ)

تحقيق: علي محمد البجاوي

الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت - لبنان

الطبعة: الأولى، 1382هـ - 1963م

عدد الأجزاء 4

مسند الشهاب

المؤلف: أبو عبد الله محمد بن سلامة القضاعي المصري (المتوفى: 454هـ)

المحقق: حمدي بن عبد المجيد السلفي

الناشر: مؤسسة الرسالة - بيروت

الطبعة: الثانية 1407 - 1986

عدد الأجزاء 2

مكارم الأخلاق ومعاليها ومحمود طرائقها

المؤلف: أبو بكر محمد بن جعفر بن محمد بن سهل بن شاكر الخرائطي السامري (المتوفى: 327هـ)

تقديم وتحقيق: أيمن عبد الجابر البحيري

الناشر: دار الآفاق العربية، القاهرة

الطبعة: الأولى، 1419هـ - 1999م

عدد الأجزاء 1

مشكاة المصابيح

المؤلف: محمد بن عبد الله الخطيب العمري، أبو عبد الله، ولي الدين، التبريزي (المتوفى: 741هـ)

المحقق: محمد ناصر الدين الألباني

الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت

الطبعة: الثالثة 1985

عدد الأجزاء: 3

المعجم الكبير

المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمی الشامی، أبو القاسم الطبرانی (المتوفى: 360ھ)

المحقق: حمدی بن عبد المجيد السلفی

دار النشر: مكتبة ابن تيمية - القاهرة

الطبعة: الثانية

عدد الأجزاء: 25

(ن)

نصب الراية لأحاديث الهداية مع حاشيته بغية الألمعی فی تخريج الزيلعی

المؤلف: جمال الدين أبو محمد عبد الله بن يوسف بن محمد الزيلعی (المتوفى: 762ھ)

قدم للكتاب: محمد يوسف البَنُوری

المحقق: محمد عوامة

الناشر: مؤسسة الريان للطباعة والنشر - بيروت - لبنان/ دار القبلة للثقافة الإسلامية - جدة - السعودية

الطبعة: الأولى، 1418ھ/1997م

عدد الأجزاء: 4

نضرة النعيم فی مكارم أخلاق الرسول الكريم - صلى الله عليه وسلم

المؤلف: عدد من المختصين بإشراف الشيخ/ صالح بن عبد الله بن حميد إمام وخطيب الحرم المكی

الناشر: دار الوسيلة للنشر والتوزيع، جدة

الطبعة: الرابعة

عدد الأجزاء: 12

مؤلف کی دیگر کتب

القول الصواب فی مسائل "الکتاب"

یعنی مختصر القدوری میں مفتی بہا اقوال کی تعیین

اس کتاب میں "مختصر القدوری" کے تمام (اختلافی اور غیر اختلافی) مسائل میں مستدلات اور تخریجات کے ساتھ مفتی بہ قول کی تعیین کی گئی ہے۔ یہ کام بفضلہٖ تعالیٰ حضرات اکابر مدظلہم کی رہنمائی اور سرپرستی میں انجام پایا ہے۔

(مطبوعہ مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی: 5 34 32 34 – 0334)

عام فہم میراث

نہایت ہی آسان طریقوں سے مسائل میراث کا حل سکھانے والی ایک منفرد کتاب، جس کے اندر ہر باب کے آخر میں مشقی سوالات مع حل کا مفید ذخیرہ بھی موجود ہے۔

(مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور: 37224228 – 042)

مزید الایمان (حصہ اول و حصہ دوم)

علماء، خطباء اور دعوت دینے والے حضرات کیلئے انتہائی مفید اور مستند کتاب جس میں توحید، سیرت، آخرت (قبر، حشر، جنت، جہنم) اور دعوت و تبلیغ کی اہمیت سے متعلقہ آیات، احادیث، اشعار و تاریخی واقعات کا ایمان افروز مستند ذخیرہ موجود ہے۔

(مطبوعہ مکتبہ صدیقیہ بیرون تبلیغی مرکز رائیونڈ: 134 85 45 – 0300)

نبوی اخلاق وآدابِ زندگی (اردو ترجمہ وشرح الأدب المفرد)

امام بخاریؒ کی معروف کتابِ حدیث "الأدب المفرد" کا آسان اردو ترجمہ وشرح جس میں انفرادی اور عائلی (خاندانی) زندگی کو کامیاب بنانے کے نبوی مبارک طریقے بیان کیے گئے ہیں۔ جو طلباء ومدرسین کے علاوہ ہر گھر وفرد کی ضرورت ہے۔

(مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور: 042 – 37224228)

آپ نورانی قاعدہ کیسے پڑھیں اور پڑھائیں

اس رسالہ میں نورانی قاعدہ کی تختیوں کو پڑھانے کا ایسا آسان اور مشقی انداز بیان کیا گیا ہے، جو طلباء کیلئے بحمد اللہ تعالیٰ مفید ثابت ہوا ہے نیز طلباء میں پختہ استعداد جلد پیدا ہونے میں ممد ومعاون ہے۔

(مطبوعہ مکتبہ صدیقیہ بیرون تبلیغی مرکز رائیونڈ: 0300 – 45 85 134)

جنتی مَرد

کتابِ ہٰذا مَردوں کے لیے "جنتی مَرد" بننے میں ایک بہتر معین اور مؤثر ناصح ہے۔

اس کتاب میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ان اعمال کو (تخریج سمیت) جمع کیا گیا ہے جن کے اختیار کرنے سے آدمی کو جنت کا داخلہ نصیب ہوتا ہے۔ نیز کتاب کے آخر میں جذبۂ عمل کو مہمیز دینے کے لیے، نیک لوگوں کے شوقِ جنت کے واقعات اور فاسقوں کی توبہ کی حکایات بھی مستند مآخذ سے نقل کی گئی ہیں۔

(مطبوعہ مکتبہ عمر بن خطاب ٹی چوک ملتان: 0301 – 75 74 977)

صلہ رحمی

ــ یعنی ــ رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک پر اجر وانعامات

اس کتابچہ میں والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی اہمیت اور فضائل ، نیز قطع رحمی (یعنی رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات توڑنے) کی شناعت اور وعیدوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں مختصر طور پر ذکر کیا گیا ہے تا کہ ہر مسلمان کم وقت میں اس اہم وحساس ترین موضوع کا مطالعہ کر کے اپنی آخرت بنا سکے۔

اردو ترجمہ ــ "میزان الصرف ومنشعب" ــ

اردو ترجمہ ــ "صَرف میر" ــ

اردو ترجمہ ــ "نَحو میر" ــ

مندرجہ بالا سہ کتب ، مدارسِ عربیہ کے ابتدائی درجات میں شاملِ نصاب فارسی زبان کی تین مختصر کتب ــ "میزان الصرف ومنشعب" ــ ، ــ "صَرف میر" ــ اور ــ "نَحو میر" ــ کا ع وبامحاورہ اردو ترجمہ ہے۔

(زیرِ طِباعت مکتبہ عمر بن خطاب ؓ ٹی چوک ملتان: 0302 – 837 51 5 1)

وسیلۃ الظفر اردو شرح ــ "نخبۃ الفِکَر" ــ

علم اصولِ حدیث میں حافظ ابن حجرؒ شافعی کے داخل درنصاب متن ــ "نخبۃ الفِکَر" ــ کی مختصر اور جامع شرح ، جو حلِ کتاب میں مفید ومعاون ہونے کے ساتھ ساتھ موقع بموقع کتبِ مستندہ کی روشنی میں احناف کے اصولِ حدیث کی بھی راہنمائی کرتی ہے۔

(زیر طِباعت : مکتبہ عمر بن خطاب ٹی چوک ملتان: 0301 – 75 74 977)

زلزلہ (اسباب، حقائق اور حفاظت کے تناظر میں)

قرآن وحدیث اور جدید سائنس کی روشنی میں ــ"زلزلہ"ــ کے موضوع پر تحریر کردہ ایک مفید عام رسالہ، جس میں زلزلوں کے آنے کی وجوہات اور ان سے حفاظت کے طریقوں پر، مستند شرعی اور سائنسی کتب کی روشنی میں گفتگو کی گئی ہے۔

(زیر طِباعت: مکتبہ عمر بن خطاب ٹی چوک ملتان: 0301 – 75 74 977)

مزید الایمان (حصہ سوم وحصہ چہارم)

علماء، خطباء اور دعوت دینے والے حضرات کیلئے انتہائی مفید اور مستند کتاب جس میں مختلف ــ"ایمان افروز مضامین"ــ سے متعلقہ آیات، احادیث، اشعار وتاریخی واقعات کا مستند ذخیرہ موجود ہوگا، انشاء اللہ تعالی۔ (زیر تالیف)

كيف تَدخُل الجَنّةَ

هذا الكتاب يهدى الإنسان إلى ما ورد فى الكتاب والسنة من أعمال توجب دخوله الجنة أو تحرّمه على النار، وكل ما فى هذا الكتاب استفيد من مآخذ مستندة ومراجع معتمد عليها عند علماء الفن، فذُكر كل حديث مع تخريج ،ولم يُورَد حديثٌ غيرُ مقبول فى هذا الباب۔ (سيطبع من مكتبة دار الكتب العلمية- بيروت، فى أقرب وقت انشاء الله)

مکتبہ عمرؓ بن الخطاب کی مطبوعات

مولانا کریم بخش صاحب کی تصانیف

تفسیر ھٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ (جلد اول)

تفسیر ھٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ قرآن مجید کی عام فہم اور آسان تفسیر ہے جس کی ابتداء میں تفسیر بالرّائے سے اجتناب وغیرہ جیسے اہم اصولِ تفسیر کے اضافہ کے ساتھ قرآنی حقائق و دلائل اور عجا مہمّاتِ قرآنی کو احسن اور بڑے سلیس انداز سے بیان کیا گیا ہے، الغرض تفسیرِ قرآن سے متعلقہ ضروری علوم کا کافی تفصیل سے بیان ہوا ہے

خلاصۃُ القرآن (تراویح کے بعد کے دروس القرآن)

خلاصۃ القرآن حضرت اقدس مولانا کریم بخش صاحب مدظلہ کے تراویح کے بعد کے دروسِ قرآن کا مجموعہ ہے، علما، طلبا، عوام اور ائمہ مساجد کے لئے انتہائی مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ پیغام کو مختصر طور پر سمجھنے کے لئے بے مثال ہے۔

کتابُ الاسماء

اس کتاب میں اسماء اللہ تعالیٰ، اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفصیل۔ اس کے علاوہ اس میں پسندیدہ اور ناپسندیدہ و شرکیہ ناموں کی ممانعت جیسے اہم مضامین موجود ہیں۔ یہ کتاب دورِ حاضر کی تصنیفی نزاکتوں کو جمع کرتی ہوئی ایک شاہکار کتاب ہے، ہلکا پھلکا اور شگفتہ اندازِ تحریر اس کا خصوصی

وصف ہے۔

حضرت ابراہیم ؑ کے حالات وواقعات

یہ کتاب بھی دورِ حاضر کی ایک عظیم تصنیف ہے، جو سیدنا ابراہیم خلیل اللہ ؑ کے "خاندانی حالات، صفاتِ ابراہیمی، اوّلیاتِ ابراہیمی، معجزاتِ ابراہیمی، بُت پرستی وکواکب پرستی کی تردید، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا سفر ہجرت، ذبحِ اسماعیل علیہ السلام اور جذبہ ابراہیمی تاریخ وبنائے بیت اللہ، عشرہ ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل ومسائل" جیسے معلومات افزاء مضامین پر مشتمل ایک اہم تصنیف ہے۔

فضائل حرمین شریفین اور حج وعمرہ کے اہم مسائل

اس کتاب میں حرمین شریفین یعنی مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ کے فضائل، حدود، تعمیر کعبہ، غلافِ کعبہ، تاریخی مساجد، بعض تاریخی پہاڑ، کنووں اور وادیوں کا تذکرہ ہے، نیز ازواجِ مطہرات کے حجرات، قبائلِ انصار کے مقامات، حج وعمرہ اور ان کے ذیل میں ہونے والی عبادات: طواف، سعی، وقوفِ منیٰ، وقوفِ عرفہ، وقوفِ مُزدلفہ، اور حلق وغیرہ پر مستند حدیثوں میں منقول اجر وثواب اور ان کے آداب کا معتبر حوالہ جات، آسان، زبان اور دل آویز اسلوب کے ساتھ تفصیلی ذکر ہے۔

حدیث اور سنت میں فرق

کسی بھی مصنف اور تصنیف کی سب سے بڑی خصوصیت قاری کی معلومات میں اضافہ کرنا ہے اور اس کے ذوقِ مطالعہ کو بڑھانا ہے۔ یہ کتاب اس کی عکاس ہے، جس میں بڑے نازک اور حل طلب مضامین (حدیث وسنت میں فرق، علومِ متشابہات، چند ضروری مسائل)

کو بڑے احسن اور دلنشیں انداز میں ضبطِ تحریر میں لایا گیا ہے۔

خطباتِ کریم (جلد اول)

خطباتِ کریم جلد اول میں ''اللہ تعالیٰ کی شفقت ومحبت، انسانیت کے رہبر حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام، اللہ کے حبیب ﷺ کا حلیہ مبارک خاندانِ نبوت اور اس کی محبت کے تقاضے معجزات رسول ﷺ، فضائل مدینہ منورہ، شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، تاریخ فقہاء ومحدثین ، والدین کی ذمہ داری، ظالموں اور ظلم کا انجام'' جیسے عام فہم اور اصلاحی مضامین پر مشتمل ہے جو ہر شخص کی اصلاح کے لئے انتہائی مفید ہیں۔

خطباتِ کریم (جلد ثانی)

خطباتِ کریم جلد دوم میں شب برأت سے لے کر شب قدر تک'' حضرت مدظلۂ کے بیانات کا حسین مجموعہ ہے، جس میں درج ذیل مضامین ہیں: ''شب برأت کی حقیقت استقبالِ رمضان، فضیلت و عظمتِ رمضان، پیغامِ رمضان (اُمتِ مسلمہ کے نام)، نیکیوں کا موسمِ بہار، جنت اور جہنم، گناہوں سے توبہ کریں، حقیقتِ تقویٰ، لوگوں سے حسنِ سلوک، قرآنِ کریم کی برکت، عظمت اور تاثیر، شبِ قدر کی برکات اور اس کے حصول کا طریقہ، رمضان المبارک کے اہم مسائل، صیام الدھر (شوال کے چھ روزے)۔

مواعظِ جمعہ (جلد اول)

جامعہ عمرؓ بن الخطاب، ملتان کی جامع مسجد میں حضرت مدظلۂ کے بیان کردہ خطبات کا مجموعہ۔ یہ جلد ''رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات، صاحبزادوں، صاحبزادیوں اور نواسوں، نواسیوں کی پاکیزہ سیرت وکردار'' کے ذکر کا حسین گلدستہ ہے۔ نیز ''واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر'' اس میں

مختلف وجوہ سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔

مواعظِ جمعہ (جلد ثانی)

اس میں معاشرے کے سُلگتے ہوئے مسائل کا حل انتہائی سہل و عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔قرآن وسنت کی روشنی میں محرم الحرام کے فضائل واحکام،نوحہ کی ممانعت،اظہارِ غم کا مسنون طریقہ،مسائل زیارتِ قبور،اسلام میں نحوست کا تصور،توہم پرستی سے اِجتناب اور مشورہ واستخارہ کی اہمیت جیسے موضوعات پر مشتمل یہ جلد ایک عظیم شاہکار ہے۔

مواعظِ رمضان المبارک (جلد اول)

خطباتِ جمعہ از حضرت اقدس مدظلہ بموقع رمضان المبارک ۳۵۔۱۴۳۴ھ جس میں ''استقبالِ رمضان فضائل رمضان ،روزوں کی فرضیت کا مقصد،روزوں کی غرض وغایت،تزکیہ وطہارت، اصلاحِ ظاہر وباطن،رمضان اور ظہورِ رحمتِ الٰہی ،رمضان اور توبہ،رمضان اور نزولِ قرآن،رمضان اور شب قدر،اور جمعۃ الوداع پر مشتمل دلنشین،فکر انگیز اور ایمان افروز واقعات،روح پرور بیانات، علمی،اخلاقی اور اصلاحی مضامین سے مزیّن انتہائی سہل وعام فہم انداز میں جمع کئے گئے ہیں۔

مواعظِ رمضان المبارک (جلد ثانی)

رمضان المبارک ۳۵۔۱۴۳۴ھ بعد نمازِ فجر کے دروسِ احادیث: رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا وہ ذخیرہ جو ''رمضان ،روزہ ، تراویح، اعتکاف، صلوٰۃ التسبیح، آدابِ دُعا،قبولیتِ دُعا کے اوقات،ادائیگی قرض کی مسنون دعاؤں، ذکر اور درود شریف کے فضائل پر مشتمل دروسِ احادیث کا یہ مجموعہ معتکفین کے لئے نایاب تحفہ اور عوام وخواص سب کے لئے انتہائی مفید ہے۔

بالخصوص ائمہ مساجد کے لئے ایک نایاب تحفہ ہے۔

مواعظِ رمضان المبارک (جلد ثالث)

اس جلد میں روزہ کی حقیقت، نفسِ فرضیت، مختصر فضائل و مسائل، تراویح کی فضیلت اور بیس تراویح کی مدلل تحقیق، اعتکاف کے فضائل و مسائل اور معتکفین کے لئے مسنون اعمال، زکوٰۃ اور صدقہ فطر کے فضائل و مسائل، مصارفِ زکوٰۃ کا بیان، عید الفطر کے فضائل و احکام اور صیامِ ماہِ شوال کے فضائل و مسائل کو جمع کیا گیا ہے۔

خیر الطالبین شرح زاد الطالبین

یہ کتاب درس نظامی میں پڑھائی جانے والی حدیث کی اہم کتاب ''زاد الطالبین'' جو وفاق المدارس کے نصاب میں بھی شامل ہے، کی شرح ہے جو درج ذیل خصوصیات پر مشتمل ہے: (۱) اعراب (۲) لفظی ترجمہ (۳) لغوی صرفی تحقیق (۴) ترکیب (۵) تشریح (۶) احادیث کا شانِ ورود (۷) طلباء کے لئے سبق آموز واقعات اور اس جیسی بے شمار خصوصیات کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آرہی ہے۔

توضیح الترمذی شرح جامع الترمذی (جلد دوم)

درسِ نظامی کے درجہ عالمیہ میں پڑھائی جانے والی کتب صحاحِ ستہ میں سے جامع ترمذی ایک اہم اور معتبر حدیث کی کتاب ہے، حضرت اقدس مولانا کریم بخش صاحب نے اس کی جلد دوم کی ایک نایاب شرح لکھی ہے جو درج ذیل خصوصیات پر مشتمل ہے: (۱) اعراب (۲) عام فہم سلیس ترجمہ (۳) رُواۃِ حدیث کا مکمل تعارف (۴) مغلق عبارات کا آسان انداز میں حل

(۵) عام فہم انداز میں حدیث کی تشریح (۶) مذاہب فقہاء کرام (۷) مفتی بہا اقوال کی تعیین۔

تسہیل النحو (جدید اضافہ شدہ ایڈیشن)

علوم آلیہ میں جو اہمیت علم نحو کو حاصل ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں، اس اہمیت کے پیش نظر حضرت اقدس مولانا کریم بخش صاحب مہتمم جامعہ عمرؓ بن الخطاب ملتان، نے علوم عربیہ کے طلبا کیلئے ''نحومیر'' کا اُردو زبان میں سلیس ترجمہ کیا، اس کے بعد قرآن وحدیث اور متقدمین کی کتابوں سے تمارین جمع کی ہیں ابتدائی طلبا کے لئے بہت نافع ہے۔

الورد الطری (علی جامع الترمذی)

جامع ترمذی دورۂ حدیث کی کتب میں ادق کتاب شمار کی جاتی ہے مگر شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا یاسین صابر صاحب کی تقریر (الورد الطری علی جامع الترمذی) نے اس کے مغلق مقامات کو ایسا سہل بنا دیا ہے کہ ہر صاحبِ علم اسے پڑھتے ہوئے عش عش کر اٹھتا ہے۔ یہ کتاب ان خصوصیات پر مشتمل ہے: (۱) اہم اور مغلق مقامات کی تشریح (۲) لغات صعبہ کا ترجمہ (۳) ائمہ اربعہ کے مذاہب کو دلائل سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ حنفی مذہب کی وجوہِ ترجیح (۴) فریقِ مخالف کو مدلل اور مسکت جوابات (۵) سوال وجواب کی صورت میں اہم نکات کی عقدہ کشائی (۶) ہر حدیث کے ابتدائی اور آخری راوی کا ذکر (۷) استدلال کے طور پر پیش کی گئی احادیث کی تخریج۔
